مولا علیؑ
کے
فیصلے

(۱۱۰/ ۷۸۶)

مولائے کائنات

ابو الائمہ حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام

کی مناجاتوں میں سے ایک مناجات

اِلٰهِیْ کَفٰی بِیْ عِزًّا اَنْ اَکُوْنَ لَکَ عَبْدًا وَکَفٰی بِیْ فَخْرًا اَنْ تَکُوْنَ لِیْ رَبًّا اَنْتَ کَمَا اُحِبُّ فَاجْعَلْنِیْ کَمَا تُحِبُّ

میرے اللہ میری عزت کے لئے یہی کافی ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں اور میرے فخر کے لئے یہی کافی ہے کہ تو میرا پروردگار ہے۔ تو ویسا ہی ہے جیسا میں چاہتا ہوں، پس تو مجھ کو ویسا بنالے جیسا تو چاہتا ہے۔
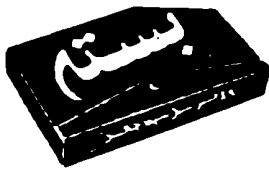
مؤلف

الحاج سید محمد ایوب نقوی مصطفیٰ آبادی

عصمت پبلیکیشنز

نمبر:- 18168 کراچی 74700 پاکستان

نام کتاب : مولا علیؑ کے فیصلے

مؤلف : الحاج ایوب نقوی مصطفےٰ آبادی

ناشر : عصمہ پبلیکیشنز کراچی

تعداد اشاعت : 500

تاریخ اشاعت : اگست ۲۰۰۲ء

طباعت : عاصم پرنٹنگ ناظم آباد نمبر ۲ کراچی

سپر ڈیلکس ایڈیشن : پہلا ایڈیشن

ھدیہ : 100 روپیہ

مشیر قانون : پروفیسر سید سبط جعفر زیدی ایڈوکیٹ

جناب سشبیر رضوی ایڈوکیٹ (ہائی کورٹ)

سر ورق (ٹائیٹل ڈیزائننگ) : سید امتیاز عباس

اسٹاکسٹ

افتخار بک ڈپو۔ اسلام پورہ کرشن نگر۔ لاہور

منہاج الصالحین غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور

مکتبہ الرضا۔ ۸ بیسمنٹ میاں مارکیٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

کریم پبلیکیشنز سمیع سینٹر اردو بازار لاہور

مکتبہ الحسین نواں شہر ابدالی روڈ ملتان

سید محمد ثقلین کاظمی جی 6/2۔ اسلام آباد

محمد علی بک ڈپو۔ G-9/2 کراچی کمپنی۔ اسلام آباد

سودے بکس لائبریری اینڈ اسٹیشنرز۔ سکردو۔ بلتستان

عباس بک ایجنسی۔ رستم نگر۔ لکھنؤ

حسن علی بک ڈپو۔ کھارادر۔ کراچی

رحمت اللہ بک ایجنسی کھارادر۔ کراچی

محفوظ بک ایجنسی۔ مارٹن روڈ۔ کراچی

خراسان بک سینٹر بریٹو روڈ۔ کراچی

احمد بک ڈپو۔ رضویہ سوسائٹی۔ کراچی

انجم پبلیکیشنز بریٹو روڈ کراچی

احمد تبرکات سینٹر انچولی کراچی

مکتبہ علویہ مرکز تبرکات وظائف رضویہ سوسائٹی کراچی

فہرست مولا علی کے فیصلے

پیش لفظ

مولا علیؑ فرماتے ہیں۔

قسم ہے اس پروردگار کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور روح کو پیدا کیا۔ اگر میں چاہوں کہ لوگوں کو وہ آیات وعجائب دکھاؤں یا سناؤں۔ جو مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے بتائی ہیں۔ تو لوگ کفر کی طرف واپس چلے جائیں گے۔ (ینابیع المودہ ص ۴۰۳)

نہج البلاغہ علوم ومعارف کا وہ گراں بہا سرمایہ ہے جس کی اہمیت وعظمت ہر دور میں مسلم رہی ہے۔ اور ہر عہد کے علماء ودانا نے نہج البلاغہ کی بلند پائیگی کا اعتراف کیا ہے۔ یہ صرف ایک ادبی شاہکار ہی نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کا ایک الہامی صحیفہ حکمت واخلاق عدل کا سرچشمہ ہی نہیں بلکہ معارف ایمانی وحقائق۔ تاریخ کا ایک انمول خزانہ ہے جس کے گوہر آب دار علم وادب کے دامن کو زرنگار بناتے ہیں اور اپنی چمک ودمک سے جوہر شناس کو محو حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے مولا علیؑ کو تبلیغ کے لئے یمن روانہ کیا تو مولا علیؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لے گئے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میری کامیابی کے لئے دعا فرمائیے تاکہ میں اِس سفر میں آپ ﷺ کے معیار پر پورا اُتر سکوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے مولا علیؑ کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا اور
مولا علیؑ کے سینہ اقدس پر اپنا ہاتھ مارا اور فرمایا۔
جاؤ علیؑ اللہ تمہاری زبان و دل کو ثابت قدم رکھے گا۔ مولا علیؑ
فرماتے ہیں۔ اس روز کے بعد پھر کبھی دو شخصوں کے درمیان
فیصلہ کرنا میرے لئے دشوار نہیں رہا۔ (مسند احمد بن حنبل ۲/۲۶۶)

الحاج ایوب نقوی اس سے پہلے بھی کئی کتابیں تحریر کر چکے ہیں جو آپ لوگوں نے بہت پسند کی۔ زیر نظر کتاب علیؑ مولا کے فیصلے یہ بھی ایوب نقوی کی کاوش آپ تک پہنچ رہی ہے۔ ایک خالص دینی جذبے کے تحت اجر رسالت سمجھتے ہوئے اس کام کو پایہ تکمیل تک ایوب نقوی نے پہنچایا۔

اس کتاب میں ایوب نقوی نے علیؑ مولا کے بڑے نایاب فیصلوں کو یکجا کیا ہے جو ان کی محنت اور علمی کاوش کا ثمرہ ہے۔

میری دعا ہے کہ خداوند عالم ائمہ معصومین کے تصدق میں جناب الحاج سید محمد ایوب نقوی مصطفیٰ آبادی کی حیات وصحت میں اضافہ فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔ نیز انہیں مزید توفیق عطا کرے کہ ان کے قلم کی جنبش سے برابر حق کی نصرت ہوتی رہے، زیر نظر کتاب ''علیؑ مولا کے فیصلے'' ان ہی کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔

والسلام

علامہ اسحاق نقوی الہ آبادی
۴/ جے گلاب باڑی کالونی آلہ آباد

حرف آغاز

علیؑ مولا وہ مفکر اسلام ہیں جنہوں نے خداوند عالم کی توحید اور اس کی صفات پر عقلی نکتہ نظر سے بحث کی ہے اور اس سلسلہ میں جو خطبات ارشاد فرمائے ہیں وہ علم الہیات میں نقش اول بھی ہیں اور حرف آخر بھی۔ نہج البلاغہ میں مولا علیؑ کا کلام شروع سے آخر تک پڑھ ڈالے۔ مولا علیؑ کے اپنے خطبوں میں اپنی پوری زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔

نہج البلاغہ اخلاقی تعلیمات کا سرچشمہ ہے اس کی مختصر جملے اور ضرب المثلیں اخلاقی شائستگی، خوداعتمادی، حق گوئی اور حقیقت شناسی کا بہترین درس دیتی ہیں۔

مولا علیؑ نے علمی حقائق کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ عدل کے نشوونما میں بھی پورا پورا حصہ لیا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔

حضرت علیؑ کے اصحاب نے عرض کی ''مولا'' کاش آپؑ ہم کو رسول اللہ ﷺ کے بتلائے ہوئے کمالات میں سے کچھ دکھاتے۔ مولا علیؑ نے فرمایا۔

اگر میں اپنے کمالات میں سے تم کو ایک کمال بھی دکھاؤں تو تم لوگ کفر کی طرف پلٹ جاؤ گے۔

مولا علیؑ کا ارشاد ہے کہ میرے لئے مسند بچھائی جاتی تو میں اہل ''انجیل'' میں انجیل کے

مطابق فیصلہ کرتا۔ اہل توریت میں ''توریت'' کے مطابق فیصلہ کرتا۔ اہل زبور میں ''زبور'' کے مطابق فیصلہ کرتا۔ اہل اسلام کے درمیان ''قرآن مجید'' کے مطابق فیصلہ کرتا۔

اللہ کے دیئے ہوئے قانون کی تشریح وہی ہوسکتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد مولا علیؑ باب مدینہ علم کہلائے۔ آپؑ رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن رہے اگر آپؑ کے سامنے فقہ کا مسئلہ پوچھا جائے تو آپ فوراً بتا دیتے۔ حساب، نفسیات، علم وادب کی نشو ونما میں بھی پورا پورا حصہ لیا۔ عدل وانصاف کی دنیا میں حق کے لئے جرح کرنا اس کی بنیاد بھی مولا علیؑ نے ڈالی۔ آپؑ ہی نے گواہ کی شہادت کو قلمبند کرنے کا رواج دیا۔

آپ نے فلسفیانہ نظر و فکر کو ادبی لطافتوں میں سمو کر ایک نئے طرز تحریر کی داغ بیل ڈالی۔ آپ نے ادبی وفنی ارتقاء اپنے نقطہ کمال کو پہنچایا۔ جس کی نظیر آج کی ترقی یافتہ دنیا میں بھی نہیں ملتی۔ مولا علیؑ کے کلام کی یہ نمایاں خصوصیت ہے کہ اس میں ادب کی سحر انگیزی عدل، انصاف، علم وحکمت کی باریک نگاہی دونوں سمٹ کر ایک جگہ جمع ہوگئی ہے۔

موجودہ نظام میں عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ پولیس ملزم کو عدالت میں لا کر اس سے اقبال جرم کرا لیتی ہے۔ اور عدالت اس کے اس اقبال جرم پر اس کو سزا دیتی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ مجرم سے اقبال جرم عدالت کے سامنے ابتدا میں ہی قلمبند کرا لیا جاتا ہے۔ پھر بھی بعد میں ملزم جرم سے انحراف کر جاتا ہے نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ ملزم بری ہو جاتا ہے۔

آیئے دیکھیں کہ مولا علیؑ کے سامنے اس طرح کا مقدمہ جب پیش ہوا تو میرے مولاؑ نے کس طرح فیصلہ دیا۔

مولا علیؑ کی عدالت میں ایک مرد اور ایک عورت گرفتار کر کے لائے گئے اور آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ ان لوگوں پر بدکاری کا الزام تھا۔ مرد نے مولا علیؑ کے سامنے اپنے فعل کا اقرار کر لیا۔ جب مولا علیؑ نے عورت سے معلوم کیا تو اس نے کہا۔ اس شخص نے مجھے اس جرم کے لئے بالکل بے بس کر دیا تھا۔

مولا علیؑ نے اپنے فیصلہ میں عورت کی سزا کو معاف فرمایا۔ ایک دن مولا علیؑ کوفہ کے بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک کنیز کو روتے ہوئے دیکھا تو اس کنیز سے دریافت فرمایا۔ تم کیوں رو رہی ہو۔ اس عورت نے بتایا کہ ایک درہم کی کھجوریں میرے مالک نے خرید کر لانے کو کہا ہے۔ میں کھجوریں دکاندار سے خرید کر لے گئی۔ میرے مالک نے کھجوریں پسند نہ کیں۔ اب میں وہ کھجوریں واپس لائی ہوں دکاندار ان کھجوروں کو واپس نہیں لے رہا ہے۔ مولا علیؑ نے اس دکاندار سے ارشاد فرمایا۔ کہ معاہدہ تمہارے اور اس کنیز کے درمیان نہیں ہے بلکہ اس کنیز کے مالک اور تمہارے درمیان ہے اگر اس کنیز کا مالک تمہاری کھجوریں لے لیتا تو معاہدہ تکمیل کو پہنچتا۔ اس لئے تم ان کھجوروں کو واپس لے کر اس کنیز کو ایک درہم واپس دو۔ (نہج البلاغہ)

جن بزرگواروں کی تحریروں و تالیفات و مواعظہ سے میں نے اس کتاب کی تالیف میں مدد لی ہے ان میں جو زندہ ہیں۔ اللہ ان کو دینی و دنیاوی درجات عالی پر فائز کر۔ جن کو تو اپنے پاس بلا چکا ہے۔ ان کی ارواح کو بطفیل پنجتن پاک راحت و چین عطا فرما۔ آمین!

خداوند ایک ایسا گنہگار تیرے دروازے پر آیا ہے کہ نہ جس کے گناہوں کا شمار اور نہ بے حیائی کی حد پھر بھی معافی کا طلب گار۔ خداوندا میرے گناہوں کو معاف فرما۔ خداوندا میرے گناہوں کو نہ دیکھ اپنے کرم پر نظر کر۔ یا اللہ مجھ کو اور میری اولاد کو گناہ سے بچایو۔

مومنین میری کاوش ''مولا علی کے فیصلے'' آپ کی خدمت میں حاضر ہے کہاں تک میری کوشش بار آور ہوئی۔ اس کا فیصلہ آپ کریں گے۔

والسلام

الحاج ایوب نقوی مصطفیٰ آبادی

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی جناب عبداللہ ابن عبدالمطلبؑ اور مادر مہربان جناب آمنہ بنت وھبؑ تھیں آپ ۱۷ ربیع الاول کو مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت سے کچھ عرصے پہلے حضرت عبداللہ کا انتقال مدینہ میں ہوگیا تھا۔ آپ ۶ سال کی عمر میں سایہ مادری سے بھی محروم ہوگئے۔ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلبؑ نے ۸ سال تک آپ کی پرورش کی اور ان کے انتقال کے بعد آپ کے چچا حضرت ابوطالب اور چچی جناب فاطمہ بنت اسد نے یہ عظیم ذمہ داری اپنے سر لے لی اور اس شان سے اپنے فرائض انجام دیئے کہ اپنی اولاد پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ترجیح دی۔ حضرت ابوطالبؑ رسول مقبول پر بہت مہربان تھے۔ آپ نے اس شان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی کہ دنیا نے آپ کی ہمدردی اور خلوص کا لوہا مان لیا۔

جناب عبدالمطلبؑ کے بعد جناب ابوطالبؑ بھی خانہ کعبہ کے محافظ، متولی، سردار قریش اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سرپرست تھے۔

جب آپ کی عمر ۲۵ سال کی ہوئی اور آپ کے حسن سیرت صادق اور دیانت کی شہرت عام ہوگئی اور آپ کو صادق وامین کا خطاب دیا جاچکا تو جناب خدیجہؑ بنت خویلد نے جو انتہائی پاکیزہ نفس، خوش اخلاق اور خاندان قریش میں سب سے زیادہ دولت مند تھیں۔ آپ کی ذات وصفات سے متاثر ہوکر اپنی شادی کا پیغام جناب ابوطالبؑ کو پہنچوایا جبکہ ان کی عمر ۴۰ سال کی تھی پیغام عقد منظور ہوا اور حضرت

ابو طالب نے نکاح پڑھایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳۸ سال کی عمر میں "غار حرا" کو اپنی عبادت گزاری کا مرکز قرار دیا۔ آپ نے ۳ سال تک نہایت رازداری اور پوشیدگی کے ساتھ فرائض کی ادائیگی فرمائی۔ اس کے بعد کھلے بندوں تبلیغ کا حکم آ گیا۔

اعلان نبوت کے بعد عرب کی زمین اور عرب کے آسمان یعنی اپنے پرائے سب دشمن ہو گئے جب آپ نے محسوس کیا کہ مسلمان کی حیثیت سے مکہ میں زندگی گزارنا مشکل ہے تو ہجرت حبشہ کا فیصلہ کر کے اپنے اصحاب کو ہجرت کا حکم دیا۔

۱۴ھ میں حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق مسلمان چوری چھپے مدینہ کی طرف جانے لگے۔ قریش کو جب معلوم ہوا کہ مدینہ میں اسلام زور پکڑ رہا ہے تو عرب یہ سوچنے لگے کہ ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر لٹا دیا اور گھر سے باہر نکلے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خدا اس طرح مکہ سے نکل گئے جیسے کفر سے ایمان نکل جائے۔

۱۲ ربیع الاول یوم دوشنبہ بوقت دوپہر آپ مقام قبا میں پہنچے جو مدینہ سے ۲ میل دور ایک پہاڑی ہے۔ آپ کا ناقہ خود بخود اس مقام پر ٹھہر گیا آپ نے ایک مسجد کی بنیاد یہاں پر ڈالی۔ مدینہ منورہ میں داخلہ کے بعد آپ نے سب سے پہلے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی جو کمال سادگی کے ساتھ تیار کی گئی۔ جواب مسجد نبوی کہلاتی ہے۔

پیغمبر اسلام نے حجتہ الوداع کی واپسی پر بمقام "غدیر خم" اپنی جانشینی کا اعلان کر چکے تھے اب آخری وقت میں آپ نے ضروری سمجھتے ہوئے کہ اسے دستاویزی شکل دی جائے اصحاب سے کہا کہ مجھے قلم ودوات اور کاغذ دے دو تا کہ

تمہارے لئے ایک ایسا وصیت نامہ لکھ دوں جو تمہیں گمراہی سے ہمیشہ بچانے کے لئے کافی ہو۔ اصحاب نے یہ کہہ کر کاغذ قلم دینے سے انکار کر دیا کہ ہمارے لئے اور ہماری ہدایت کے لئے قرآن ہی کافی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آخری وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے حبیب کو بلاؤ پہلے حضرت ابوبکرؓ پھر حضرت عمرؓ کو بلایا جب یہ لوگ نہیں آئے تو علیؑ کو بلا بھیجا۔ آپ نے علیؑ کو چادر میں لے لیا اور آخر تک سینے سے لگائے رہے۔ حضرت علیؑ سے وصیت فرمانے کے بعد آپ کی حالت غیر ہونے لگی اور حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتاریخ ۲۸ صفر ۱۱ھ کو مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔

اسلام میں عدلیہ کا مقام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہد اسلام کے پہلے سربراہ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کرنے والے قاضی ہی نہیں ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت، امامت، قضا، فتویٰ اور دیگر دینی و دنیاوی رہنمائی و فرائض پر محیط ہے۔ (مقالہ علامہ محمود کمال جو رسالہ منبر الاسلام شمارہ ۴ ط ۰ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ میں شائع ہوا)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں نے اپنے جھگڑے کے مقدمات پیش کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے لگے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جھگڑوں کا تصفیہ کرنے کے لئے قرآن مجید یا وہی الٰہی کی طرف رجوع فرماتے تھے۔ اور وہی کی رو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہی نفاذ حکم فرماتے تھے۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔

اے رسول ﷺ تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ سچے مومن نہ

ہوں گے تاوقتیکہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تم کو اپنا حاکم (نہ)

بنائیں۔ پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس سے کسی طرح دِل تنگ بھی نہ

ہوں۔ بلکہ خوشی سے تمہارے فیصلہ کو مان بھی لیں (النساء۴۔۶۵

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے مشکل امر کو مجھ تک نہیں پہنچا سکتا تو تم لوگ اس کی مشکل اور اس کی حاجت کو مجھ تک پہنچاؤ۔ اگر کوئی حاجت مند اپنے حاکم مختار تک اپنی حاجت پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتا اور اگر اس کی حاجت کوئی دوسرا شخص پہنچادے تو اس دوسرے شخص کو پروردگار، صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے گا۔ پھر وہ پوری زندگی سچ کے راستے پر چلے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے خود، کلیے، قاعدے اور عام احکام نافذ فرمائے۔ پروردگار نے رسول اللہ ﷺ کے اجتہاد اور آپ ﷺ کے وضع کردہ قوانین کی پیروی کرنا سب کے لئے واجب قرار دیا ہے (تحقیق و تعلیق۔ جناب علامہ عبدالوہاب کی کتاب اول طبع ۱۹۶۲ء ص نمبر ۱)

جس طرح رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی تبلیغ فرمائی تو اس کی اتباع کرنا واجب ہے اور رسول اللہ ﷺ تو صرف پروردگار کی طرف سے نازل احکام کی ہی تبلیغ فرماتے تھے۔

اللہ ارشاد فرماتا ہے۔

اور جو تم کو رسول ﷺ دے دیں وہ لے لو اور جس کو تمہارا رسول

منع کریں اس سے باز رہو۔ (الحشر ۵۹۔۷)

اور رسول اللہ ﷺ کے یہی احکام اور وضع کردہ قواعد ہمیشہ کے لئے رہنما اصول بن گئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہر طالب انصاف اور ہر قاضی انہیں سے رہنمائی حاصل کرتا رہے گا۔

پہلا مقدمہ

دو شخص آپس میں جھگڑتے ہوئے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

دیکھو۔ تم دونوں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس فیصلہ کرانے آئے ہو۔ مگر خیال رکھنا کہ ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی ایک اظہار کرنے اور بیان کرنے میں کچھ زیادہ ہوشیار ہو۔ پس جو کوئی اپنے بھائی کا ذرا سا بھی حق مارے گا۔ بروز قیامت اس کی گردن میں آگ کا طوق ڈالا جائے گا۔

یہ سن کر وہ دونوں شخص رونے لگے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ میرا اپنا حق میرے بھائی کے لئے ہے۔

دوسری روایت میں یہ واقعہ کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ کچھ لوگ میراث کے جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم لوگ میرے پاس تنازعہ کا فیصلہ کرانے آئے ہو۔ تو خیال رکھو ممکن ہے تم میں سے کوئی ایک اظہار و بیان میں ہوشیار ہو۔ پس میں جس طرح سنوں گا اسی کے مطابق فیصلہ کرنے کا پابند ہوں۔ تو دیکھو میرے فیصلے کی رو سے

کسی کو اُس کے بھائی کے حق میں سے کچھ پہنچ جاتے تو وہ ہرگز نہ رہے۔ کیونکہ میں اُسے (حق کے طور پر نہیں بلکہ) آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دوں گا۔ (علامہ عبدالمجید الجوایدو تقدیم مطبوعہ ۱۹۶۱ء)

اللہ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے۔

(اے رسول ﷺ) ہم نے تم پر حق کتاب اس لئے نازل کی ہے
کہ جس طرح اللہ نے تمہاری ہدایت کی ہے۔ اسی طرح لوگوں
کے درمیان فیصلہ کرو اور خیانت کرنے والوں کے طرفدار نہ بنو
(النساء ۱۴۔۱۰۵)

انہیں احکام وقواعد میں سے حسب ذیل امور بھی ہیں۔

(۱) شواہد و گواہی پیش کرنے کی ذمہ داری مدعی پر عائد ہوتی ہے۔ جبکہ انکار کی صورت میں قسم کا بار مدعیٰ علیہ پر عائد ہوگا۔

اگر لوگوں کو ان کے دعووں کے مطابق دے دیا جائے۔ تو یہ لوگ پوری قوم کے مال اور خون کا دعویٰ کر بیٹھیں گے۔ مگر یہ کہ مدعی پر گواہی کی ذمے داری ہوتی ہے۔ اور انکار کرنے والے مدعا علیہ پر حلف کا بار ڈالا جائے گا۔

(۲) مسلمانوں کے درمیان ایسی صلح جائز ہوگی جو کسی حرام کو حلال اور کسی حلال کو حرام کرنے کا باعث نہ بنتی ہو۔

(۳) ترکہ میں ورثا کی ملکیت سے قرض اگرچہ تھوڑا ہی ہو اپنے بقدر مانع ہوگا جس طرح کفن یعنی میت کا گور و کفن کا خرچ اگر میت پر قرض ہے تو بقدر قرض اس کی چھوڑی ہوئی جائیداد سے الگ کر کے وارثوں میں تقسیم کی جائے گی۔

(۴) جس کا وارث نہ ہو تو اس کا والی حاکم وقت ہوگا (یعنی مملکت) اس کی وارث قرار پائے گی۔

(۵) اسلام نہ تو خود نقصان کا باعث ہے اور نہ ہی کسی کو اجازت دیتا ہے کہ وہ دوسروں کو نقصان پہنچائے۔

(۶) تین قسم کے لوگ شرعی تکلیف سے معاف قرار دیئے گئے ہیں۔
(۱) احتلام سے پہلے بچہ (۲) پاگل آدمی جب تک کہ صحیح الدماغ نہ ہو جائے۔
(۳) سونے والا جب تک کہ وہ بیدار نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے ان صورتوں کو واضح کر کے بیان فرمایا ہے۔ جن سے انسان شرعی ذمے داری کا اہل نہیں ہوتا۔ (سیدنا علیؑ ص ۱۹)

(۷) قاتل اپنے مقتول کا وارث نہیں ہو سکتا۔

(۸) اپنے بچوں کو جب وہ سات سال کے ہو جائیں تو ان کو تم نماز پڑھنے کا حکم دو۔ اور انہیں علیحدہ بستر پر سلاؤ۔

(۹) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ظاہر پر فیصلہ دینے کا حکم ملا ہے اور پوشیدہ پر فیصلہ کرنے کا ذمے دار خود اللہ ہے۔

(۱۰) جو بات تمہیں شک میں ڈالتی ہے۔ اسے چھوڑ دو۔

(۱۱) اللہ نے میری ﷺ خاطر میری اُمت سے حسب ذیل امور میں درگزر فرمایا ہے۔

(۱) خطاء (۲) بھول چوک (۳) جو کام جبر سے کرایا گیا ہو۔

اوپر دیئے گئے اصول اسلامی عدلیہ میں قانون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یا یوں

کہوں کہ امور بالا کو اصول کی حیثیت حاصل ہے۔

وہ مقدمات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوتے رہے تو ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے کیونکہ ابتدائے عہد اسلام میں لوگ آپس میں محبت اور بھائی چارہ سے رہتے تھے نہ تو ایک شخص دوسرے پر ظلم کرتا تھا اور نہ ہی کسی دوسرے پر ظلم کرتے تھے۔ اور نہ ہی کسی دوسرے کا حق پامال کرتے تھے۔

دھیرے دھیرے جب دائرہ اسلام وسیع ہونا شروع ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پہلے ہی بعض علاقوں میں اپنے حکام روانہ فرمادیئے جو انہی اصول یا طریقے پر کام کرتے تھے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ اس وقت انتظامیہ اور عدلیہ کے اختیارات ایک ہی تھے۔

مولا علیؑ فرماتے ہیں کہ جب ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا قاضی مقرر فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی۔

دیکھو اے علیؑ۔ جب تمہارے پاس فریقین حاضر ہوں تو اس وقت تک اپنا فیصلہ نہ سنانا جب تک دوسرے فریق کی بات بھی نہ سن لینا۔ جس طرح تم نے پہلے فریق کی بات سُن چکے ہوگے۔ یہی وہ صورت ہے جس سے صاف اور واضح فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قاضی جب تک غصہ کی حالت میں ہو اسے دو آدمیوں کے مابین فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین بھی قاضی کے فرائض انجام دیتے تھے اور خود خلیفہ وقت لوگوں کے مابین فیصلہ کیا کرتے تھے۔ حکام یا صحابہ کے ذمہ یہ

کام لگا دیا کرتے تھے۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ منورہ میں حضرت عمرؓ کو مقدمات نمٹانے کا اختیار دیا تھا۔ مگر حضرت عمرؓ قاضی کے لقب سے ملقوب نہ ہو سکے۔

عالم بزرگ علامہ علی منصور کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اپنی سختی اور نا ملائم طبیعت کے معاملے میں بہت شہرت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان دو برسوں (عہد ابوبکرؓ) کے اندر کوئی بھی دو آدمی بھی بصورت فریقین اپنے تنازعہ کا فیصلہ کرانے کبھی نہیں آئے۔ (سیدنا علی ص ۲۱)

جب فتوحات کے بعد اسلامی سلطنت وسیع ہوئی اور سماجی وانتظامی مسائل اس قدر بڑھے اور پھیلے کہ ایک ہی وقت میں خلیفہ یا صوبہ کے حکمرانوں کے لئے مفاد عامہ کے معاملات میں مشغول رہ کر مقدمات کا فیصلہ کرنا دشوار ہو گیا۔ اسی لئے خلیفہ نے حکومت کا انتظام چلانے کے لئے چند دیگر حضرات کو بھی قاضی کے منصب پر مقرر کیا۔ چنانچہ خلیفہ حضرت عمرؓ مدینہ میں ابوالدرداء کو بصرہ میں شریح کو کوفہ میں ابوموسیٰ اشعری اور عثمان ابن قیس کو قاضی کے عہدوں پر متعین کیا۔

پھر یہ قاضی نیک اور بہتر علماء میں سے کسی کو منتخب کر کے عدلیہ کا کام چلانے کا کام دے دیا کرتے تھے۔ خلیفہ یا حکام کے نزدیک ان کی توقیر ہوا کرتی تھی عدلیہ کے لئے ان لوگوں کی خدمات ایک مضبوط سہارا ہوا کرتا تھا۔

مولا علیؑ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک گورنر کو تقویٰ اختیار کرنے اور ملکی سیاست کی وضاحت کرنے کے بعد فرمایا۔ پھر اپنی رعایا میں اس شخص کو جو افضل و برتر ہو خود اپنے معاملات میں الجھا ہوا نہ ہو۔ مفاد پرست نہ ہو، چن لو اور پھر اظہار حقیقت

تک انہیں ثابت قدم رہنے کی تاکید کرو۔ اور جب تک فیصلے کا اعلان نہ ہو۔ انہیں ان لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے سے روک دو۔ جن کی خوشامدانہ باتیں انہیں فریب میں مبتلا نہ کردیں۔ یا جن کی باتوں میں آ کر وہ پھسل نہ جائیں۔ پھر تم جن لوگوں کو منتخب کرو ان کو خرچ واخراجات کے لئے اتنا زیادہ دو تا کہ وہ اپنی غریبی (ناداری) دور کرسکیں۔ تا کہ وہ لوگ دوسرے لوگوں کے سامنے ضرورت مند نہ رہیں۔ پھر انہیں اپنے پاس وہ قدر ومنزلت دو کہ دوسرے اس کی لالچ نہ کرسکیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

میں نے تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑی ہیں جن سے وابستہ رہو گے اور میرے بعد گمراہ نہ ہوگے۔ وہ اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے۔

ایک روایت یوں بیان کی گئی ہے کہ مخزومیہ (قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت) نامی ایک نے چوری کی۔ اس کے خاندان والوں کو معلوم تھا کہ اس جرم کی سزا میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ اسامہ بن زیدؓ اور ان کے والد زید سے قدرے محبت تھی اس لئے وہ لوگ اسامہ بن زید کے پاس آئے اور اُن سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس عورت کے لئے سفارش کردیں۔ اسامہ بن زید نے اُس عورت کی سفارش کی ۔ اسامہ کی زبان سے یہ سنتے ہی رسول اللہ ﷺ غضبناک ہوئے اور فرمایا:

اسامہ تو اللہ کی مقرر کردہ حدود میں سفارش کرنے لگا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا:

تم سے پہلے جو قومیں گزریں ان کا عمل یہ تھا کہ جب ان میں سے

کوئی بارسوخ آدمی چوری کے جرم میں پکڑا جاتا تو وہ لوگ اس مجرم

کو چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور غریب آدمی چوری کے جرم میں
پکڑا جاتا تو وہی لوگ اس کو سزا دیتے۔ لیکن میں تو جس اللہ کے
قبضہ قدرت میں میری جان ہے (میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔)
سنت نبوی ﷺ کی تین قسمیں ہیں۔
سنت قولیہ۔ سے مراد رسول اللہ ﷺ کے اقوال وارشادات ہیں۔
سنت فصیلہ۔ سے مراد رسول اللہ ﷺ کے افعال واعمال ہیں۔
سنت تقریریہ۔ سے مراد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کسی نے کچھ کام
کیا جیسے آپ ﷺ نے دیکھا یا آپ ﷺ کو اس کے بارے میں بتایا گیا۔ تو آپ ﷺ
نے قابل قبول سمجھا اس کو اختیار فرمایا۔

اسلام میں قاضی کا فرض یہ ہوتا ہے کہ قرآن وسنت کے مطابق فیصلہ کرے
اگر ان دونوں میں سے حکم نہ ملے تو پھر اجماع صحابہؓ کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر
اجماع نہ پایا جائے تو خود ہی اجتہاد کر۔ (سیدنا علی ص ۲۵)

حضرت امام علیؑ ابن ابی طالب

حضرت علیؑ سب سے پہلے فرد ہیں جنہوں نے سب سے پہلے تصدیق
رسالت کی۔ نہج البلاغہ میں مذکور ہے کہ علیؑ ابن ابی طالب بارگاہ الٰہی میں اس طرح
عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے تیرے آخری
نبی ﷺ کی آواز حق پر لبیک کہا۔ رسول ﷺ خدا کے علاوہ کسی نے مجھ پر عبادت خدا
میں سبقت نہیں پائی۔

حضرت علیؑ کے علم کی بابت آپ کا وہ مشہور جملہ کافی ہے جو آپ نے ہمیشہ لوگوں کے بھرے مجمع میں فرمایا اور آج تک تاریخ میں ثبت ہے۔

''جو چاہو مجھ سے پوچھ لو اس سے پہلے کہ میں تم میں نہ رہوں''

مولائے کائنات کا یہ بے مثال جملہ اپنے اندر حقائق کی ایک وسیع کائنات سمیٹے ہوئے ہے۔ اور اس جملے کی عظمت کے سامنے ہر اہل دانش سر تسلیم خم کئے ہوئے نظر آتا ہے کیونکہ یہ جملہ وسعت علم جرأت، گفتار اور عظمت پندار کی سب سے مضبوط دلیل ہے۔

حضرت عثمان کے دور میں جو ہنگامہ خیز انقلاب رونما ہوا اس سے مسلمانوں میں نسبتاً بیداری کی لہر پیدا ہوئی اور ان کی آنکھیں کھلیں اور حالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ جمہوری رجحانات بھی تبدیل ہوئے۔ خلیفہ عثمانؓ کا قتل ہونے کے بعد مسلمانوں کی نگاہ انتخاب مشترکہ طور پر حضرت علیؑ بن ابی طالب کے چہرے پر جم گئی۔ اور انہوں نے آپ سے خلافت کی ذمہ داریاں قبول کرنے کی عاجزانہ درخواست کی۔ لیکن حضرت علیؑ مسلمانوں کی اس التجا بھری پیشکش کو مسترد فرما رہے تھے۔ اور یہ ذمہ داری اپنے سر لینے کو کسی طرح تیار نہیں تھے۔

مولا علیؑ خوب جانتے تھے کہ اس کا سبب کیا ہے۔ بس یہی کہ مسلمانوں کا اسلامی زاویہ بدل چکا تھا۔ ان کی عادتیں بگڑ چکی تھیں۔ اسلامی خلافت دنیاوی حکومت اور اقتدار کے پیکر میں ڈھل چکی تھی۔ قیصریت و کسرویت کے آثار اس میں بدرجہ اتم نمایاں تھے۔ معاشرۂ اسلام میں بنیادی تبدیلیاں آ گئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی سنتیں ختم کی جا چکی تھیں۔ دین کی جگہ سازشوں پر مبنی سیاست نے لے لی تھی۔

حضرت علیؑ بن ابی طالب بھی اس امر سے بخوبی واقف تھے کہ اگر میں خلافت کی ذمہ داریاں اپنے سر لیتا ہوں تو مجھے اپنے ضمیر کے خلاف زمانے کی سازشی ہوا کے رخ پر چلنا پڑے گا یا پھر زمانہ ساز افراد سے معرکہ آرائی ہوگی جو فی الحال مناسب نہیں ہے کیونکہ تلوار کی جھنکار مملکت اسلامی میں خلفشار و انتشار کا سبب بنے گی اور بحیثیت حاکم میرا دور ناکامیاب سمجھا جائے گا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

مجھے چھوڑ دو اور (خلافت کے لئے) میرے علاوہ کوئی اور ڈھونڈ لو۔ ہمارے سامنے ایک ایسا معاملہ ہے جس کے کئی رُخ اور کئی رنگ ہیں۔ جسے نہ دل برداشت کر سکتے ہیں نہ عقلیں اسے تسلیم کر سکتی ہیں۔ دیکھو افق عالم پر گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں اور راستہ پہچاننے میں نہیں آتا۔ اگر میں تمہاری اس خواہش کو مان لوں تو تمہیں اس راستے پر لے چلوں گا جو میرے علم میں ہے اور اس کے متعلق کسی کہنے والے کی بات اور کسی ملامت کرنے والے کی سرزنش پر توجہ نہیں دوں گا اور اگر تم میرا پیچھا چھوڑ دو تو پھر جیسے تم ہو ویسا میں ہوں اور ہوسکتا ہے جسے تم اپنا امیر بناؤ اس کی میں تم سے زیادہ سنوں اور مانوں اور میرا (تمہارے مفاد کے لئے) امیر ہونے سے وزیر ہونا بہتر ہے۔

مگر چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کو دنیا سے رخصت ہوئے ایک چوتھائی صدی گزر چکی تھی اور حضرت علیؑ کے علاوہ اس وقت جلیل القدر صحابہ میں ایسا کوئی صحابی نہ تھا جو مسلمانوں کی اکثریت کے لئے قابل قبول ہوتا اس لئے آپ کے ہاتھوں پر بیعت

کے لئے مسلمانوں کا اصرار حجت کی صورت اختیار کر گیا اور آخرکار آپ کو رضامند ہونا پڑا مگر آپ نے مسلمانوں کو دھوکے میں نہیں رکھا بلکہ صاف طور پر یہ واضح فرما دیا کہ میں سیرت شیخین پر عمل نہیں کروں گا بلکہ تمہیں کتاب خدا، سنت رسول ﷺ اور اپنے مسلک کی بنیاد پر چلاؤں گا اور تمہارے اعتراضات یا نکتہ چینیوں کی پروا نہیں کروں گا۔ مسلمانوں نے آپ کی ان شرائط و تجاویز سے اتفاق کیا اور ۳۵ھ میں آپ بیعت عامہ کے ذریعے متفقہ طور پر خلیفہ تسلیم کر لئے گئے۔

امیر المومنین کا (خلافت سے) ''انکار'' اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت اہل بیتؑ کی حکومت و اقتدار کے لئے سازگار نہیں تھی چنانچہ ویسا ہی ہوا جیسا کہ آپ سمجھ رہے تھے۔ بہت سے مفاد پرست مسلمان آپ کے احکامات کی پابندی اور تعلیمات کی پیروی کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ کتنوں نے آپ کی بیعت سے انحراف کیا لیکن مسلمانوں کے نقطہ نظر سے چونکہ آپ کی بیعت مکمل ہو چکی تھی اس لئے منحرف مسلمانوں کا انحراف غلط تھا اور جب تک یہ لوگ آپ کے خلاف کسی عملی اقدام کے مرتکب نہ ہوتے یا مخالفت نہ کرتے یا انتظامی میں مخالفانہ دخل اندازی نہ کرتے اس وقت تک کیا ضرورت تھی کہ آپ ان لوگوں سے تعرض کرتا یا ان پر سختی کے لئے کوئی رائے قائم کرتے۔ لہذا آپ لا اکراہ فی الدین کے اصولوں کے تحت خاموش رہے۔

بیعت کے فوراً بعد جب آپ نے اپنی ان سیاسی پالیسیوں کا اعلان فرمایا جس کے لئے آپ نے حکومت قبول فرمائی تھی تو کچھ لوگوں نے آپ کو یہ مشورہ بھی دیا کہ فی الحال آپ عثمانی عاملوں کو ان کے عہدوں پر اس وقت تک برقرار رکھیں جب

تک حالات پر آپ کی گرفت مضبوط نہ ہو جائے لیکن آپ نے اس مشورہ کو قبول نہیں کیا اور فرمایا ''دنیاوی سیاست کے اعتبار سے بے شک تمہارا مشورہ بہت ہے مگر میں عثمانی عاملوں کے مظالم کو اپنے اعمال میں شریک نہیں کر سکتا۔''

یہ انتہائی فلسفیانہ، منطقی اور دوررس نتائج کی حامل گفتگو تھی جو امیر المومنین اور صاحبان مشورت کے مابین ہوئی۔ ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ ابن ابی طالب اپنی ماتحتی میں دینی فریضہ کے تحت برداشت نہیں کر سکتے تھے تو پھر حسینؑ کیوں کر یزید ایسے فاسق وفاجر اور بدکار وزنا کار کی حکومت کو برداشت کرتے۔

''بنائے کربلا'' کے مولف ڈاکٹر جعفر شہیدی کا کہنا ہے کہ:

''جن لوگوں نے کثیر دولت جمع کر لی تھی اور ایسی رتبوں پر پہنچے ہوئے تھے کہ جن کے وہ قابل نہیں تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کی دولت اور رُتبے برقرار رہیں جبکہ امام علیؑ کو یہ صورت حال قبول نہ تھی۔ وہ اجتماعی نظام کو رسول اکرم ﷺ کے زمانے کی طرف لوٹانا چاہتے تھے لیکن ان کی اس آرزو کا پورا ہونا مخدوش نظر آتا تھا۔ کیونکہ اس پچیس سال کی مدت میں اسلامی معاشرے میں بنیادی تبدیلیاں آ گئی تھیں، مولا علیؑ اس وقت حکومت لینا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن مسلمانوں نے جمع ہو کر آپ سے حکومت قبول کرنے کا تقاضا کیا اور یوں ظاہراً آپ پر حجت تمام کر دی۔ ادھر مولا علیؑ بھی ایسے نہیں تھے کہ ایسے موقع پر اپنے آرام کو مسلمانوں کی خواہش پر ترجیح دیتے۔ اس لئے انہوں نے

خلافت قبول کر لی لیکن چند ابتدائی ایام ہی میں معلوم ہو گیا کہ طبقہ اشراف کا نئے خلیفہ سے کوئی سمجھوتہ ہونا محال ہے۔ کیونکہ وہ طبقہ حکومت کے کاروبار کو سیاست کی آنکھ سے دیکھتا تھا اور مولا علیؑ اسے دین کی نظر سے دیکھتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے قتل ہو جانے کے بعد جن لوگوں نے مولا علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ان میں ایسے اشخاص بھی تھے جو دل سے آپ کی خلافت کے خواہاں نہیں تھے۔ بلکہ وہ انقلابیوں کے خوف یا دوسرے وجوہ کی بنا پر آپ سے وابستہ ہو گئے تھے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کے نزدیک اس بات کا کوئی احتمال نہ تھا کہ مولا علیؑ خلیفہ عثمانؓ کے رائج کئے ہوئے بارہ سال کے طور طریقوں کو ختم کر دیں گے۔ انہیں امید تھی کہ نئے خلیفہ کی حکومت میں بھی انہیں سابقہ امتیازات حاصل رہیں گے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ نئے خلیفہ اتنے پرہیزگار اور سخت گیر ہیں کہ اپنے نزدیک ترین رشتہ داروں کو بھی معاف نہیں کرتے ...... پھر بصرہ اور صفین کی جنگیں ہوئیں اور مسلمانوں میں نااتفاقی پیدا ہو گئی۔''

صاحبان مشورت کو اپنی گفتگو سے مطمئن کرنے کے بعد امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب نے معاویہ ابن ابی سفیان کو ایک خط اس مضمون کا تحریر کیا:

''تم کو معلوم ہو گا کہ میں نے مسلمانوں کے معاملات میں اپنے دامن کو کس طرح پاک و صاف رکھا اور کس طرح خلافت سے

بے اعتنائی اختیار کرتا رہا یہاں تک کہ وہ ہوا جو ٹل نہ سکتا تھا۔

بہر حال جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب جو حالات ہیں وہ نظروں کے سامنے ہیں۔ لہذا اب تم وہاں کے لوگوں سے بیعت حاصل کرو اور ایک وفد کے ہمراہ فوراً میرے پاس آ جاؤ۔"

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ اگر معاویہ پہلے سے مولا علیؑ کی مخالفت پر آمادہ نہیں تھا تو اصولی طور پر اسے بحیثیت گورنر خلیفہ وقت کے اس تاکیدی خط پر عمل کرنا چاہیئے تھا۔ مگر اس کے دل میں تو نفرت کی چنگاریاں پہلے ہی سے سلگ رہی تھیں اور اس کا وجود بغض و عناد کی آگ میں جل رہا تھا جس کے نتیجے میں اس نے آپ پر قتل عثمانؓ کا خط الزام عائد کیا اور آمادۂ پیکار ہوا۔ اس نے اپنی مکاریوں اور شاطرانہ چالوں کو بروئے کار لا کر اس خطرناک مہم کا آغاز کیا اور پھر رفتہ رفتہ پورے شامی معاشرے اور وہاں کے عوامی ذہنوں کو امیر المومنین کے خلاف مشتعل اور برہم کر دیا۔ چنانچہ ماتمی جلسے منعقد کئے گئے اور حضرت عثمانؓ کا خون آلود کرتا نمائش کے لئے منبر پر ڈال دیا گیا جسے دیکھ کر ہزاروں کا مجمع نالہ وزاری کرتا اور معاویہ کے زر خرید گماشتے سیدھے سادے وسادہ لوح مسلمانوں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے کہ حضرت علیؑ ہی عثمانؓ کے قاتل ہیں اور تمہیں ان سے خون عثمانؓ کا بدلہ لینا ہے۔ امیر المومنین ابھی معاویہ کی اس شاطرانہ مہم کی کاٹ پر غور فرما ہی رہے تھے کہ آپ کو خبر ملی کہ ام المومنین عائشہؓ بنت ابوبکرؓ کی قیادت میں طلحہ وزبیر وغیرہ نے آپ کے خلاف ایک جنگی محاذ تیار کر لیا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ مولا علیؑ کے یہ مخالفین اس خوش فہمی کا شکار رہے ہوں کہ چوتھائی

صدی تک میدان جنگ سے علیحدگی کے بعد آپ کے خیبر شکن بازوؤں میں وہ کس بل نہ رہ گیا ہو جو تلوار کے لئے درکار ہوتا ہے، لہذا جنگ سے پہلے آپ ان کے مفاد میں ممکن ہے کسی سمجھوتہ پر رضامند ہو جائیں۔ مگر ان کے خوابوں کا سارا طلسم اس وقت ٹوٹ کر بکھر گیا جب انہوں نے دیکھا کہ جوانی گزار کر بڑھاپے میں بھی مولا علیؑ کے اندر سرفروشی کا وہی جذبہ اور وہی حوصلہ برقرار ہے جو دیگر اسلامی غزوات و معرکوں میں فتح کا ضامن ہوا کرتا تھا۔ اور وہ دینی اصولوں و اسلامی نظریات کی حفاظت کے لئے جنگ پر تیار ہیں تو ان کی مخالفانہ سرگرمیاں اور بڑھ گئیں۔

امیرالمومنینؑ کے اس طرز عمل سے امام حسینؑ نے ضرور یہ محسوس کیا ہوگا کہ جب دینی اصولوں اور اسلامی نظریات کے تحفظ کی بات آ جائے تو انسان کو جنگ سے پہلو تہی نہیں کرنا چاہئے۔

غرض کہ جمل میں جب فریقین کی فوجیں مرتب ہو چکیں تو امیرالمومنین نے ایک قرآن ہاتھ میں لے کر اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو اس قرآن کو دشمن کی صفوں میں لے جائے اور انہیں اس پر عمل کی دعوت دے مگر یہ واضح کئے دیتا ہوں کہ وہ قتل کر دیا جائے گا۔ مسلم نامی ایک نوجوان اس کام کے لئے تیار ہوا اور وہ قرآن لے کر دشمنوں کی صف میں گیا اور انہیں قرآن پر عمل کی دعوت دی، مگر بے دینوں نے اس کا داہنا ہاتھ جس میں قرآن تھا قطع کر دیا۔ لیکن اس نے قرآن کو گرنے نہیں دیا اور اس کی عظمت کو برقرار رکھتے ہوئے اسے بائیں ہاتھ سے سنبھالا اور پھر قرآن پر عمل کی دعوت دی۔ اس کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا تو اس نے قرآن کو دونوں کٹے ہوئے بازوؤں سے سنبھالا اور سینے سے لگا لیا۔ پھر امیرالمومنین حضرت

عائشہؓ کی سربراہی میں قرآن کی حرمت پامال کرنے والوں نے اسے قتل کر دیا تو امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ ''اب ان سے جنگ حلال ہوگئی۔''

اس کے بعد دنیا نے دیکھا کہ وہ تلوار جو بدر، احد، خندق اور خیبر میں چمکی تھی، ۲۵ سال کی مسلسل گوشہ نشینی اور خاموشی کے بعد ایک بار پھر چمکی اور جمل کا معرکہ مخالفین کی بدترین شکست پر ختم ہوا۔ امیرالمومنینؑ نے اپنی حریفہ ام المومنین عائشہؓ کے ساتھ اس جنگ میں جو شریفانہ برتاؤ کیا اس کی مثال کسی فاتح کی اپنے مفتوح کے ساتھ نہیں ملتی۔

حضرت امام حسینؑ نے دیکھا کہ ان کے پدر بزرگوار جن کا سن مبارک انسٹھ (۵۹) برس ہونے کی وجہ سے جنگ کا متقاضی نہ تھا۔ پچیس (۲۵) سال کی خاموشی کے بعد فرض کی آواز پر میدان میں اتر آئے اور مخالفین کو شکست سے ہمکنار کر دیا، اور یقیناً حسینؑ نے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا ہوگا کہ اصولوں اور فرائض کی منزلوں میں جذبات کا دباؤ یا سن وسال کا اختلاف کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر فرائض کا تقاضا خاموشی ہے تو جوانی کی تمام امنگوں کو بھی خاموش رہنا چاہئے اور اگر فرض عملی اقدام چاہتا ہے تو بڑھاپے کے باوجود انسان کو عزم کامل اور محکم ارادوں کے ساتھ فرض کی ہمنوائی کرنا چاہئے۔

جنگ جمل کا بہت ہی مختصر اور اجمالی تذکرہ زبان قلم کے ذریعہ آپ کے سامنے آیا۔ جی چاہتا ہے کہ اس جنگ کے اہم نکات پر کچھ تفصیلی گفتگو بھی کی جائے تاکہ حقیقت واضح ہو جائے۔

اس جنگ کی داغ بیل یوں پڑی کہ حضرت عائشہؓ، حضرت عثمانؓ کی زندگی میں ان کی سخت مخالف تھیں اور محاصرہ میں ان کو چھوڑ کر مدینہ سے مکہ چلی گئی تھیں کیونکہ

ان کے قتل میں آپ کا ہاتھ تھا۔ چنانچہ جب عثمانؓ قتل کر دیئے گئے اور آپ مکہ سے پھر مدینہ کی طرف پلٹیں تو راستے میں عبداللہ ابن ابی سلمہ سے یہ سنا کہ عثمانؓ کے بعد حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ خلیفہ تسلیم کر لئے گئے ہیں تو بے ساختہ آپ نے عبداللہ سے یہ فرمایا کہ اگر تمہارے ساتھی کی بیعت ہوگئی ہے تو کاش یہ زمین و آسمان پھٹ پڑے مجھے اب مکہ ہی کی طرف جانے دو، خدا کی قسم عثمانؓ مظلوم مارے گئے اور میں ان کے خون کا انتقام لے کر رہوں گی۔ عبداللہ ابن ابی سلمہ نے جب عائشہؓ کی حالت میں یہ تغیر دیکھا تو استعجابانہ لہجے میں کہا کہ آپ تو یہ فرمایا کرتی تھیں کہ اس نعثل کو قتل کر دو، یہ کافر ہوگیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک میں ہی نہیں سب یہی کہتے تھے، خیر ان باتوں کو چھوڑو۔ اب جو میں کہہ رہی ہوں وہ زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔ اس پر ابن ابی سلمہ نے کچھ اشعار پڑھے جس کی عربی عبارت طوالت کے خیال سے نظر انداز کر کے صرف اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔

(۱) آپ ہی نے پہل کی اور آپ نے مخالفت کا طوفان اٹھایا اور اب آپ ہی اپنا رنگ بدل رہی ہیں۔

(۲) آپ ہی نے خلیفہ کے قتل کا حکم دیا اور ہم سے کہا وہ بے دین ہو گئے ہیں۔

(۳) ہم نے مانا کہ آپ کے حکم سے یہ قتل ہمارے ہاتھوں ہوا ہے مگر اصل قاتل تو وہ ہے جس نے مقتول کے قتل کا حکم دیا ہو۔

(۴) سب کچھ ہو گیا مگر نہ آسمان ہم پر پھٹا، نہ آفتاب و ماہتاب کو گہن لگا۔

(۵) اور اب لوگوں نے اس کی بیعت کی ہے جو قوت و شکوہ میں اپنی مثال آپ ہے اور ایسا شجاع ہے کہ تلواروں کو اپنے قریب پھٹکنے نہیں دیتا اور (گردن کشوں) کے

بل نکال دیتا ہے۔

(٦) وہ جنگ کے پورے سازوسامان سے ہر وقت آراستہ رہتا ہے اور وفادار کبھی غدار نہیں ہوا کرتا۔

بہر کیف جب آپ انتقامی جذبہ کے ساتھ مکہ واپس پہنچیں تو حضرت عثمانؓ کی مظلومیت کے چرچے کرکے ان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے لوگوں کو ابھارنا شروع کیا۔ سب سے پہلے عبداللہ بن عامر حضومی آپ کے دام فریب میں گرفتار ہوئے۔ یہ عثمانی عہد میں مکہ کے والی رہ چکے تھے۔ ان کے ساتھ ہی مروان بن حکم، سعید ابن عاص اور دوسرے بنی امیہ آپ کے ہمنوا بن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ طلحہ اور زبیر بھی مدینہ سے نکل کر مکہ آئے، یمن سے یعلیٰ ابن منبہ جو عثمانؓ کے دور میں وہاں کا حکمراں تھا بھاگ کر اس گروہ میں شامل ہوا۔ بصرہ کا سابق حکمراں عبداللہ ابن عامر ابن کریز بھی آکر ان کے ساتھ مل گیا اور ایک دوسرے سے گٹھ جوڑ کرکے منصوبہ بندی میں لگ گئے۔ جنگ بہرحال طے تھی مگر رزم گاہ کی تجویز میں فکریں لڑ رہی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کی رائے تھی کہ مدینہ ہی کو تاراجی و بربادی کا نشانہ بنایا جائے مگر کچھ لوگوں نے مخالفت کی اور کہا کہ اہل مدینہ سے نپٹنا مشکل ہے کسی اور جگہ کو مرکز بنانا چاہئے۔ آخر بڑی کدوکاوش اور سوچ بچار کے بعد یہ طے پایا کہ بصرہ کی طرف بڑھنا چاہئے وہاں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو ہمارا ساتھ دے سکیں۔ چنانچہ عبداللہ بن عامر کی بے پناہ دولت اور یعلیٰ ابن منبہ کے چھ لاکھ درہم اور چھ سو اونٹوں کی پیشکش کے سہارے تین ہزار کی فوج ترتیب دے کر یہ لوگ حضرت عائشہؓ کی قیادت میں بصرہ کی طرف چل پڑے۔ راستے میں معمولی سی رکاوٹ پیدا ہوئی جس کی وجہ سے ام

المومنین نے آگے بڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک مقام پر آپ نے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی تو ساربان سے پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ اس نے جواب دیا اس جگہ کا نام ''حواب'' ہے۔ یہ سنتے ہی ام المومنین کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہ یاد آ گئی کہ انہوں نے ایک دفعہ ازواج سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ تم میں سے وہ کون ہے جس پر حواب کے کتنے بھونکیں گے۔ چنانچہ جب آپ کو احساس ہوا کہ ازواج کے پردے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا تخاطب میری ہی طرف تھا تو اونٹ کو تھپک کر بٹھایا اور سفر کو ملتوی کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ مگر ساتھ والوں کی وقتی سیاست نے بگڑے کام کو سنبھال لیا۔ عبداللہ ابن زبیر نے قسم کھا کر یقین دلانے کی کوشش کی کہ یہ مقام حواب نہیں ہے۔ طلحہ نے بھی عبداللہ کی تائید کی اور مزید تشفی کے لئے وہاں کے پچاس آدمی بلوا کر اس پر گواہی بھی دلوائی۔ ظاہر ہے کہ جہاں پوری قوم کا اجماع ہو وہاں ایک اکیلی رائے کیا بنا سکتی تھی۔ آخر کار ام المومنین پھر اسی جوش و خروش کے ساتھ آگے چل پڑیں۔

جب یہ سپاہ بصرہ کے قریب پہنچی تو ان میں ام المومنین کی سواری کو دیکھ کر لوگوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ جاریہ ابن قدامہ نے کہا کہ اے ام المومنین! قتل عثمانؓ تو ایک مصیبت تھی ہی لیکن اس سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ آپ اس ملعون اونٹ پر بیٹھ کر نکل کھڑی ہوئیں اور اپنے ہی ہاتھوں اپنا دامن عزت و حرمت چاک کر ڈالا۔ بہتر یہی ہے کہ آپ واپس لوٹ جائیں۔ مگر جب حواب کا واقعہ ''عناں گیر نہ ہو سکا'' اور ''اپنے گھروں میں ٹک کر بیٹھی رہو'' کا حکم زنجیر پا نہ بن سکا تو جاریہ کی احتجاجی آواز کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ چنانچہ آپ نے سنی اَن سنی کر دی۔

جب اس لشکر نے شہر میں داخل ہونا چاہا تو والی بصرہ عثمان بن حنیف فوج کا

ایک دستہ لے کر ان کی روک تھام کے لئے آگے بڑھے۔ آمنا سامنا ہوا تو دونوں فریقوں نے تلواریں نیام سے نکال لیں اور ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ جب دونوں طرف کے لوگ اچھی خاصی تعداد میں مارے گئے تو حضرت عائشہؓ نے اپنے اثر سے کام لے کر بیچ بچاؤ کرا دیا اور یہ طے ہو گیا کہ جب تک امیر المومنین علیہ السلام خود نہیں آ جاتے موجودہ نظم وضبط میں کوئی ترمیم نہ کی جائے۔ مگر دو ہی دن گزرے تھے کہ انہوں نے سارے عہد و پیمان توڑ ڈالے اور عثمان بن حنیف پر شب خون مار کر انہیں بری طرح زدوکوب کیا، ان کی داڑھی کا ایک ایک بال نوچ ڈالا اور اپنی حراست میں انہیں بند کر دیا۔ چالیس بے گناہوں کو جان سے ختم کر دیا، پھر بیت المال پر حملہ کیا اور اسے لوٹنے کے بعد بیس آدمی وہیں قتل کر دیے اور پچاس آدمیوں کو گرفتار کرنے کے بعد تہ تیغ کیا...... غرض کہ ہر طرف مار دھاڑ اور لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی، نہ کسی کی جان محفوظ تھی نہ کسی کی عزت و مال کے بچاؤ کی کوئی صورت تھی...... واضح رہے کہ یہ سب ام المومنین حضرت عائشہؓ کی قیادت میں ہو رہا تھا۔

جب امیر المومنین کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ اس پیش قدمی اور غنڈہ گردی کو روکنے کے لئے ایک فوج کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے اس عالم میں کہ ستر (۷۰) بدر میں اور چار سو بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ آپ کے ہمرکاب تھے۔ جب مقام ذی قار پر پہنچ کر منزل کی تو امام حسن علیہ السلام اور عمار یاسر کو کوفہ روانہ کیا کہ وہاں کے لوگوں کو جہاد کی دعوت دیں، چنانچہ ابو موسیٰ اشعری کی رخنہ اندازیوں کے باوجود وہاں کے سات ہزار نبرد آزما اٹھ کھڑے ہوئے اور امیر المومنین کی فوج میں مل گئے۔ آپ یہاں سے مختلف سپہ سالاروں کے زیر قیادت فوج کو

ترتیب دے کر دشمن کے تعاقب میں چل پڑے۔

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جب یہ سپاہ بصرہ کے قریہ پہنچی تو سب سے پہلے انصار کا ایک دستہ سامنے آیا جس کا پرچم ابوایوب انصاری کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے بعد ہزار سواروں کا ایک اور دستہ نمودار ہوا جس کے سپہ سالار خزیمہ بن ثابت انصاری تھے۔ پھر ایک اور دستہ نظر آیا جس کا علم ابوقتادہ ابن ربعی اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر ایک ہزار بوڑھوں اور جوانوں کا جمگھٹا دیا جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان چمک رہے تھے اور چہروں پر خشیت الٰہی کے نقاب پڑے ہوئے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا جلال کبریا کے سامنے موقف حساب میں کھڑے ہیں۔ ان کا سپہ سالار سبز گھوڑے پر سوار سفید لباس میں ملبوس اور سر پر عمامہ باندھے بلند آواز میں قرآن کی تلاوت کرتا جارہا تھا، یہ حضرت عمار ابن یاسر تھے۔ پھر ایک دستہ نظر آیا جس کا علم قیس ابن سعد ابن عبادہ کے ہاتھ میں تھا۔ پھر ایک فوج دیکھنے میں آئی جس کا قائد سفید لباس پہنے، سر پر سیاہ عمامہ باندھے تھا اور خوش جمال اتنا کہ نگاہیں اس کے گرد طواف کر رہی تھیں یہ عبداللہ ابن عباس تھے۔ پھر اصحاب پیغمبر کا ایک دستہ آیا جس کے علمبردار قثم ابن عباس تھے۔ پھر چند دستوں کے گزرنے کے بعد ایک انبوہ کثیر نظر آیا جس میں نیزوں کی یہ کثرت تھی کہ ایک دوسرے میں گتھے جارہے تھے اور رنگا رنگ کے پھریرے لہرا رہے تھے۔ ان میں ایک بلند و بالا امتیازی شان لئے تھا اور اس کے پیچھے جلال و عظمت کے پہروں میں ایک سوار دکھائی دیا جس کے بازو بھرے ہوئے اور نگاہیں زمین پر گڑی ہوئی تھیں اور ہیبت و وقار کا یہ عالم تھا کہ کوئی نظر اٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا۔ یہ اسداللہ الغالب علیؑ ابن ابی طالب تھے۔ ان کے دائیں بائیں حسن و حسین علیہما السلام تھے اور

آگے آگے محمد بن حنفیہ پرچم فتح واقبال لئے چل رہے تھے اور پیچھے جوانان بنی ہاشم، اصحاب بدر اور عبداللہ ابن جعفرؓ ابن ابی طالب تھے۔ جب یہ لشکر مقام زاویہ پر پہنچا تو امیر المومنینؑ گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور چار رکعت نماز پڑھنے کے بعد خاک پر رخسار رکھ دیے اور جب سر اٹھایا تو زمین آنسوؤں سے تر تھی اور زبان پر یہ الفاظ تھے۔
''اے زمین وآسمان کے پروردگار! یہ بصرہ ہے، اس کی بھلائی سے ہمارا دامن بھر اور اس کے شر سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھ۔''

پھر آپ یہاں سے آگے بڑھ کر میدان جمل میں اتر پڑے۔ جہاں حریف لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ حضرت علیؑ نے سب سے پہلے اپنے لشکر میں اعلان فرمایا کہ دیکھو کوئی کسی پر ہاتھ نہ اٹھائے اور نہ ہی لڑائی میں پہل کرے۔ یہ فرما کر فوج مخالف کے سامنے آئے اور طلحہ وزبیر سے کہا کہ تم عائشہؓ سے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم دے کر پوچھو کہ کیا میں خون عثمانؓ سے بری الذمہ نہیں ہوں۔

پھر کچھ تیکھے انداز کی گفتگو ہوئی، باہم کچھ مکالمے ہوئے اور حضرت علیؑ اپنے لشکر میں واپس آ گئے۔ پھر مسلم قرآن لے کر گئے اور ان کی شہادت کے بعد امیر المومنینؑ نے جنگ کو حلال قرار دیا جیسا کہ ہم تحریر کر چکے ہیں۔ مسلم کے بعد عمار یاسر میدان میں گئے اور چاہا کہ دشمنوں کو سمجھائیں مگر ان پر تیر برسنے لگے......اور پھر ...... باقاعدہ جنگ چھڑ گئی۔ تلواروں کی بجلیاں کوندنے لگیں۔ خرمن ہستی جلنے لگے، ہزاروں کٹ گئے، نہ جانے کتنے زخمی ہوئے، فوج مخالف میں بھگدڑ مچ گئی۔ حضرت عائشہؓ تیروں کا نشانہ بننے سے بال بال بچیں۔ پھر الامان والحفیظ کا شور سنائی دیا اور جنگ بدکردار دشمنوں کی شکست پر تمام ہوئی۔ یہ معرکہ ۱۰ ر جمادی الثانیہ سن ۳۶ھ بوقت ظہر

کے وقت شروع ہوااور اسی دن ختم ہو گیا۔ اس خوں ریز جنگ میں ام المومنینؓ کے لشکر میں سے جس کی تعداد تیس ہزار بتائی گئی ہے، سترہ ہزار اور بعض روایت کے مطابق بیس ہزار افراد موت کے گھاٹ اتر گئے اور امیر المومنینؑ کے بائیس ہزار کے لشکر میں سے ایک ہزار ستر اور بعض روایت کے مطابق پانچ سو آدمی شہید ہوئے۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کی تصدیق ہوگئی کہ ''وہ قوم کبھی کامرانی کا منہ نہیں دیکھ سکتی جس کی قیادت عورت کے ہاتھ میں ہو۔''

دوسری جنگ

امیر المومنینؑ کے خلاف بالکل اسی نوعیت کی ایک خطرناک مہم معاویہ نے بھی شروع کی تھی جس کے بارے میں ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں کہ معاویہ ابن ابوسفیان نے پورے شامی معاشرے اور عوامی ذہنوں کو مشتعل کر دیا تھا اور حضرت عثمانؓ کا خون بھرا کرتا شام کے منبر پر ڈال دیا گیا تھا جسے دیکھ کر لوگ گریہ وزاری کرتے تھے اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر معاویہ کے گماشتے ان میں غلط فہمی پیدا کرتے اور کہتے کہ تمہیں قتل عثمانؓ کا بدلہ لینا ہے۔

شام میں یہ اشتعال انگیزی ایک سال تک مسلسل جاری رہی۔ بہت سے لوگوں نے قسم کھائی کہ جب تک قتل عثمانؓ کا بدلہ نہ لے لیں گے عورتوں کے قریب نہیں جائیں گے، بستروں پر نہیں سوئیں گے، غسل نہیں کریں گے۔

اس طرح معاویہ نے پورے ملک وشام میں ''قصاص خون عثمانؓ'' کے شعلے بلند کر دیے تھے۔ اس دوران امیر المومنینؑ کی طرف سے اصلاحی اقدامات بھی کئے

جاتے رہے مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا اور آخر کار صفین کا معرکہ ظہور پذیر ہوا اور فریقین کی فوجیں آلات حرب سے آراستہ ہو کر میدان میں آ گئیں۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام ان بھکے ہوئے اور گمراہ مسلمانوں سے جنگ کے خواہاں نہیں تھے۔ اس لئے آپ نے اپنی مصالحانہ کوششوں کو جاری رکھا اور شیث بن ربعی، بشیر بن عمرو انصاری، سعید بن قیس ہمدانی کو معاویہ کے پاس اس پیغام کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ جنگ سے باز آئے اور لوگوں کو اتحاد و اتفاق و اطاعت کی دعوت دے۔ مگر اس امن پسندانہ پیش قدمی کا جواب (معاویہ کی طرف سے) یہ دیا گیا کہ اب فیصلہ تلوار کے ذریعہ ہوگا۔ الغرض خلیفہ وقت کے خلاف معاویہ کے اس باغیانہ اقدام نے ہزاروں بے گناہ، سیدھے سادھے اور سادہ لوح مسلمانوں کو استحکام حکومت کے نام پر موت کی آگ میں جھونک دیا۔

جنگ کی ابتداء سے پہلے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے حسب دستور سابق اپنی فوج کو ہدایت فرمائی کہ اس وقت تک جنگ میں سبقت نہ کرنا جب تک فریق مخالف کی طرف سے حملہ نہ ہو اور جب جنگ چھڑ جائے اور تمہیں فتح حاصل ہو تو کسی زخمی پر ہاتھ نہ اٹھانا، کسی بھاگتے ہوئے کا پیچھا نہ کرنا، کسی عورت کی بے حرمتی نہ کرنا، ان کے مال و اسباب کی طرف نظر نہ اٹھانا۔

اس جنگ میں ایک طرف تو معاویہ کا ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر ''بحر الکاہل'' کی طرح لہریں مار رہا تھا اور دوسری طرف نوے ہزار علیؑ کے جانباز سپاہی حکم امام کے منتظر تھے۔ اس کے ساتھ ہی ان فوجیوں کے سامنے یہ مسئلہ بھی انتہائی اہمیت کا حامل تھا کہ معاویہ نے فرات پر قبضہ کر کے گھاٹ کو مسدود کر دیا تھا تاکہ علیؑ اور ان کے

سپاہیوں کو پانی نہ مل سکے۔ معاویہ کے اس انسانیت سوز اقدام پر امیر المومنین نے مجبوراً اپنے جانبازوں کو پانی کے لئے جنگ کا حکم دیا اور ایک ہلکی سی جھڑپ کے بعد حاکم شام کے لشکریوں سے گھاٹ چھین لیا گیا۔ مگر علیؑ ابن ابی طالبؑ کی کریم النفسی اور اعلیٰ ظرفی نے یہ گوارا نہیں کیا کہ دشمنوں پر بھی پانی بند کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اللہ کی کسی مخلوق پر پانی کی بندش انسانیت کے خلاف ہے۔ پھر حضرت علیؑ کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا کہ پانی کسی پر بند نہیں ہے۔

معاویہ کی فوج سے گھاٹ چھیننے والوں میں حضرت امام حسینؑ پیش پیش تھے۔ امیر المومنینؑ کی تاکیدی گفتگو اور طرز عمل سے انہوں نے یہ درس لیا کہ کسی فاتح کے لئے، اپنے مفتوح کے زخمیوں پر ہاتھ اٹھانا، بھاگتے ہوئے لوگوں کا پیچھا کرنا، عورتوں کی بے حرمتی کرنا، مال واسباب کا لوٹنا اور مخلوق الٰہی پر پانی کی بندش عائد کرنا انسانیت کے خلاف ایک مذموم و مجرمانہ فعل ہے۔ ہمارا مخالف کتنا ہی ذلیل اور پست کیوں نہ ہو، ہماری طرف سے اعلیٰ ظرفی اور بلند کرداری کا مظاہرہ ہونا چاہئے۔

امیر المومنینؑ اس جنگ میں خونریزی سے بچنا چاہتے تھے، اس لئے آپ نے معاویہ کے سامنے یہ تجویز بھی رکھی کہ عام مسلمانوں کی گردنیں کٹوانے سے کیا حاصل؟ صرف تم میرے سامنے میدان میں نکل آؤ۔ دونوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔ مگر عام مسلمانوں کی زندگیوں کے مقابلے میں معاویہ کو اپنی زندگی زیادہ عزیز تھی اور اس کے دل و دماغ میں آل رسول ﷺ کی تباہی و بربادی کے بہت سے منصوبے پنہاں تھے (جو مستقبل میں ظاہر ہوئے اس لئے وہ یہ خطرہ اپنی ذات کے لئے مول لینے پر تیار نہ ہوا اور خود میدان میں نہیں نکلا۔ برخلاف اس کے امیر المومنینؑ

حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام مجاہدین کی صفوں میں آگے آگے تھے، ان کا قول تھا کہ میں موت سے اتنا ہی مانوس ہوں جتنا بچہ آغوش مادر سے مانوس ہوتا ہے۔ کبھی آپ اپنے اصحاب سے فرماتے تھے کہ موت سے ڈرنا بزدلی کی علامت ہے۔ کبھی فرمایا کہ کاسہ سر پر پڑنے والی تلوار کی ہزاروں ضربتیں فرش پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے سے زیادہ بہتر ہیں۔ اسی جنگ میں ایک موقع پر آپ نے اپنے فرزند امام حسنؑ سے فرمایا ''تمہارے باپ کو کوئی پروا نہیں کہ موت اس پر گر رہی ہے یا وہ خود موت پر گر رہا ہے۔''

ایسے بیٹوں کو جن کے سامنے باپ کی یہ سرفروشانہ سیرت ہو، بھلا موت کا خوف کیوں کر ہوسکتا ہے؟ حسینؑ ابن علیؑ اپنے بھائی حسنؑ اور محمد بن حنفیہ کے اس جنگ میں دلیری اور بے جگری کے ساتھ برابر کا حصہ لے رہے تھے اور قدم قدم پر ثبات قدم کے جوہر دکھا رہے تھے۔ دشمنوں کے تیر علیؑ کے کانوں اور شانوں کے درمیان سے گزر رہے تھے اور آپ بڑھ بڑھ کر اپنے باپ کے لئے سپر بن جاتے تھے۔ جذبہ فداکاری اور قربانی کا یہ معمولی مظاہرہ نہ تھا جو اس موقع پر حسینؑ کے طرز عمل سے نمایاں ہو رہا تھا۔ کیا اس کے بعد بھی یہ سوچا جا سکتا ہے کہ علیؑ کا یہ بہادر بیٹا موت کے خوف سے اپنے فرائض میں کوتاہی کر سکتا ہے یا باطل کی طاقت کے سامنے اپنا سر جھکا سکتا ہے؟

اسی صفین کے میدان میں حسینؑ نے ایک منظر اور دیکھا۔ وہ یہ کہ عین حالت جنگ میں امیر المومنین کی نگاہ آفتاب پر ٹھہری، ابن عباس نے سبب دریافت کیا تو آپ نے یہ فرمایا کہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ نماز ظہر کا وقت تو نہیں آیا۔ ابن عباس نے کہا، کیا یہ نماز کا موقع ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہم اسی نماز کے لئے ہی تو جنگ کر

رہے ہیں۔ یہ نماز کی اہمیت کا ایک بے مثال عملی درس تھا کہ تیروں کی بارش ہو یا تلواروں کی آگ برس رہی ہو لیکن جب نماز کا وقت آجائے تو لازم ہے کہ عبادت الٰہی کا یہ فریضہ ادا کرنے کے لئے انسان اللہ کی طرف رجوع ہو جائے۔ چنانچہ باپ کی اس سیرت کو حسینؑ نے نظر میں رکھا اور میدان کربلا میں عمل کے ذریعہ دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔

جنگ چار ماہ سے جاری تھی اور فریقین کے ہزاروں آدمی تہ تیغ ہو چکے تھے۔ آخر کار امیر المومنینؑ نے اپنے فوجیوں کو اپنا یہ فیصلہ سنایا کہ اب مکمل فتح کے بعد ہی جنگ موقوف کی جائے گی۔ چنانچہ ایک دن اور ایک رات (یعنی چوبیس گھنٹے) مسلسل تلواریں چلیں۔ یہاں تک کہ شامی افواج پسپا ہونے لگی اور میدان جنگ سے اس کے پاؤں اکھڑنے لگے۔ معاویہ کو اپنی شکست کا پورا یقین ہو گیا۔ مگر عمرو بن عاص کا مکارانہ اور شاطرانہ مشورہ اس صورت حال پر غالب آ گیا اور اچانک پانچ قرآن مخالفین نے نیزوں پر بلند کر دیے اور انہیں وسیلہ بنا کر امان و جنگ بندی کی اپیل کی گئی۔ یہ شکست کے آخری انجام سے بچنے کا ایسا عیارانہ حربہ تھا جو علوی جانبازوں پر اثر انداز ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے باوجود کہ امیر المومنینؑ اپنے لشکریوں کو یہ یقین دلاتے رہے کہ نہ یہ لوگ اہل قرآن ہیں اور نہ ہی دین سے ان کا کوئی تعلق ہے۔ آپ کے فوجی منحرف ہو کر اس بات پر اڑ گئے کہ اب تلوار روک لیجئے ورنہ ہمارے اور آپ کے درمیان تیغ زنی کی نوبت آجائے گی۔ یہ انتہائی نازک اور کشمکش کا موقع تھا۔ ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ یہ کب گوارہ کرتے کہ آپس ہی میں تلوار چلے، اس لئے مجبوراً آپ نے التوائے جنگ کا حکم صادر فرمایا۔ اس طرح جیتی ہوئی بازی اس وقت پلٹ گئی

جب تحکیم کی منزل میں لوگوں نے معاویہ کی طرف سے عمرو بن عاص اور امیر المومنینؑ کی طرف سے ان کی مرضی کے خلاف ابو موسیٰ اشعری کو حکم مقرر کر کے دومتہ الجندل میں فیصلہ سنانے کے لئے طے کیا۔ اس موقع پر ایک عارضی صلح نامہ بھی مرتب کیا گیا جو حسب ذیل مضمون پر مشتمل تھا۔

''علی ابن ابی طالب اور معاویہ ابن ابی سفیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ اللہ اور اس کی کتاب کے اس فیصلے پر عمل کریں گے جو ان کے حق میں صادر ہوگا اور حکمین کے لئے لازم ہوگا کہ وہ کتاب خدا میں جو کچھ ملے اس کی پابندی کریں اور اگر قرآن میں انہیں کوئی ہدایت نظر نہ آئے تو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ پر جو اختلافی نہ ہو عمل کیا جائے۔

اس معاہدہ سے صاف ظاہر ہے کہ حکمین کو اپنی ذاتی رائے سے فیصلے کا کوئی حق نہیں دیا گیا تھا۔ چنانچہ امیر المومنینؑ نے حکمین سے خود فرمایا تھا کہ: ''تم اس شرط سے حکم ہو کہ کتاب خدا کی رو سے فیصلہ کرو اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو تمہیں اپنے کو حکم نہیں سمجھنا چاہئے۔''

یہ اقرار نامہ ۱۳ صفر سن ۳۷ ھ کو پایہ تکمیل تک پہنچا۔ مگر جب فیصلہ کا وقت آیا تو حکمین نے مقررہ شرطوں کی پابندی نہیں کی اور کتاب خدا یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ سے کوئی سروکار نہیں رکھا۔ چونکہ ابو موسیٰ اشعری سادہ لوح انسان تھے اور امیر المومنین حضرت علیؑ سے خلوص و محبت بھی نہیں رکھتے تھے لہذا انہیں بڑی آسانی سے عمرو بن عاص نے اپنی سیاست کا شکار بنا لیا اور یہ پٹی پڑھائی کہ ہم دونوں فریق (یعنی حضرت علیؑ اور

معاویہ) کو ایک ساتھ معزول کر دیں۔ پھر مسلمانوں کو یہ اختیار دے دیں کہ وہ جسے چاہیں اپنا خلیفہ از سر نو چن لیں۔ ابو موسیٰ اس فریب میں آ گئے اور جب فیصلہ کا وقت آیا اور طرفین کے لوگ جمع ہو گئے تو عمرو عاص نے ابو موسیٰ سے کہا کہ پہلے آپ اپنی رائے ظاہر کریں۔ وہ بلا عذر تقریر کے لئے کھڑے ہو گئے اور بولے کہ ہم نے انتہائی غور و خوض کے بعد وہ صورت نکالی ہے کہ جس سے افتراق و اختلاف کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم علیؓ اور معاویہ دونوں کو خلافت سے معزول کر دیں اور از سر نو مسلمانوں کو یہ اختیار دے دیں کہ وہ جسے چاہیں منتخب کر لیں۔ یہ کہہ کر ابو موسیٰ جیسے ہی بیٹھے عمرو عاص نے کھڑے ہو کر کہا کہ آپ حضرات نے ابو موسیٰ کی تقریر سنی۔ وہ علیؓ کے نمائندہ ہیں اس کے باوجود انہوں نے علیؓ کو معزول کر دیا ہے۔ میں معاویہ کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے علیؓ کی معزولی پر ان سے اتفاق کرتا ہوں، مگر معاویہ کو میں برقرار رکھتا ہوں۔ یہ سننا تھا کہ ابو موسیٰ برہم ہو گئے اور عمرو عاص سے کہنے لگے کہ تو نے غداری اور بے ایمانی کی تو کتے کی طرح ہے جو کسی بھی حال میں بھونکنے سے باز نہیں آتا۔ عمرو عاص نے جواب دیا کہ "تمہاری مثال تو اس گدھے کی سی ہے جس کی پیٹھ پر کتابیں لاد دی گئی ہوں۔" مجمع میں سے کوئی ابو موسیٰ اشعری پر حملہ آور ہوا اور کوئی عمرو عاص پر جھپٹ پڑا۔ غرض کہ ہڑبونگ مچ گئی اور یہ اجتماع منتشر ہو گیا۔

کیا اس مکارانہ دھاندلی کو کسی باضابطہ فیصلہ کا درجہ دیا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس مہمل اور غلط فیصلے کو فریقین میں سے کسی نے قبول نہیں کیا اور اختلافات اپنی جگہ برقرار رہے۔ بلکہ اس سے حضرت علیؓ کی جماعت میں انتشار اور بڑھ گیا۔

حکمین کے اس فیصلے کو حضرت علیؑ نے اپنے ساتھیوں کے ایماء پر مسترد کر دیا تھا اور معاویہ پر دوبارہ فوج کشی کی تیاریاں کر رہے تھے کہ خوارج کی بغاوت نے سر اٹھایا جس کے نتیجہ میں سن ۳۸ھ میں نہروان کی جنگ ہوئی اور امیر المومنینؑ نے انہیں پسپا کیا۔ لیکن پسپائی کے بعد بھی ان کی فتنہ سامانیاں اور شورشیں ختم نہیں ہوئیں۔ وہ خوارج جو نہروان کی جنگ سے دامن کش رہے اور مختلف شہروں میں مقیم تھے، امیر المومنینؑ کے خلاف سازشوں میں مصروف رہے اور انتشار کا سبب بنے رہے۔

دوسری طرف معاویہ جس نے کوفہ کے افتراق سے فائدہ اٹھا کر اپنی قوت کو اور بھی مستحکم کر لیا تھا، اپنے نمائندوں کے ذریعہ ہر طرف بدامنی کا سلسلہ قائم کئے ہوئے تھا۔ جس میں ہر طرح کے اقدامات شامل تھے۔ اس نے ان اقدامات کے تحت مالک اشتر کا زہر کے ذریعہ خاتمہ کیا۔ محمد بن ابو بکر کو قتل کرایا اور ان کی لاش کو آگ میں جلوا دیا۔ محمد بن ابی بکر کے بعد مصر میں معاویہ کا تسلط قائم ہوا جس کی وجہ سے اس کے حوصلے اور بڑھ گئے۔ سن ۳۹ھ میں نعمان بن بشیر کی قیادت میں عین التمر پر حملہ ہوا جو ناکامی کے ساتھ پسپا ہوا۔ اشرس بن حسان بکری کو جو امیر المومنینؑ کی طرف سے انبار کے گورنر تھے، سفیان بن عوف کے ذریعہ ان کے تیس ساتھیوں سمیت قتل کرایا۔ اسی صورت سے ضحاک بن قیس کو تین ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا جو لوٹ مار کرتی ہوئی قادسیہ تک پہنچ گئی تھی۔ آخر کار حجر بن عدی نے انہیں مار بھگایا۔

جب ہم سقیفہ سے صفین تک رونما ہونے والے حالات کی کڑیوں کو ایک دوسرے سے ملاتے ہیں تو ہمیں وہ تسلسل نظر آتا ہے جس کا آخری سرا کربلا کا میدان ہے۔ چنانچہ اسی اہم معرکہ کے لئے ابتدا سے انتہا تک اسلامی معاشرہ میں مستقل طور پر

انتشار قائم رکھنے اور مسلمانوں کے ذہنوں کو آل رسول ﷺ کی طرف سے ہٹانے کا خصوصی اہتمام کیا گیا تھا جس کا لحاظ خلافت اولیٰ سے معاویہ کے دور تک رکھا گیا، چنانچہ اس راستے میں امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی ذات ایک آہنی دیوار کی حیثیت رکھتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

''علیؑ تم سب سے اعلیٰ فیصلہ کرنے والے ہو''

مولا علیؑ کا ارشاد ہے۔ کہ میرے لئے مسند بچھائی جاتی تو میں اہل توریت میں توریت کے مطابق اہل انجیل میں انجیل کے مطابق، اہل زبور میں زبور کے مطابق، اہل اسلام کے درمیان قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کرتا۔

اسلام کا قانون اللہ نے دیا ہے۔ اللہ کے دیے ہوئے قانون کی تشریح وہی ہوسکتی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے کی ہو۔ جن کے ذریعے یہ قانون نازل ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے قانون کو نافذ کیا۔

مولا علیؑ نے غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہ کر جہاد کیا۔ غزوہ تبوک میں عدم شرکت کا سبب یہ تھا کہ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے آپؑ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؑ کو نوجوانی کی عمر میں قاضی مقرر فرما کر یمن روانہ کیا تھا اس وقت آپؑ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا (صحیح بخاری جلد دوم ص ۲۰۶) کہ یا رسول اللہ ﷺ میں تو ابھی نوجوان ہوں۔ قضا و عدلیہ کا تجربہ نہیں رکھتا اور آپ ﷺ مجھے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجنا چاہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اے علیؑ میرے قریب آ ؤ۔ جب مولا علیؑ رسول اللہ ﷺ کے قریب گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے علیؑ کے سینے پر تھپکی دی اور یوں دعا فرمائی۔

اے اللہ! اس کے دِل (علیؑ) ارادے راہ راست پر ہوں اور اس کی زبان میں لغزش نہ ہو۔ (سیدنا علی ص ۲۷)

مولا علیؑ کہتے ہیں کہ اس دعا کے بعد مجھے فریقین کے مابین فیصلہ کرنے میں کبھی دقت پیش نہیں آئی۔

معاویہ کی معزولی

حضرت عثمانؓ کی شہادت (۱۸رذی الحجہ ۳۵ھ) کے بعد حضرت نعمان بن بشیر اُن کا خون سے بھرا ہوا قمیص، اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں، حضرت معاویہؓ کے پاس دمشق لے گئے اور انہوں نے یہ چیزیں منظرِ عام پر لٹکا دیں تاکہ اہلِ شام کے جذبات بھڑک اُٹھیں۔ یہ اِس بات کی کھلی علامت تھی کہ حضرت معاویہؓ خون عثمانؓ کا بدلہ قانون کے راستہ سے نہیں بلکہ غیر قانونی طریقہ سے لینا چاہتے ہیں، ورنہ ظاہر ہے کہ شہادتِ عثمانؓ کی خبر ہی لوگوں میں غم وغصہ پیدا کرنے کے لئے کافی تھی، اس قمیص اور ان انگلیوں کا مظاہرہ کر کے عوام میں اشتعال پیدا کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی۔

اِدھر حضرت علیؑ نے منصبِ خلافت سنبھالنے کے بعد جو کام سب سے پہلے

کیے ان میں سے ایک یہ تھا کہ محرم ۳۶ھ میں حضرت معاویہؓ کو شام سے معزول کر کے حضرت سہل بن حنیف کو ان کی جگہ مقرر کر دیا۔ مگر ابھی یہ نئے گورنر تبوک تک ہی پہنچے تھے کہ شام کے سواروں کا ایک دستہ اُن سے آ کر ملا اور اُس نے کہا ''اگر آپ حضرت عثمانؓ کی طرف سے آئے ہیں تو اہلاً وسہلاً، اور اگر کسی اور کی طرف سے آئے ہیں تو واپس تشریف لے جائیے۔'' یہ اس بات کا صاف نوٹس تھا کہ شام کا صوبہ نئے خلیفہ کی اطاعت کے لئے تیار نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے ایک اور صاحب کو اپنے ایک خط کے ساتھ حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا، مگر انہوں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور صفر ۳۶ھ میں اپنی طرف سے ایک لفافہ اپنے ایک پیغامبر کے ہاتھ ان کے پاس بھیج دیا۔ حضرت علیؓ نے لفافہ کھولا تو اس میں کوئی خط نہ تھا۔ حضرت علیؓ نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا، ''میرے پیچھے دمشق میں ۶۰ ہزار آدمی خونِ عثمان کا بدلہ لینے کے لئے بے تاب ہیں''۔ حضرت علیؓ نے پوچھا، کس سے بدلہ لینا چاہتے ہیں؟ اس نے کہا ''آپ کی رگِ گردن سے۔'' اس کے صاف معنی یہ تھے کہ شام کا گورنر صرف اطاعت ہی سے منحرف نہیں ہے بلکہ اپنے صوبہ کی پوری فوجی طاقت مرکزی حکومت سے لڑنی کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہے اور اس کے پیشِ نظر قاتلینِ عثمانؓ سے نہیں بلکہ خلیفۂ وقت سے خونِ عثمانؓ کا بدلہ لینا ہے۔

یہ سب کچھ اس چیز کا نتیجہ تھا کہ حضرت معاویہؓ مسلسل ۱۶۔۱۷ سال ایک ہی صوبے، اور وہ بھی جنگی نقطۂ نظر سے انتہائی اہم صوبے کی گورنری پر رکھے گئے۔ اِسی وجہ سے شام خلافتِ اسلامیہ کے ایک صوبے کی بہ نسبت اُن کی ریاست زیادہ بن گئی تھی۔ مورخین نے حضرت علیؓ کے حضرت معاویہؓ کو معزول کرنے کا واقعہ کچھ ایسے

انداز سے بیان کیا ہے جس سے پڑھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ وہ تدبّر سے بالکل ہی کورے تھے، مغیرہؓ بن شعبہ نے ان کو عقل کی بات بتائی تھی کہ معاویہؓ کو نہ چھیڑیں، مگر انہوں نے اپنی نادانی سے یہ رائے نہ مانی اور حضرت معاویہؓ کو خواہ مخواہ بھڑکا کر مصیبت مول لے لی۔ حالانکہ واقعات کا جو نقشہ خود انہی مؤرخین کی لکھی ہوئی تاریخوں سے ہمارے سامنے آتا ہے اسے دیکھ کر کوئی سیاسی بصیرت رکھنے والا آدمی یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت علیؓ اگر حضرت معاویہؓ کی معزولی کا حکم صادر کرنے میں تاخیر کرتے تو یہ بہت بڑی غلطی ہوتی۔ ان کے اِس اقدام سے ابتداء ہی میں یہ بات کھل گئی کہ حضرت معاویہؓ کس مقام پر کھڑے ہیں۔ زیادہ دیر تک اُن کے موقف پر پردہ پڑا رہتا تو یہ دھوکے کا پردہ ہوتا جو زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

حضرت علیؓ نے اس کے بعد شام پر چڑھائی کی تیاری شروع کر دی۔ اُس وقت اُن کے لئے شام کو اطاعت پر مجبور کر دینا کچھ بھی مشکل نہ تھا، کیونکہ جزیرۃ العرب، عراق اور مصر اُن کے تابع فرمان تھے، تنہا شام کا صوبہ ان کے مقابلے پر زیادہ دیر نہ ٹھہر سکتا تھا۔ علاوہ بریں دنیائے اسلام کی عام رائے بھی اس کو ہرگز پسند نہ کرتی کہ ایک صوبے کا گورنر خلیفہ کے مقابلے میں تلوار لے کر کھڑا ہو جائے۔ بلکہ اس صورت میں خود شام کے لوگوں کے لئے بھی یہ ممکن نہ تھا کہ وہ سب متحد ہو کر خلیفہ کے مقابلے میں حضرت معاویہؓ کا ساتھ دیتے۔ لیکن عین وقت پر ام المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم کے اُس اقدام نے جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں، حالات کا نقشہ یکسر بدل دیا اور حضرت علیؓ کو شام کی طرف بڑھنے کے بجائے ربیع الثانی ۳۶ھ میں بصرے کا رُخ کرنا پڑا۔

☆☆☆

شریعت رسول ﷺ

زنا کی سزا

مولا علی علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ جب میرے بعد میری امت میں زنا کی زیادتی ہوجائے گی تو ناگہانی موت کی کثرت ہوجائے گی۔

(وانی جز ۹ صفحہ ۴۴)

توضیح: موت ناگہانی سے ہر وہ موت مراد ہے جو بغیر کسی مقدمہ کے واقع ہوجائے جیسے ہارٹ فیل، ایکسیڈنٹ، بلڈ پریشر وغیرہ جس کی آج کل کثرت ہے۔ زنا چونکہ چوری چھپے واقع ہوتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کو تو عام طور سے نہیں دیکھتے لیکن اس کا نتیجہ (اموات فجائیہ یعنی اچانک موت) ہمارے پیش نظر ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے زانی کو چھ باتوں کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ تین ان میں سے دنیا میں اور تین آخرت میں جو تین دنیا میں ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) چہرہ بے نور ہوجائے گا۔

(۲) فقیر ہوجائے گا یعنی مفلس۔

(۳) جلدی مرجائے گا۔

تین وہ باتیں جو آخرت میں پیش آئیں گی۔

(۱) غضب الٰہی ہوگا۔

(۲) سخت محاسبہ ہوگا۔

(۳) آتش جہنم میں ہمیشہ جلتا رہے گا۔

بہت سی حدیثوں میں آیا ہے کہ ایک سزا (حَد جاری ہونے (سزا ملنے) سے بہت سے لوگ غیر شرعی کام چھوڑ دیتے ہیں شرعی سزائیں ان کی دنیا اور آخرت کی حفاظت کرتی ہیں اور حَد (سزا) کا فائدہ چالیس دن بارش برسنے کے فائدہ سے زیادہ ہے۔

ایک واقعہ

ایک شخص امام علی بن الحسین علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے کہا میں عورتوں کے ساتھ مبتلا ہوں۔ ایک روز زنا کرتا ہوں اور دوسرے روز روزہ رکھ کر اس کا کفارہ ادا کردیتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت امام عالی مقام نے ارشاد فرمایا۔ ''اللہ کو اطاعت سے زیادہ کوئی شے پسند نہیں۔ نہ زنا کرو نہ روزہ رکھو۔

اس وقت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور فرمایا اے شخص تو جہنمیوں کا عمل کرتا ہے اور اللہ سے جنت کا امیدوار ہے۔ (وافی جز ۹، ص ۳۴)

غیر شادی شدہ کا زنا کرنا اور اسکی حد

مولا علی علیہ السلام نے فرمایا غیر شادی شدہ کو ۱۰۰ تازیانہ لگا کر شہر بدر کردیا جائے۔ (وافی جز ۹، صفحہ ۲۹)

شادی شدہ کا زنا اور اس کی سزا

مولا علی علیہ السلام نے فرمایا۔ شادی شدہ مرد و عورت کو رجم (سنگسار) کیا

جائے۔(وافی ج۹،صفحہ۲۹)

زنا کی سزا مطابق توضیح المسائل آقائی الخوئی

یہ سزائیں ہم آقائی الحاج سید ابوالقاسم الموسوی الخوئی کے فتاویٰ جو کہ ان کی کتاب توضیح المسائل صفحہ نمبر ۲۹۱ اور ۲۹۲ سے تحریر کر رہے ہیں۔ جناب آقائی الخوئی شیعہ فرقے کے ایک بہت بڑے مجتہد ہیں جن کے احکام اور فتاویٰ کی پابندی ہر شیعہ کرتا ہے۔

(۱) اگر کوئی شخص اپنی ایسی محرم عورت سے جو ماں، بہن کی طرح اس سے نسبت رکھتی ہو زنا کرے تو اسے حاکم شرع کے حکم سے قتل کر دینا چاہئے۔ یہی حکم اس وقت ہے جب کوئی کافر کسی مسلمان عورت کے ساتھ زنا کرے۔

(۲) جب کوئی آزاد شخص زنا کرے تو اُسے کوڑے لگائے جائیں اور اگر تین مرتبہ زنا کرے تو اسے ہر دفعہ سو کوڑے لگائے جائیں لیکن اگر چوتھی مرتبہ زنا کرے تو اس دفعہ اسے قتل کر دیا جائے۔ لیکن وہ مرد بالغ، عاقل، آزاد جس کے پاس دائمی منکوحہ عورت یا کوئی کنیز ہو اور وہ جس وقت بھی چاہے ان سے صحبت کر سکتا ہو۔ اگر وہ کسی بالغہ اور عاقلہ عورت سے زنا کرے تو اسے سنگسار کر دینا چاہئے

(۳) اگر کوئی شخص کسی کو اپنی بیوی سے زنا کرتے ہوئے دیکھ لے اور اسے اپنی جان کو نقصان پہنچنے کا خوف نہ ہو تو وہ اپنی بیوی اور اس مرد کو قتل کر سکتا ہے لیکن اگر اس نے قتل نہ کیا تب اس کی عورت اس پر حرام نہ ہوگی۔

(۴) اگر کوئی بالغ عاقل مرد کسی دوسرے بالغ و عاقل مرد کے ساتھ لواطت (بُرا کام)

کرے تو ان دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن حاکم شریعت کو اختیار ہے کہ لواطت کرنے والے کو تلوار سے قتل کرے یا زندہ آگ میں جلا دے یا اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر کسی بلند جگہ سے نیچے گرا دے یا پھر سنگسار کر دے۔

(۵) اگر کوئی شخص کسی بالغ عاقل سے کسی کو ناحق قتل کرا دے تو قتل کرنے والے کو قتل کر دیا جائے۔ اور جس نے قتل کرایا اسے قید میں ڈال دیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

(۶) اگر لڑکا جان بوجھ کر ماں یا باپ کو قتل کر دے تو اس لڑکے کو قتل کر دیں لیکن اگر باپ اپنے لڑکے کو قتل کر دے تو باپ اس کی دیت (خون کی قیمت) ادا کرے۔ اور حاکم شرع کو اختیار ہے کہ اپنی مصلحت کے مطابق اس کو جسمانی سزا دے۔

(۷) جب کوئی شخص کسی بچے کو شہوت کی بناء پر بوسہ دے تو حاکم شرع تیس کوڑوں سے لے کر ننانوے کوڑوں تک جس قدر مصلحت سمجھے۔ اور روایت میں آیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ آگ کا شعلہ اس کے منہ کی طرف پھینکتا ہے اور آسمان وزمین کے فرشتے اور رحمت وغضب الٰہی کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں، اور جہنم اس کے لئے تیار ہوتا ہے لیکن اگر توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔

(۸) اگر کوئی شخص مرد اور عورت کو زنا کے لئے یا کسی شخص کو کسی بچے سے بُرا کام کرنے کے لئے بلائے، اگر وہ عورت ہے تو اسے پچھتر کوڑے مارے جائیں اور اگر مرد ہے تو اسے پچھتر کوڑے مارنے کے بعد مشہور یہ ہے کہ سَر منڈوا کر گلی کوچوں میں پھرایا جائے گا۔ اور جس بستی میں اس نے یہ کام کیا ہے وہاں سے اسے نکال دیا جائے۔

(۹) جب کوئی شخص کسی عورت سے زنا یا کسی لڑکے کے ساتھ بُرا کام کرنا چاہتا ہو اور

سوائے قتل کئے جانے کے کسی طرح اس کام سے باز رہنا ممکن نہ ہو تو اس کو قتل کر دینا جائز ہے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص کسی بالغ عاقل آزاد شخص کو زنا یا لواطت کی طرف نسبت دے یا اسے ''والدالزنا'' (حرام زادہ) کہے تو اسے ۸۰ کوڑے کپڑے پہنے ہونے کی حالت میں مارے جائیں گے۔

رجم کفارہ زنا ہے

مولا علیؑ شراحتہ ہمدانیہ کو جس وقت سنگسار (رجم) کرنے کے لئے لے چلے تو تماشائیوں کا اتنا ہجوم ہوا کہ قریب تھا کہ ایک دوسرے کو کچل کر ہلاک کر ڈالے۔ جب مولا علیؑ نے یہ دیکھا تو اس کے واپس لے جانے کا حکم دیا۔ جب اژدھام کم ہو گیا تو آپؑ اس کو شہر پناہ کے پھاٹک سے باہر لائے اور دروازہ بند کروادیا اور جو لوگ بحکم امامؑ باقی رہ گئے تھے۔ انہوں نے اس عورت کو سنگسار کر کے ہلاک کر دیا۔ جب وہ مرچکی اور دروازہ کھلا تو کچھ لوگ اس عورت کو لعنت کرتے ہوئے باہر آئے اس وقت آپؑ کے حکم سے منادی نے ندا کی۔ ایہالناس! اپنی زبانیں روک لو کیونکہ سزا اسی لئے جاری کی جاتی ہے کہ وہ گناہ کا کفارہ ہو جائے اَب رسوائی مَت کرو۔ (وافی جز ۹ صفحہ ۴۴

زانی پر مہر نہیں ہے

مولا علیؑ نے ارشاد فرمایا۔

زانی کے اوپر کوئی مہر نہیں ہے اور نہ اس عورت پر حد ہے جس سے جبراً زنا کیا جائے۔ (وافی جز و ۹، صفحہ ۴۶)

زنا بالجبر پر حد نہیں ہے

امام محمد باقری علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس ایک عورت ومرد لائے گئے جنہوں نے زنا کیا تھا۔ عورت نے کہا۔ یا امیر المومنین! خدا کی قسم اس نے جبراً مجھ سے زنا کیا ہے یہ سُن کر آپؑ نے اس پر سے حد اُٹھادی۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ اگر ان لوگوں (حکومت کے فقہا) سے پوچھا جائے تو یہ فتویٰ دیں گے کہ اس عورت کا یقین نہ کرو حالانکہ خدا کی قسم! امیر المومنین علیہ السلام نے یہاں پر عورت کی بات کا یقین کیا ہے۔

(نوٹ)...... ایسی صورت میں عورت پر کوئی حد نہیں ہے لیکن مرد کی سزا جبکہ اس نے زنا بالجبر کیا ہو اور شرعی ثبوت فراہم ہو گیا ہو قتل ہے جیسا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کی روایت ہے۔ آپؑ سے کسی نے پوچھا کہ اس شخص کی کیا سزا ہے جس نے کسی عورت سے جبراً زنا کیا ہو؟ فرمایا وہ قتل کیا جائے گا۔ چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ (وافی جز ۹، صفحہ ۴۵)

چوری کی سزا

اسلام میں چوری کی سزا ہاتھ کا کاٹا جانا ہے یہ ایسا عمدہ حکم ہے جس کے بعد نہ صرف چوری کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں بلکہ چور کی ہمیشہ کے لئے شناخت ہو جاتی ہے جن مقامات پر یہ طریقہ مروج ہے وہاں لوگوں کو چوری، ڈکیتی کی ہمت نہیں ہوتی۔ بہر حال یہ تو چوری کا حکم ہے لیکن سوال یہ ہے کہ چور کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے کیونکہ قرآن کریم میں صرف اتنا ہے۔ ''السارق والسارقته فاقطعوا ایدھما'' چوری

کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کا ہاتھ کاٹ دو"۔ اور تفصیل نہیں بتائی گئی کہ ہاتھ کی کتنی مقدار کٹے گی۔ کیونکہ پنجہ بھی ہاتھ ہے کہنی تک بھی ہاتھ ہے اور بازو کے جوڑ تک بھی ہاتھ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن تنہا کافی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ کسی بتلانے والے کی ضرورت ہے اور وہ ہیں محمد ﷺ اور ان کی پاک آلؑ جو علم کا شہر اور دروازہ ہیں۔ ایک واقعہ تحریر کر رہا ہوں جس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ آل محمدؐ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم کہاں تک کے لئے دیا ہے۔

قتل

قتل کی کئی قسمیں ہیں۔ اول قتل عمد یعنی ایک فعل سے قتل کا ارادہ کیا جائے جیسے کوئی ایسے فعل سے جو قتل کے لئے موضوع ہے کسی آدمی کے قتل کا ارادہ کرے گو اس فعل سے بطور نادر قتل ہوتا ہو یا ارادے سے ایسا فعل فعل کرے جس سے اکثر آدمی قتل ہوتے ہوں گو قتل کا ارادہ نہ ہو۔ دوسرے شبہ عمد یعنی ایک فعل عمداً کرے (جس سے آدمی اکثر قتل نہیں ہوتا اور قصد میں خطا ہو (یعنی قتل کا قصد نہ ہو اور کوئی قتل ہو جائے) جیسے کسی کو تادیب کے لئے (طمانچہ مارے اور وہ مر جائے، تیسرے قتل خطا۔ یعنی فعل اور قصد دونوں میں قطع واقع ہو جیسے کسی پرندہ پر تیر لگائے اور وہ کسی آدمی پر پڑے (اور وہ قتل ہو) اِسی طرح زخم کے اقسام ہیں۔ قتل عمد میں قصاص ثابت ہے بشرطیکہ قاتل بالغ و عاقل ہو اور مقتول کی جان محترم ہو (یعنی اس کا قتل کسی سبب سے واجب نہ ہو۔) اور اسلام اور آزادی میں قاتل کے برابر ہو خواہ قاتل اپنے ہاتھ سے قتل کرے مثل ذبح کرنے یا گلا گھونٹنے کے یا کوئی سامان قتل کا کرے جیسے تیر لگانے یا

پتھر مارے یالاٹھی سے اس قدر مارے جس سے اس کے برابر کا آدمی زندہ نہیں رہتا یا شیر کے روبرو ڈال دے اور شیر اس شخص کو پھاڑ ڈالے۔ اگر کسی کو زخمی کرے اور اس زخم کی سرایت سے وہ مرجائے تو یہی حکم ہے۔ اطراف انسان (یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ) کا قصاص اور اس کا خون بہا جان کے قصاص اور خون بہا میں داخل ہے۔ اگر کوئی کسی کو زخمی کرے پھر قتل کرے۔ پس اگر زخمی کرنے میں اور قتل میں فرق ہوا ہو تو قصاص بھی اسی طرح ہوگا (یعنی قاتل کو پہلے زخمی کریں پھر قتل کریں) اگر فرق نہ ہو تو فقط جان کا قصاص لیں اگر کوئی حکم کرے تو بھی یہی حال ہے اور حکم کرنے والے (یا مجبور کرنے والے) کو دائم الحبس کریں۔ ہر چند آقا کے حکم سے غلام قتل کرے۔ اگر کوئی کسی کو پکڑے رہے اور دوسرا اسے قتل کرے اور تیسرا اسے دیکھتا رہے تو قاتل کو قتل کریں۔ اور پکڑنے والے کو دائم الحبس اور دیکھنے والے کی آنکھیں نکال ڈالیں۔

قصاص کی شرائط

پہلی شرط حریت بشرطیکہ قاتل آزاد ہو یعنی غلام اور مکاتب اور ام ولد کے اور مدبر کے عوض میں آزاد سے قصاص نہ ہوگا بلکہ خون بہا اس کی ایسی قیمت کے برابر لیا جائے گا جو قیمت کے روز قتل کی ہو مگر مرد آزاد کے خون بہا سے تجاوز نہ کیا جائے گا (اسی طرح) کنیز کا خون بہا زن آزاد کے خون بہا سے متجاوز نہ ہوگا (اسی طرح غلام ذمی کا خون بہا مرد آزاد ذمی کے خون بہا سے اور کنیز ذمیہ کا خون بہا زن آزاد ذمیہ کے خون بہا سے زیادہ نہ لیا جائے گا) مرد آزاد کو مرد آزاد کے عوض میں قتل کریں اور زن آزاد کے عوض میں آدھا خون بہا مرد آزاد کو دے کر قتل کریں زن آزاد زن آزاد

کے عوض میں اور مرد آزاد کے عوض میں قتل کیا جائے گا مگر قصاص کی حالت میں عورت
سے کچھ نہ لیا جائے گا۔ اسی طرح زخمی کرنے اور ہاتھ پاؤں وغیرہ کاٹنے کا حال ہے
اور جب تک عورت کے اعضا کا خون بہا مرد کے خون بہا کی تہائی کو نہ پہنچے اور دونوں
کے اعضاء کا خون بہا مرد کے خون بہا کی تہائی کو نہ پہنچے تب تک دونوں کے اعضاء کا
خون بہا مساوی ہے جب اس کی تہائی کو پہنچے تو وہاں سے عورت کے اعضاء کا خون بہا
مرد کے اعضاء کے خون بہا سے نصف ہو جائے گا۔ اس صورت میں مرد سے عورت کا
قصاص لیں اور مرد کے خون بہا کی زیادتی مرد کو دی جائے مگر عورت سے مرد کا فقط
قصاص لیں اور کچھ نہ لیں۔ غلام کو غلام کے اور کنیز کے عوض میں قتل کریں۔ اور کنیز کو
کنیز اور غلام کے عوض میں۔ اگر غلام کسی آزاد کو قتل کرے تو مقتول کے وارث کو اختیار
ہے خواہ اسے قتل کرے یا اپنا غلام بنالے۔ اور اس غلام کے آقا کو کچھ اختیار نہیں۔ اگر
غلام کسی آزاد کو زخمی کرے تو زخمی کو اختیار ہے کہ خواہ قصاص لے یا اسے اپنا غلام بنالے
بشرطیکہ اس زخم کا خون بہا غلام کی قیمت کے برابر ہو اگر کم ہو تو بہ نسبت قیمت کے غلام
ہوگا۔ (جیسے آدھا غلام یا پاؤ غلام) یا غلام کو بیچ کر اپنے زخم کا خون بہا وصول کرے۔
(اس صورت میں) اس کے آقا کو جائز ہے کہ زخم کا خون بہا اپنے پاس سے دے کر
اپنے غلام کو چھڑا لے اگر غلام اپنے آقا کو قتل کرے تو مقتول کا وارث اسے قتل کر سکتا
ہے۔ اگر غلام کسی غلام کو عمداً قتل کرے تو قصاص کیا جائے۔ اگر خطا سے قتل کرے تو
قاتل کے آقا کو جائز ہے کہ اپنے غلام کی قیمت دے کر غلام کو چھڑا لے یا غلام کو سپرد کر
دے اس صورت میں اس غلام کی قیمت مقتول کی قیمت سے زیادہ ہو تو زیادتی واپس
لے سکتا ہے کم ہو تو واجب نہیں مکاتب مشروط اور مکاتب مطلق جب تک کہ کچھ ادا نہ

کرے مثل غلام کے ہے اگر کچھ ادا کرے تو آزاد کے عوض میں قتل ہوگا مگر غلام کے عوض میں قتل نہ ہوگا بلکہ جس قدر آزاد ہوا ہے اتنے میں مزدوری کر کے خون بہا ادا کرے اور باقی میں فروخت کیا جائے یا مقتول کے آقا کا غلام بنایا جائے اگر خطا سے قتل کرے تو اس کے حصہ آزادی پر جتنا خون بہا واجب ہے وہ امام ادا کریں گے باقی میں آقا کو اختیار ہے کہ حصہ غلامی کی قیمت دے کر اسے چھڑا لے یا سپرد کر دے۔ اگر ایک آزاد دو آزادوں کو قتل کرے تو وہ دونوں کے عوض میں قتل ہوگا۔ اگر ایک غلام دو آزادوں کو تعاقب سے (یعنی ایک کے بعد ایک کو) قتل کرے تو دونوں کے عوض میں قتل ہوگا۔ اگر ایک غلام دو آزادوں کو تعاقب سے (یعنی ایک کے بعد ایک کو) قتل کرے تو دونوں مقتولوں کا عوض اس میں مشترک ہے بشرطیکہ اس کے بارے میں پہلے مقتول کے لئے حکم نہ ہو چکا ہو ورنہ دوسرے مقتول کے لئے ہوگا۔ (اس کا فائدہ اس وقت ہے کہ جب کسی مقتول کا وارث اسے غلام بنانا چاہے) دوسری شرط اسلام ہے بشرطیکہ قاتل مسلمان ہو یعنی مسلمان کافر کے عوض میں قتل نہ ہوگا گو وہ کافر ذمی ہو بلکہ اسے تعزیر دی جائے اور وہ ذمی کا خون بہا ادا کرے۔ ذمی کو مرد ذمّی اور زن ذمیّہ کے عوض میں اس کو بقیہ خون بہا اسے دے کر قتل کریں اور ذمیہ کو ذمیہ اور ذمی کے عوض میں قتل کریں اور اس سے کچھ نہ لیں۔ اگر ذمی مسلمان کو عمداً قتل کرے تو وہ اور اس کا مال اولیائے مقتول کے سپرد کیا جائے خواہ وہ قتل کریں یا غلام بنا لیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کے چھوٹے بچے بھی مملوک بنائے جائیں گے اگر وہ قتل کے بعد مسلمان ہو جائے تو اس پر اسلام کا حکم جاری ہوگا اگر ذمی کسی مسلمان کو خطا سے قتل کرے تو اپنے مال سے خون بہا ادا کرے اگر مال نہ ہو تو اس کا عاقلہ مالک ہے نہ اقربا۔ تیسری شرط یہ

ہے کہ قاتل مقتول کا باپ نہ ہو یعنی باپ فرزند کے عوض میں قتل نہ ہوگا بلکہ اس سے خون بہا لیں اور تعزیر دیں اور وہ کفارہ بھی ادا کرے اگر فرزند باپ کو قتل کرے تو وہ قصاص میں قتل ہوگا اگر ماں بچے کو قتل کرے تو وہ بھی قتل ہوگا۔ چوتھی شرط عقل ہے یعنی دیوانہ یا بچہ کسی کو قتل کرے تو قصاص نہیں بلکہ ان کے عاقلہ سے خون بہا لیا جائے (عاقلہ کا ذکر آگے ہے) کیونکہ ان کا فعل عمدی بھی خطا ہے۔ اگر کوئی بالغ کسی بچہ کو قتل کرے تو قصاص ہوگا اور عاقل دیوانے کو قتل کرے تو اس سے خون بہا لیا جائے گا۔ بشرطیکہ قاتل نے قصد دفع نہ کیا ہو ورنہ دیوانے کا خون ہدر ہے (یعنی دیوانہ کسی پر حملہ کرے اور وہ دفع کے قصد سے بشرط ضرورت دیوانہ کو مار ڈالے تو کچھ جرم نہیں) اندھا مثل بینا کے ہے۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ مقتول معصوم الدم ہو (یعنی اس کا قتل کسی سبب سے واجب یا جائز نہ ہو) جیسے کوئی مرتد کو قتل کرے یا ایسے شخص کو جس کا قتل شرعاً مباح ہو تو کچھ جرم نہیں (بشرطیکہ ارتداد وغیرہ کا ثبوت پہنچائے۔)

اشتراک

جب چند آدمی مل کر ایک مرد مسلمان آزاد کو قتل کریں تو مقتول کے وارث کو جائز ہے کہ اس کے عوض میں اس کو قتل کرے بشرطیکہ ان سب کا خون بہا خون بہائے مقتول کے وضع کرنے کے بعد انہیں پہنچائے (جیسے چار آدمیوں نے ایک آدمی کو قتل کیا اس کا خون بہا ایک ہزار دینار ہے ہر ایک کے ذمے ڈھائی سو اور ہر ایک قاتل کا خون بہا بھی ایک ہزار دینار ہے پس ہر ایک کے خون بہا سے ڈھائی سو دینار وضع کر کے ساڑھے سات سو دینار ہر ایک کو دے کر قتل کریں۔ مقتول کے وارث کو یہ بھی

جائز ہے کہ ان میں سے بعض کو قتل کرے اور بعض کو چھوڑ دے۔ اس صورت میں جو قاتل رہا ہوں ان میں سے ہر ایک پر واجب ہے کہ جو اس کے ذمے مقتول کا خون بہا ہے وہ ان بعض کو دے جو قتل ہوتے ہیں۔ پس ان بعض کا خون بہا جو قتل ہوتے ہیں حصہ خون بہائے مقتول کے دفع کرنے کے بعد پورا ہو جائے تو بہتر ہے اور زیادہ ہو تو خود لے۔ (جیسے ایک عورت اور تین مردوں نے مل کر ایک مرد کو قتل کیا مقتول کا وارث قصاص میں فقط عورت کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ اس صورت میں خون بہا کی بچت ہو گی) قطع اطراف (یعنی دست و پا وغیرہ) کے قصاص کا بھی یہی حکم ہے اگر دو عورتیں ایک مرد کو قتل کریں تو دونوں قصاص میں قتل ہوں گی اور انہیں کچھ دینے کی ضرورت نہیں اگر دو سے زیادہ عورتیں ایک مرد کو قتل کریں تو ان سب کو ان کا بقیہ خون بہا دے کر قتل کر سکتے ہیں، وارث مقتول کو جائز ہے کہ بعض کو قتل کرے اور بعض اپنے حصہ کا خون بہا دیں اگر ایک مرد اور ایک عورت مل کر ایک مرد کو قتل کریں تو وارث مقتول دونوں کو قتل کر سکتا ہے مگر مرد کو اس کا بقیہ خون بہا پہلے پہنچائے اگر فقط مرد کو قتل کرے تو عورت اپنے حصہ کا خون بہا اس مرد کو جو قتل ہوتا ہے دے اگر فقط عورت کو قتل کرے تو مرد سے آدھا خون بہا خود لے۔ اگر ایک غلام اور آزاد مل کر ایک مرد آزاد کو قتل کریں تو وارث مقتول دونوں کو قتل کر سکتا ہے۔ مگر آزاد کو آدھا خون بہا پہلے دے۔ اگر فقط آزاد کو قتل کرے تو غلام کا آقا آدھا خون بہا آزاد کو دے۔ یا غلام کو اسے سپرد کرے اگر غلام کی قیمت نصف خون بہا سے زیادہ ہو تو زیادتی واپس نہ لے۔ اگر فقط غلام کو قتل کرے اور اس کی قیمت نصف خون بہا سے زیادہ ہو تو زیادتی واپس نہ لے۔ اگر فقط غلام کو قتل کرے اور اس کی قیمت نصف خون بہا سے زیادہ ہو تو وہ آزاد جو قتل سے بچ گیا

ہے وہ زیادتی اس آقا کو دے اگر زیادتی آدھے خون بہا کے برابر ہے تو بہتر ورنہ اس
کی بہرنی مقتول کے اولیاء کو دے، اگر ایک غلام اور ایک عورت مل کر ایک مرد آزاد کو
قتل کریں تو ولی مقتول دونوں کو قصاص میں قتل کر سکتا ہے۔ اگر غلام کی قیمت اس کے
ذمے کے خون بہا سے زیادہ ہے تو زیادتی غلام کے آقا کو پہنچائے اور جائز ہے کہ
عورت کو قتل کرے اور غلام کو اپنا غلام بنائے بشرطیکہ اس کی قیمت اس کے ذمہ کے خون
بہا کے برابر یا کم ہو اگر زیادہ ہو تو زیادتی اس کے آقا کو پہنچائے اگر فقط غلام کو قتل
کرے اور اس کی قیمت نصف خون بہا کے برابر یا کم ہو تو ولی مقتول عورت کے ذمہ کا
نصف خون بہا عورت سے لے اگر قیمت نصف خون بہا سے زیادہ ہو تو عورت غلام
کے آقا کو وہ زیادتی دے پس اگر زیادتی بھی نصف خون بہا کے برابر ہو تو خیر ورنہ جو
بچ رہے وہ مقتول کے ورثہ کو دے۔

قتل

وہ تین امر ہیں۔ پہلا امر اقرار رہے اگر بالغ و عاقل ایک مرتبہ کسی کو قتل
کرنے کا اقرار کرے تو کافی ہے اگر ایک شخص اقرار کرے کہ میں نے عمداً قتل کیا ہے
دوسرا کہے کہ میں نے قتل کیا ہے پھر پہلا شخص اپنے اقرار سے پلٹ جائے تو دونوں
سے قصاص ساقط ہے اور مقتول کا خون بہا (اس صورت میں) بیت المال سے دیا
جائے گا اگر ایک شخص قتل عمد کا اقرار کرے دوسرا کہے کہ میں نے خطا سے قتل کیا ہے تو
ولی مقتول کو اختیار ہے کہ جس کی چاہے تصدیق کرے، مگر جب ایک کی تصدیق کرے
گا تو دوسرے پر کچھ دعویٰ نہ چلے گا۔ دوسرا امر بیّنہ ہے یعنی دو مرد عادل (کی گواہی)

اور ایک مرد اور دو عورتوں سے یا ایک مرد اور ایک قسم سے وہ جُرم ثابت ہوگا جس میں
خون بہا واجب ہے جیسے قتل خطا یا ایسا زخم جس سے ہڈی کٹے۔ تیسرا امر قسامہ وہ لوث
سے قائم ہوتا ہے یعنی ایسی نشانیاں پائی جائیں جن سے مدعی کی سچائی پر گمان غالب ہو
جیسے ایک گواہ ایسی صورت میں مدعی اپنے دعوے کا ثبوت اس طرح کرے کہ وہ اور
اس کی قوم کے لوگ پچاس قسمیں کھائیں (اگر پچاس آدمی قوم میں نہ ہوں تو جس قدر
ہوں مکرر قسمیں کھائیں تا پچاس قسمیں پوری ہوں) اگر بالکل متمین نہ ہو تو خود مدعی
پچاس قسمیں کھائے۔ اگر مدعی قسمیں نہ کھائے تو ملزم (اپنی برأت میں) اور اس کی
قوم پچاس قسمیں کھائے اگر قوم نہ ہو تو خود ملزم پچاس قسمیں کھائے اگر قسم سے انکار
کرے تو قتل ثابت ہوگا۔ جن اعضاء کا پورا خون بہا واجب ہے ان کا حکم بھی مثل جان
کے ہے۔ اگر خون بہا کم ہو تو اس کے حساب سے قسمیں بھی کم ہوں گی۔ اگر ایک
فاسق یا بچے اور کافر گواہی دیں تو لوث ثابت نہ ہوگا۔ اگر فاسقوں یا عورتوں کی ایک
جماعت گواہی دے بشرطیکہ سازش کا مظنہ نہ ہو تو لوث ثابت ہے۔ اگر بہت سے کافر یا
بچے گواہی دیں تو لوث ثابت نہیں مگر جس وقت کی خبر حد تواتر کو پہنچے (تو اس خبر کا یقین
ہو جائے گا) اگر مقتول کی لاش ایک قوم کے گھر میں یا ان کے محلے میں یا ان کے گاؤں
میں ملے تو ان پر لوث ثابت ہے اگر دو گاؤں کے بیچ میں لاش ملے تو جس سے نزدیک
ہو اس گاؤں والوں پر لوث ہے اگر دونوں سے برابر ہو تو دونوں گاؤں والے لوث میں
برابر ہیں اگر کسی کی لاش صحرائے وسیع میں ملے اور اس کا حل معلوم نہ ہو یا کسی لشکر یا
بازار میں ملے تو بیت المال سے خون بہا دیا جائے گا۔ اور جب لوث نہ ہو تو یہ دعویٰ بھی
مثل اور دعاوی کے ہوگا۔

قصاص

قتل عمد میں قصاص واجب ہے اور خون بہا بغیر صلح ثابت نہیں ہوتا۔ اسی طرح زخموں کا حکم ہے بغیر شمشیر یا مثل شمشیر کے اور کسی طرح قصاص جائز نہیں اور فقط گردن مارنا چاہئے اگر عضو کے قصاص میں سرایت ہو تو قصاص کرنے والا ضامن نہیں بشرطیکہ تعدی نہ کی ہو اگر قصاص لینے کے کئی آدمی مستحق ہوں تو سب کے جمع ہونے تک قصاص موقوف رہے گا اگر ورثہ خون بہا طلب کریں اور قاتل ادا کرے تو دوسرے ورثہ کو جائز ہے کہ جو خون بہا اپنے حصہ کا بعض ورثہ نے لیا ہے اپنے پاس سے قاتل کو پھیر دیں اور قصاص لیں اگر بعض ورثہ معاف کریں تو بھی یہی حکم ہے۔ اگر قاتل قصاص سے پہلے مر جائے تو اس کے ترکہ سے خون بہا لیا جائی۔ اگر کسی مقتول کا ہاتھ پہلے قصاص میں کٹ چکا ہو یا اس کا ہاتھ کاٹ کر کوئی خون بہا دے چکا ہو تو ایسے مقتول کے وارث کو جائز ہے کہ قاتل سے قصاص لے مگر پہلے ہاتھ کا خون بہا قاتل کو پہنچائے اگر مقتول کا ہاتھ (قتل سے پہلے) بغیر قصاص کے کاٹا گیا ہو یا اس کی دیت نہ ملی ہو تو قاتل کو بھی کچھ نہ ملے گا۔ اعضا کا قصاص بھی اس شخص کے لئے ثابت ہوگا جس کے لئے جان کا قصاص ثابت ہے عورت سے مرد کا فقط قصاص لیں اور کچھ نہ لیں اور عورت کا قصاص جب مرد سے لیں تو نصف خون بہا مرد کے عضو کا مرد کو دیں ثلث سے زیادہ میں عضو کے قصاص میں صحت عضو کا اعتبار ہوگا یعنی عضو صحیح سوکھے ہوئے عضو کے عوض میں نہ کاٹا جائے گا ہاں خشک عضو کو صحیح عضو کے عوض میں کاٹیں گے بشرطیکہ عضو خشک کاٹنے کے قابل ہو، زخم سر کے قصاص میں طول و عرض برابر ہونا

چاہئے نہ عمق بلکہ عمق میں مسمی کافی ہے۔ مثل موضحہ کے (موضحہ ایسے زخم کو کہتے ہیں جو ہڈی ظاہر کردے) ایسے زخم میں قصاص ثابت ہے جس میں (بسبب عدم خوف ہلاکت کے) تعزیر نہ ہو اور جسم زخم میں تعزیر ہے اس میں قصاص نہیں جیسے مامومہ اور جائفہ اور شکست استخواں (مامومہ وہ زخم ہے کہ سر کے ایسے مقام پر واقع ہو جہاں دماغ کی تھیلی ہے۔ اسے ام الراس کہتے ہیں اور جائفہ وہ زخم ہے جو جوف میں پہنچے) کافر ذمی کے عضو کا قصاص مسلمان سے نہ ہوگا۔ اور نہ غلام کے عضو کا آزاد سے وہ ناک جو قوت شامہ رکھتی ہے اس ناک کے عوض میں جو نہیں سونگھ سکتی کاٹی جائے گی اسی طرح سننے والا کان بہرے کان کے عوض میں کاٹا جائے گا۔ مرد کا ذکر نامرد کے ذکر کے عوض میں نہ کاٹا جائے گا۔ کانے کی جو آنکھ اچھی ہے اچھی آنکھ کے عوض میں نکالی جائے گی۔ ہر چند وہ اندھا ہو جائے۔ اگر کوئی بچے کا دانت نکال دے تو ایک برس تک انتظار کریں اگر دوسرا دانت (اسکی جائے پر) نکل آئے تو مجرم سے ایک دانت کا خون بہا لیا جائے ورنہ قصاص میں اس کا دانت بھی نکال دیا جائے جو مجرم حَرم میں پناہ لے اس کے کھانے پینے میں تنگی کریں۔ تاکہ وہ حرم سے باہر آئے اور اس سے قصاص لیں اگر کوئی حرم میں کسی کو زخمی یا قتل کرے تو وہیں قصاص ہوگا اگر کوئی پہلے کسی کا ہاتھ کاٹ ڈالے پھر کسی کی انگلیاں کاٹ ڈالے تو اُس شخص سے اول کی طرف سے قصاص لیں اور دوسرا اپنی انگلیوں کا خون بہا لے اگر پہلے کسی کی انگلیاں کاٹے اور پھر کسی کا ہاتھ تو پہلے کے قصاص میں انگلیاں کاٹی جائیں پھر دوسرا شخص قصاص بھی لے اور انگلیوں کا خون بہا بھی لے۔

خون بہا

قتل عمدؐ میں مرد آزاد مسلمان کا خون بہا اور ایک سو اونٹ ہیں جو پنج سالہ ہوں یا دو سو مسنہ گائیں (یعنی ہر گائے اتنی بڑی) ہو یا ایک ہزار بکرے یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم ایک برس کے اندر قائل کے مال سے یہ خون بہا لیا جائے گا۔ (قتل عمدؐ میں) بے رضا مندی طرفین خون بہا ثابت نہیں ہوتا۔ شبہ عمدؐ کے خون بہا میں اونٹ دینا چاہیے تو (وہ بھی سو ہیں مگر فرق اتنا ہے کہ) ان میں تینتیس اونٹنیاں دو برس کامل کی ہوں اور تینتیس اونٹنیاں پوری تین برس کی اور چونتیس اونٹنیاں پانچ برس کی حاملہ ہونی چاہئیں (شبہ عمدؐ میں) باقی اقسام خون بہا مثل عمدؐ کے ہیں۔ یہ دو برس کے اندر قاتل کے مال سے وصول کیا جائے گا۔ قتل خطا کے خون بہا میں اونٹ دینا چاہیے تو بیس اونٹنیاں ایک سال کے ہوں اور بیس اونٹ دو برس کے ہوں اور تیس اونٹنیاں دو برس کی ہوں اونٹنیاں کامل تین برس کی ہوں۔ باقی قسمیں خون بہا کی وہی ہیں جو ذکر ہوئیں۔ قتل خطا میں عاقلہ کے مال سے (جس کا ذکر آئندہ ہے۔) تین برس میں خون بہا وصول کیا جائے۔ عورت کا خون بہا مرد کے خون بہا کا آدھا ہے مرد ذمی کا خون بہا آٹھ سو درہم ہیں اور ذمیہ کا چار سو درہم غلام کا خون بہا اس کی قیمت ہے بشرطیکہ مرد آزاد کے خون بہا سے زیادہ نہ ہو ورنہ زیادتی ساقط ہوگی۔ اور کنیز کا خون بہا اس کی قیمت ہے بشرطیکہ زن آزاد کے خون بہا سے زیادہ نہ ہو اگر زیادہ ہو تو زن آزاد کے خون بہا سے زیادہ نہ ہو اگر زیادہ ہو تو زن آزاد کے خون بہا کے برابر لیا جائے گا۔ اعضائے مملوک کا خون بہا اس کی قیمت کی نسبت سے ہے پس آزاد کے

جس عضو میں پورا خون بہا ہے غلام کے اس عضو میں پوری قیمت ہے۔ مگر (اس صورت میں) مالک زخمی غلام کو زخمی کرنے والے کے سپرد کئے بغیر یہ خون بہا طلب نہیں کر سکتا آزاد کے جس عضو میں خون بہا کم ہے اس کے حساب سے غلام کے عضو کے لئے غلام کی قیمت میں سے کم ہوگا۔ جس عضو میں خون بہا مقرر نہیں اس میں ارش (یعنی جرمانہ حسب رائے حاکم شرع) ثابت ہوگا۔ غلام کسی کو زخمی کرے تو اس کا خون بہا اسی سے متعلق ہے (یعنی زخمی اسے اپنا غلام بنا لے گا۔) آقا پر اس کا خون بہا نہیں۔ ہاں آقا کو جائز ہے کہ زخم کا خون بہا خود دے کر اپنا غلام چھڑا لے۔

وہ اُمور جن سے آدمی خون بہا کا ضامن ہوتا ہے

وہ دو امر ہیں اول مباشرت یعنی خود ایسا کام کرے جس سے بغیر قصد کوئی تلف ہو جیسے طبیب علاج کرے اور راس علاج کے سبب سے کوئی مر جائے یا کوئی سونے میں کروٹ بدلے اور کوئی شخص اس کے نیچے دب کے مر جائے یا کوئی چیز اپنے سر پر اٹھائے اور وہ کسی پر گرے اور وہ مر جائے یا وہ چیز تلف ہو پس اس کا اُٹھانے والا ضامن ہے اگر کوئی دوسرا گرائے تو گرانے والا ضامن ہے اگر تین آدمی ایک دیوار گرائیں اور دیوار تینوں میں سے کسی پر گرے اور وہ مر جائے تو باقی دو پر دو ثلث خون بہا واجب ہے۔ اگر کسی کو اپنے گھر سے رات کو نکال دے تو وہ اس کا ضامن ہے ہاں اگر اس کا اپنی موت سے مرنا یا کسی آدمی کا اس کو قتل کرنا گواہوں سے ثابت کر دے تو یہ شخص بری ہو جائے گا۔

دوسرا امر سبب ہے۔ جیسے کوئی دوسرے کا کنواں کھودے اور اس میں گر کے

مرجائے۔ یا چھری نصب کرے یا کوئی شے پھنسانے والی رستے میں ڈال دے (اور ان چیزوں سے کوئی مرجائے) تو وہ شخص ضامن ہے اگر یہ کام اپنی زمین پر کرے تو وہ ضامن نہیں اگر کوئی کسی کے گھر میں اجازت سے جائے اور ان کا کتا اسے کاٹ لے تو وہ شخص اس کے زخم کے خون بہا کا ضامن ہے اگر بے اجازت جائے تو ضامن نہیں۔ اگر کوئی کسی جانور پر سوار ہو کر جائے اور وہ جانور کسی کو ہاتھوں سے زخمی کرے تو سوار ضامن ہے۔ اسی طرح جانور کے کھینچنے والے کا حکم ہے اگر کسی جانور کو کھڑا کرے اور وہ جانور کسی کو اپنے ہاتھ پاؤں سے زخمی کرے تو کھڑا کرنے والا ضامن ہے اگر کوئی دوسرا شخص اس جانور کو مارے اور وہ جانور ہاتھ پاؤں سے کسی کو زخمی کرے تو مارنے والا ضامن ہے، اگر دو شخص سوار ہوں تو دونوں ضامن ہیں اگر اس جانور کا مالک ساتھ ہو تو مالک ضامن ہے نہ سوار۔ اگر سوار کو جانور گرا دے تو مالک ضامن ہے بشرطیکہ مالک نے اس جانور کو بھگایا ہو ورنہ ضامن نہیں اگر مباشرت اور سبب جمع ہوں تو مباشرت ضامن ہے۔

خون بہائے اعضاء

سَر کے بالوں یا ڈاڑھی کے بالوں کے لئے پورا خون بہا ہے بشرطیکہ پھر بال نہ اُگیں اگر اُگیں تو ارش لازم ہے عورت کے سر کے بالوں میں عورت کا پورا خون بہا واجب ہے (بشرطیکہ پھر بال نہ اُگیں) اگر اُگیں تو مہر کے برابر دیت واجب ہے دونوں اَبروؤں کا خون بہا پانچ سو دینار ہیں ایک ابرو میں اس کا آدھا۔ پلک کے بالوں میں ارش ہے اس طرح باقی تمام بالوں کا حکم ہے۔ ہر ایک آنکھ کے لئے آدمی کا آدھا

خون بہا لازم ہے اور ہر پلک میں ربع ۔کانے کی اچھی آنکھ کے لئے پورا خون بہا
ہے۔ بشرطیکہ پیدائش سے کانا ہو یا پیدائش کے بعد خدا کی طرف سے آنکھ گئی ہو۔
کانے کی وہ آنکھ جو ضائع ہے کوئی نکال ڈالے تو ثلث خون بہا ہے۔ ناک کے لئے
پورا خون بہا لازم ہے اسی طرح ناک کی نوک کے لئے اس طرح اگر ناک توڑے اور
وہ بگڑ جائے۔ ہاں اگر پھر درست ہو اور کچھ عیب نہ رہے تو سو دینار واجب ہے۔ اگر
کسی کی ناک کو شل کر دے تو دو ثلث خون بہا دے ناک کے دونوں سوراخوں میں جو
پردہ ہے اسے کاٹے تو آدھا خون بہا دے (اسی طرح) ناک کے ہر پردہ کے کاٹنے
میں آدھا خون بہا واجب ہے، ہر کان کے لئے آدھا خون بہا (آدمی کا) لازم ہے۔
کان کے ہر جزو کے واسطے کان کا خون بہا تقسیم کر کے اس کے حساب سے دے۔ کان
کی لو کے لئے کان کے خون بہا کی تہائی لازم ہے لَو کے چیرنے کا بھی یہی حکم ہے ہر
لب کے لئے (آدمی کا) آدھا خون بہا لازم ہے اور بعض لب میں اس کے حساب
سے دینا چاہئے اگر اوپر کی طرف لب اٹھ جائے تو شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمتہ نے کہا
ہے کہ ایک لب کا خون بہا لازم ہے اگر دونوں لَب ڈھیلے ہو جائیں تو (آدمی کے)
خون بہا کی دو تہائیاں لازم ہیں زبان صحیح اور زبان طفل کے لئے پورا خون بہا واجب
ہے اگر زبان کا کوئی جز کاٹ ڈالے تو اس کا اعتبار حروف معجمہ پر ہے۔ وہ اٹھائیس
حروف ہیں۔ پس کل خون بہا اٹھائیس حرفوں پر تقسیم کیا جائے اور جتنے حروف نہ بولے
جائیں اتنا خون بہا لیا جائے۔ گونگے کی زبان کے لئے ثلث خون بہا لازم ہے اور اس
کے جز کے لئے مساحت کے حساب سے خون بہا لیا جائے۔ اگر (زخمی) دعویٰ کرے
کہ زخم کے سبب سے گویائی جاتی رہی ہے تو قسامہ سے اس کا دعویٰ کی تصدیق ہوگی

کل دانتوں کے لئے (آدمی کا) پورا خون بہا لازم ہے وہ اٹھائیس ہیں۔ (یہ تعداد بنا
پر شہور ہے ورنہ اکثر بتیس دانت ہوتے ہیں) ان میں سے بارہ آگے کے دانت ہیں۔
جن میں سے ہر ایک دانت کے لئے پچاس دینار واجب ہیں اور موخرہ (یعنی پیچھے
کے) سولہ دانت ہیں ہر ایک کے لئے پچیس دینار لازم ہیں (بشرطیکہ مرد کے دانت
ہوں۔) اگر کوئی علیحدہ دانت نکلا ہو تو اصل دانت کا ثلث خون بہا واجب ہے۔ اگر وہ
اصل دانت سے ملا ہوا ہو تو خاص اس کے لئے کچھ نہیں اگر کسی کا دانت کسی کی ضرب
سے سیاہ ہو جائے یا پھٹ جائے اور نہ گرے تو ایک دانت کی دو ثلث دیت لازم ہے
اگر بچے کا دانت جو سخت نہ ہوا ہو کوئی توڑ ڈالے اور وہ پھر نکل آئے تو ارش لازم ہے
ورنہ ایک سخت دانت کا خون بہا لیا جائے اگر کسی کی گردن توڑے اور وہ کج گردن ہو
جائے تو پورا خون بہا دے۔ اگر کسی کی گردن پر ایسا زخم لگائے جس سے وہ کوئی چیز نگل
نہ سکے۔ جب بھی یہی حکم ہے اگر گردن پھر اچھی ہو جائے تو ارش لازم ہے اگر کسی کی
ڈاڑھی کے دونوں طرف کے مقام توڑ ڈالے تو ایک پورا خون بہا واجب ہے۔
بشرطیکہ وہ مقام دانتوں سے خالی ہو جیسے طفل یا وہ شخص جس کے منہ میں دانت نہ ہوں
اگر دانتوں سمیت توڑے تو دو خون بہا دے ہر ہاتھ کے لئے (آدمی کا) آدھا خون بہا
لازم ہے۔ اس کی حد پہونچے تک ہے ہاتھ کے شل کرنے میں ہاتھ کے خون بہا کے
دو ثلث واجب ہیں اور خشک ہاتھ قطع کرنے میں اچھے ہاتھ کا ثلث خون بہا لازم ہے
اسی طرح دست زائد کے لئے دونوں ہاتھوں کی ہر انگلی کے واسطے (آدمی کے) خون
بہا کا دسواں حصہ واجب ہے ہر انگلی کا خون بہا تین پور پر تقسیم ہوگا اور انگوٹھے کا دو پور
پر۔ زائد انگلی کے لئے اچھی انگلی کا ثلث خون بہا لازم ہے اسی طرح انگشت شل کا حکم

ہے۔ اگر کوئی اچھی انگلی کو شل کر دے تو انگلی کے خون بہا کے دو ثلث دے۔ ناخن اُکھیڑنے میں دس دینار واجب ہیں۔ بشرطیکہ پھر وہ ناخن نہ آئے یا سیاہ ناخن آئے اگر سفید ناخن آئے تو پانچ دینار واجب ہیں۔ پیٹھ کے توڑنے میں پورا خون بہا لازم ہے اگر کسی کی پیٹھ پر کوئی صدمہ پہنچائے جس سے وہ کبڑا ہو جائے یا بیٹھ نہ سکے جب بھی یہی حکم ہے۔ اگر پیٹھ درست ہو جائے تو ثلث خون بہا دے اگر پیٹھ کے توڑنے سے چلنا اور جماع کرنا موقوف ہو جائے تو دو خون بہا لازم ہے اگر کوئی پیٹھ کے مہرے کا مغز جسے حرام مغز کہتے ہیں کاٹ ڈالے تو ایک پورا خون بہا دے۔ عورت کے ہر پستان کے واسطے عورت کا آدھا خون بہا لازم ہے۔ اسی طرح ہر پستان کا حکم ہے (اگر کسی زخم یا صدمہ سے) دودھ بند ہو جائے یا دودھ کا نکلنا متعذر رہو تو ارش لازم ہے مرد کے ہر پستان کے لئے شیخ ابو جعفرؒ طوسی کے نزدیک آدھا خون بہا لازم ہے اور ابن بابویہؒ کے نزدیک خون بہا کا آٹھواں حصہ، عضو تناسل کے لئے پورا خون بہا لازم ہے اسی طرح حشفہ کا حکم ہے نامرد کے عضو تناسل کے واسطے ثلث خون بہا واجب ہے دونوں خصیوں کے لئے پورا خون بہا واجب ہے اور ایک کے لئے آدھا۔ اگر کوئی کسی کو صدمہ پہنچائے جس سے فتق ہو جائے تو چار سو دینار دے اگر وہ آدمی پاؤں کھلے رکھے اور چل نہ سکے تو آٹھ سو دینار واجب ہیں فرج کے دونوں کناروں میں سے ہر ایک کے لئے عورت کا آدھا خون بہا لازم ہے سوراخ بول وحیض کو ایک کر دے تو (عورت کا) پورا خون بہا دے اگر شوہر اپنی زوجۂ بالغہ سے مقاربت کرے جس سے سوراخ بول وحیض ایک ہو جائے تو خون بہا ساقط ہے۔ اگر زوجۂ نابغہ سے ہو تو مہر کے ساتھ خون بہا بھی واجب ہے۔ اور نفقہ بھی یہاں تک کہ نوں میں سے ایک مر

جائے۔ اگر غیر شخص جبراً مقاربت کرے (اور دونوں سوراخ ایک ہو جائیں۔) تو علاوہ سزائے زنا بالجبر کے) مہر اور پورا خون بہالازم ہے۔ اگر عورت راضی ہوتو فقط خون بہادے جس عورت سے جبراً زنا کیا ہے باکرہ ہوتو ارش بکارت بھی لازم ہے۔ ہر سرین کے واسطے آدھا خون بہاواجب ہے اور ہر پاؤں کے لئے آدھا، پنڈلی اور قدم کا جوڑ پاؤں کی حد ہے۔ پاؤں کی انگلیاں مثل ہاتھوں کی انگلیاں کے ہیں، ہر پنڈلی اور ہر ران کے لئے آدھا خون بہالازم ہے پسلی کی ہر ہڈی توڑنے میں پچیس دینار واجب ہیں بشرطیکہ وہ قلب سے ملی ہوں اگر بازؤں کے نزدیک ہوں تو ہر استخوال کے لئے دس دینار، ریڑھ کی ہڈی توڑے تو پورا خون بہادے بشرطیکہ پائخانہ رک نہ سکے اس مقام کے توڑنے کا یہی حکم ہے جوذکر اور خصیوں کے بیچ میں ہے بشرطیکہ پائخانہ اور پیشاب نہ رُک سکے اگر پسلی کی ہڈی توڑے پھر وہ بغیر عیب کے درست ہو جائے تو چالیس دینار دے اگر کسی کے پیٹ پر اس قدر لاتیں مارے کہ حدث صادر ہوتو اس کے پیٹ پر بھی لاتیں ماریں یا ثلث خون بہا کے برابر فدیہ لیا جائے۔ اگر کوئی کسی عورت کا بکر انگلی سے دفع کرے یہاں تک کہ مثانہ پھٹ جائے اور پیشاب نہ رُک سکے تو اس پر ایک خون بہا اور مہر مثل واجب ہے ہر عضو کی ہڈی توڑنے میں اس عضو کے خون بہا کا پانچواں حصہ لازم ہے۔ اگر بغیر عیب کے درست ہو جائے تو ہڈی توڑنے کا جوخون بہا ہے اس کے پانچ حصے کر کے چار حصے دے ہڈی کے زخم میں ہڈی تورنے کا جوخون بہا ہے اس کا ربع واجب ہے اور ہڈی کے کچلنے میں اِس عضو کے خون بہا کی تہائی واجب ہے اگر وہ پھر بغیر عیب کے درست ہو جائے تو اس تہائی کے پانچ حصوں میں سے چار حصے دے اگر کسی کی ہڈی عضو سے اس طرح جدا کر دے کہ وہ

عضو بیکار ہو جائے تو اس عضو کے خون بہا کی دو تہائیاں ادا کرے پھر وہ عضو بغیر عیب کے اچھا ہو جائے تو اس میں سے پانچ حصے کر کے چار حصے پہنچائے۔

منفعتوں کے خون بہا

اگر کسی کی عقل بالکل زائل کر دے تو ایک پورا خون بہا دے اگر عقل کم ہو تو ارش لازم ہے اگر پھر وہ عقل عود کرے تو خون بہا واپس نہ ہوگا۔ سماعت کے بالکل زائل کرنے میں پورا خون بہا واجب ہے اور ایک کان کی سماعت کے لئے آدھا اگر ایک کان کی سماعت کم کر دے تو دوسرے کا پھر قیاس کیا جائے اور دو کانوں کی سماعت میں جس قدر دور اور نزدیک کا تفاوت ہے اس کے حساب سے خون بہا لیا جائے اگر دونوں کانوں کی سماعت کم کر دے تو اس کے ہم سن پر قیاس کریں، ہر آنکھ کی بینائی زائل کرنے میں آدھا خون بہا واجب ہے اور ایک آنکھ کی بینائی کم کرنے میں اس کے حساب کے موافق واجب ہے۔ اسی طرح دونوں آنکھوں کی بینائی کم کرنے کا حکم ہے اور اس صورت میں اس کے ہم سن پر قیاس کیا جائے گا۔ قوت شامہ زائل کرنے میں پورا خون بہا واجب ہے۔ اگر ناک کاٹ ڈالے اور اس سے قوت شامہ جاتی رہے تو دو خون بہا واجب ہیں۔ قوت شامہ کم کرنے میں جس قدر حاکم شرع مناسب جانے ارش دینا ہوگا، مزہ زائل کرنے میں ایک خون بہا لازم ہے اور اس کے کم کرنے میں ارش اگر کسی کو ایسا صدمہ پہنچائے کہ جماع کے وقت انزال نہ ہو سکے تو ایک خون بہا واجب ہے۔ اگر سلسلہ البول کی بیماری ہو جائے تو پورا خون بہا لازم ہے۔ آواز بلند کر دینے میں ایک خون بہا واجب ہے۔

زخموں کا خون بہا

جو زخم سر سے مخصوص ہیں وہ آٹھ ہیں۔ اول خارصہ یعنی وہ زخم جس سے
پوست پھٹ جائے اس کے لئے ایک اونٹ واجب ہے دوسرا دامیہ یعنی وہ زخم جو تھوڑا
سا گوشت میں در آئے اس کے لئے دو اونٹ لازم ہیں تیسرا متلاحمہ یعنی جو زخم کہ
گوشت میں بہت در آئے اس کے لئے تین اونٹ واجب ہیں، چوتھا سمحاق۔ یعنی وہ
زخم جو ہڈی کے پردے تک پہنچے اس کے واسطے چار اونٹ لازم ہیں۔ پانچواں موضحہ
یعنی وہ زخم جس سے ہڈی (کی سفیدی) نظر آئے اس کے لئے پانچ اونٹ لازم
ہیں۔ چھٹا ہاشمہ یعنی وہ زخم جو ہڈی توڑ دے اس کے واسطے دس اونٹ واجب ہیں۔
ساتواں منقلہ یعنی وہ زخم جس سے ہڈی اکھیڑنے کی ضرورت ہو اس کے لئے پندرہ
اونٹ لازم ہیں۔ آٹھواں مامومہ۔ یعنی ایسے مقام تک زخم واقع ہو جہاں دماغ کی
تھیلی ہے اس کے لئے (آدمی کا) ثلث خون بہا واجب ہے اسی طرح جائفہ کا حکم ہے
یعنی جو زخم کہ جوف تک پہنچے۔ جو زخم کہ ناک میں دھنس جائے اس کے واسطے ثلث
خون بہا لازم ہے۔ پھر درست ہو جائے تو خمس خون بہا دے۔ اگر ناک کے کسی پردہ
پر زخم لگائے کہ دونوں سوراخوں کے بیچ میں جو پردہ ہے وہاں تک پہنچے تو خون بہا کا
دسواں حصہ دے دونوں لبوں کے چیر ڈالنے میں ثلث خون بہا واجب ہے بشرطیکہ
دانت نظر آئیں اگر پھر درست ہو جائیں تو خون بہا کا پانچواں حصہ لازم ہے ایک لب
کے چیرنے میں ثلث کا نصف واجب ہے اگر کسی کے منہ پر اس طرح مارے کہ منہ
سرخ ہو جائے تو ڈیڑھ دینار دے اگر منہ سبز ہو جائے تو تین اگر سیاہ ہو جائے تو چھ

دینار لازم ہیں۔ اگر بدن پر اِس طرح مارے تو اس کا آدھا واجب ہے منہ کے زخم سر کے زخم کے برابر ہیں بدن میں جس عضو کا خون بہا سر کے برابر ہے اس کے زخموں میں برابر ہے اور کم میں کم خون بہا اور قصاص میں خون بہا کے ثلث کو پہنچنے تک عورت اور مرد برابر ہیں اور وہاں سے عورت کا خون بہا آدھا ہوگا۔ مرد کے جس عضو میں مرد کا خون بہا لازم ہے عورت کے اس عضو میں عورت کا خون بہا لازم ہے۔ اسی طرح ذمی اور غلام کا حال ہے مرد آزاد کے جس عضو میں کم خون بہا مقرر ہے عورت اور ذمی کے اس عضو میں ان کے خون بہا کی مناسبت سے اور غلام کے اس عضو میں اس کی قیمت کی مناسبت سے کمی ہوگی۔ جس کا ولی کوئی نہیں اس کا ولی امام ہے خواہ قصاص لے یا خون بہا مگر معاف نہیں کرے گا۔

حمل کا خون بہا

جب نطفہ رحم میں ٹھہرے تو اس کا خون بہا بیس دینار ہیں۔ اور خون جم جائے تو چالیس دینار جب گوشت کا ٹکڑا بن جائے تو ساٹھ دینار جب ہڈی بنے تو ۸۰ دینار اور خلقت پوری ہو اور روح نہ بھری ہو تو سو دینار واجب ہیں ان حالتوں کے بیچ میں اس کے حساب سے ہے ذمی کے حمل کا خون بہا اس کے باپ کے خون بہا کا دسواں حصہ ہے اور حمل مملوک کا خون بہا اس کی ماں کی قیمت کا دسواں حصہ ہے۔ خواہ لڑکے کا حمل ہو یا لڑکی کا۔ جب پیٹ کے بچے میں روح بھرے اور وہ لڑکا ہو تو اس کے لئے مرد کا خون بہا پورا واجب ہے اور لڑکی ہو تو آدھا۔ اگر کوئی شخص کسی عورت کو مار ڈالے اور اس کے ساتھ اس کے پیٹ میں کا بچہ بھی مر جائے تو عورت کے لئے

عورت کا خون بہا اور بچہ کے لئے آدھا مرد کا خون بہا اور آدھا عورت کا خون بہا لازم ہے بشرطیکہ بچہ کا حال معلوم نہ ہو۔ اگر عورت خود اپنا حمل گرادے تو اس کے وارثوں کو اس کا خون بہا دے اس میں سے ماں کا حصہ ساقط ہے۔ اگر کوئی کسی جماع کرنے والے کو اس طرح ڈرا دے کہ فرج کے باہر اس کا انزال ہو تو دس دینار دے حمل کا خون بہا وہی اقربا لیں گے جو درجات کے لحاظ سے مال کی میراث لیتے ہیں حمل کے زخموں اور اعضاء کا خون بہا اس کی ذات کے خون بہا کی مناسبت سے ہے اگر حاملہ کو اس طرح مارے کہ وضع حمل ہو جائے اور بچہ (زندہ) پیدا ہو کر اسی صدمہ سے مر جائے تو مارنے والا قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ بشرطیکہ عمداً مارا ہو ورنہ اس سے پورا خون بہا لیا جائے گا۔ آزاد مسلمان کی میت کا سر کاٹنے میں ۱۰۰ دینار واجب ہیں۔ اور اس کے اعضا کے قطع کرنے میں اس کے خون بہا کے حساب سے لیا جائے گا۔

حیوان کو صدمہ پہنچانا

جو شخص کسی حلال جانور کو ذبح سے تلف کر دے تو مالک کو اس کا ارش (یعنی جرمانہ) دے (اور وہ جانور بھی پہنچا دے) اگر بغیر ذبح کے تلف کر دے تو روز تلف کی قیمت ادا کرے۔ اس جانور کے اعضائے قطع کرنے میں یا کسی شے کے توڑنے میں ارش لازم ہے اگر ایسے حرام جانور کو جس پر تزکیہ ہو سکتا ہے ذبح سے تلف کرے تو ارش لازم ہے اسی طرح اس کے قطع اعضا کا حال ہے بشرطیکہ حیات مستقرہ باقی ہو اگر اس جانور کو بغیر ذبح تلف کرے تو قیمت دے اور جس جانور کا تذکیہ نہیں ہوتا اس کے لئے قیمت دینا لازم ہے پس شکاری کتے کے لئے چالیس درہم واجب ہیں اور جو کتا باغ

کی (یا گھر کی) بکریوں کی حفاظت کرتا ہے اس کے لئے بیس درہم اور سگ زراعت کے واسطے ایک قفیز گیہوں لازم ہیں۔ (قفیز ایک پیمانہ ہے بارہ صاع کا جس کے احتیاطاً بیالیس سیر ہوتے ہیں)

عاقلہ

قتل خطا کا خون بہا (قاتل کے) عاقلہ پر واجب ہے، عاقلہ عصبہ اور آزاد کرنے والے اور ضامن جریرہ اور امام ہے۔ عصبہ وہ لوگ ہیں جو قاتل سے ماں باپ کی طرف سے یا فقط باپ کی طرف سے قرابت رکھتے ہوں اور حق یہ ہے کہ باپ دادا اور اولاد عاقلہ میں داخل ہیں اور خود قاتل اس میں شریک نہیں عورت اور بچہ اور دیوانہ بھی عاقلہ میں شریک نہیں عاقلہ قتل عمد میں خون بہا نہ دیں گے اور نہ غلام و مدبر اور نہ ام ولد کی طرف سے اور اور نہ ایسے زخم میں جو موضحہ سے کم ہو اور نہ ایسے قتل خطا میں جو قاتل کے اقربا سے ثابت ہو اور نہ صلح میں اور نہ خودکشی میں اور نہ ایسے زخم و قتل میں جو جانور سے واقع ہو اور نہ مال کے تلف کرنے میں ذمی کا عاقلہ امام ہے۔ بشرطیکہ خود ذمی مالدار نہ ہو۔ کل خون بہا تمام اقربا سے یعنی ہر ایک سے تھوڑا برعایت الاقرب فالاقرب وصول کیا جائے گا۔ اور اس کا تقرر کہ ہر ایک سے کتنا لیا جائے۔ امام یا نائب امام پر موقوف ہے۔ پھر یہ خون بہا عاقلہ قاتل سے نہ لیں اگر قرابت داروں سے وصول کرنے کے بعد بھی خون بہا پورا نہ ہو تو آقا سے لیں (جس نے قاتل کو آزاد کیا ہے) اگر جب بھی پورا نہ ہو تو آقا کے اقربا سے اور اس پر بھی پورا نہ ہو تو آقا کے آقا سے اسی طرح بڑھتے جائیں۔ اگر ان تمام گروہ سے خون بہا پورا نہ ہو تو امام پر بھرتی

واجب ہے۔ اگر عاقلہ زیادہ ہوں تو سب پر حصے پھیلا دیئے جائیں۔ اگر عاقلہ میں سے بعض لوگ غائب ہوں، تو حاضرین مختص نہ ہوں گے۔ اگر باپ اپنے فرزند کو (خواہ وہ بیٹا ہو یا بیٹی) عمداً قتل کرے تو باپ سے اس کا خون بہا لے کر مقتول کے اور وارثوں کو دیں۔ اگر باپ کے سوائے کوئی وارث نہ ہو تو وہ خون بہا امام علیہ السلام لیں گے۔

(غیبت امام میں مجتہد جامع الشرائط کی خدمت میں پہنچانا چاہیئے) اگر باپ (اپنے فرزند کو) خطا سے قتل کرے تو خون بہا باپ کے عاقلہ پر واجب ہے۔

قسم کھلانے کا طریقہ، جس کی تعلیم حضرت علیؑ نے فرمائی:

مولا علیؑ نے مظالم کے موقعہ پر اس قسم کی تعلیم دی ہے۔ قسم کھانے والا کہے

اِنی بری من حول اللّٰہ وقوتہ اِن کان کذا۔

یعنی میں اللہ کی طاقت وقوت سے باہر ہوں اگر یہ فعل اس طرح واقع ہوا ہو۔ کذا کی جگہ اس فعل کا ذکر کرے جس کا انکار ہے۔ مولا علیؑ فرماتے ہیں کہ اگر اس طرح سے جھوٹی قسم کھائی گئی تو جلدی عذاب الٰہی میں وہ شخص گرفتار ہو جائے گا برخلاف اس کے اگر کہا باللّٰہ الذی لا الہ الاھو کان کذا ۔تو نتیجہ برآمد نہ ہوگا کیونکہ اس نے توحید کا اقرار کرلیا ہے۔ (قضا ۱۲۷)

امالی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ منصور عباسی نے اپنے حاجب ربیع سے کہا کہ جعفر بن محمد علیہ السلام کو حاضر کرو خدا کی قسم میں ان کو قتل کروں گا۔

ربیع کہتا ہے کہ میں نے کسی کو ان امام جعفر صادقؑ کے بلانے کے لئے بھیجا جب آپ تشریف لائے تو میں نے آپؑ کی خدمت میں عرض کی۔ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

آپ کو جو کچھ وصیت کرنا ہو کرلیں کیونکہ خلیفہ نے آپؑ کو قتل کرنے کی غرض سے بلایا ہے۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "تم خلیفہ سے میرے داخلہ کا اذن لو جب آپؑ اندر تشریف لے گئے اور آپؑ کی نظر منصور پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ آپ کے لبوں کو جنبش ہو رہی ہے اور آپؑ زیر لب کچھ پڑھ رہے ہیں جوں ہی منصور کے قریب پہنچے وہ سروقد تعظیم کے لئے کھڑا ہوا اور معانقہ کیا اور اپنے پہلو میں اس نے جگہ دی۔ اور کہا آپؑ کی جو کچھ ضروریات ہوں بیان فرمائیے۔ آپؑ نے بعض مومنین کی درخواستیں جو مختلف مطالب پر مشتمل تھیں اس کو دیں جن کو پڑھ کر اس نے تمام کاموں کے کئے جانے کا حکم نافذ کیا پھر اس نے کہا کہ آپؑ اپنی حاجت بیان فرمائیے تاکہ میں اس کو پورا کروں۔ آپؑ نے فرمایا۔ میری کوئی حاجت نہیں سوائے اس کے کہ مجھ کو بے کار مت بلایا کرو۔ اور زیادہ پریشان نہ کرو۔

یہ سُن کر منصور نے کہا "میں اس کے لئے مجبور ہوں کیونکہ میں نے سنا ہے کہ آپؑ ہمارے خلاف اموال و اسلحہ جمع کر رہے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا۔ تم سے یہ کس نے کہا ہے؟ اس نے ایک بوڑھے شخص کی طرف اشارہ کیا کہ یہ اس خبر کا راوی ہے۔

امام جعفر صادقؑ نے اس پیر مرد سے پوچھا۔ کہ تو نے یہ خبر خلیفہ کو پہنچائی ہے۔

پیر مرد نے جواب دیا "ہاں" فرمایا "تو قسم کھا سکتا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپؑ نے خلیفہ سے کہا کہ اس سے قسم کھلواؤ۔ چنانچہ خلیفہ نے اس کو قسم کھانے کا حکم دیا لیکن جوں ہی اس پیر مرد نے قسم کے الفاظ شروع کئے آپؑ نے فرمایا۔ ٹھہر جا۔ پھر آپؑ نے منصور سے کہا کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے اور انہوں نے اپنے والد

علیؑ بن الحسین علیہ السلام سے اور اپنے جد امام حسینؑ سے اور انہوں نے حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام سے سنا ہے کہ جو بندہ قسم کھانے سے قبل خدا کو اس کے صفات جلال وکمال کے ساتھ یاد کرے اور اس کو عیوب ونقائص سے منزہ کرے تو خداوند عالم اس کو عتاب عاجل نہیں کرے گا۔ چاہے اس نے کیسی ہی جھوٹی قسم کیوں نہ کھائی ہو کیونکہ اس نے قسم سے پہلے خدا کی ثنا وصفت بیان کی ہے۔ ہاں اگر اس کو قسم کھانا ہے تو میں جن الفاظ میں کہوں یہ کہہ کر تیرے سامنے قسم کھائے اور اس کا نتیجہ دیکھے۔ منصور نے کہا آپؑ کو اختیار ہے۔ چنانچہ آپؑ نے فرمایا یوں کہو۔ انی بری من حول اللّٰہ وقوتہ وملتجی الیٰ حولی وقرتی ان لم اسمعہ منک کذا یعنی میں الٰہی قوت وطاقت سے بری ہوں اور اپنی قوت وطاقت کے پناہ میں ہوں۔ اگر میں نے آپؑ سے یہ بات نہ سنی ہو۔ یہ سن کر اس پیر مرد نے کچھ تامل کیا اس وقت منصور کے ہاتھ میں ایک عمود تھا اس پیر مرد کے سر پر وہ بلند کیا اور کہا جس طرح امامؑ کہتے ہیں قسم کھا ورنہ تیرا سر پاش پاش کردوں گا۔ ناچار اس نے امام کے بتائے ہوئے الفاظ قسم اپنی زبان پر جاری کیئے لیکن ابھی پورے الفاظ ادا بھی نہیں ہوئے تھے کہ کتے کی طرح اس کی زبان باہر نکل آئی اور اسی وقت تڑپ کر مر گیا۔

یہ دیکھ کر وقت کے امام اُٹھ کھڑے ہوئے۔

ربیع کہتا ہے کہ اس وقت منصور نے مجھ سے کہا کہ خبردار اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کرنا ورنہ لوگوں کے مخالف ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

جب آپؑ گھر پر تشریف لے آئے تو ربیع حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی کہ منصور نے تو آپؑ کو قتل کرنے کے لئے بلایا تھا یہ کیا ہوا کہ آپؑ کو

دیکھتے ہی اس کا ارادہ بدل گیا۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ کل رات میں نے اپنے جد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ فرما رہے ہیں فرزندم! تم کو منصور سے کوئی خطرہ ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں!

فرمایا جب وہ تم کو بلائے اور تمہاری نگاہ اس کے اوپر پڑے تو یہ دعا پڑھنا

بِبِسْمِ اللّٰهِ أَسْتَفْتِحُ وَبِبِسْمِ اللّٰهِ أَسْتَنْجِحُ وَبِمُحَمَّدٍ ص
أَتَوَجَّهُ اللّٰهُمَّ ذَلِّلْ لِي صُعُوبَةَ أَمْرِي وَكُلَّ صُعُوبَةٍ
وَسَهِّلْ لِي حُزُونَةَ أَمْرِي وَكُلَّ حُزُونَةٍ وَاكْفِنِي
مَؤُونَةَ أَمْرِي وَكُلَّ مَؤُونَةٍ ۔ (بحار الانوار جلد ۱۱ ص ۱۵۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات ہی میں اعلان کر دیا تھا کہ ”تم میں سب سے زیادہ علم قفس رکھنے والے علیؑ ہیں“۔ علم قضا میں انسان اس وقت تک طاق نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو جملہ علوم میں مہارت حاصل نہ ہو۔ اس لئے علامہ محمد بن یوسف گنجی شافعی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کی بارگاہ سے علیؑ کو یہ سند ملنا قضاوت کی سند نہ تھی بلکہ اس کی سند تھی کہ علیؑ تمام صحابہ پر جملہ علوم وفنون میں فوقیت رکھتے ہیں اور بقول حضرت عمرؓ، علیؑ ابن ابی طالب اپنے اس عظیم مرتبہ پر جتنا بھی فخر کریں وہ کم ہے جیسا کہ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نقل کرتے ہیں۔ ”ابوبکر انبالوی نے اپنی کتاب امالی میں روایت کی ہے کہ ایک دفعہ مولا علیؑ، حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور اس وقت ان کے پاس اور بھی لوگ تھے جب آپؑ اُٹھ کر چلے گئے تو حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ علیؑ میں ناز وفخر کرنے کا جذبہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ بالکل ٹھیک ہے۔ علیؑ جیسے انسان کو فخر کرنا ہی چاہئے کیونکہ خدا کی قسم اگر ان کی تلوار نہ ہوتی تو عمارت اسلام کا ستون کھڑا نہ ہوتا۔ نیز ان کو تمام اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے بڑا قاضی مانا جاتا ہے۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۳/ ۱۶۹) آپؑ کے مشہور مخالف امیر معاویہ اپنی مخالفت کے باوجود مسائل مشکلہ مولا علیؑ کے پاس بھیجا کرتے تھے اور جب آپ کی شہادت ہوگئی تو ان کو یہ اقرار کرنا پڑا کہ ”علیؑ کی موت سے علم وفقہ کی بستی اُجڑ گئی

(استعاب ۳/ ۴۵)

اگر آپ ہمارے اس نظریہ سے موافقت کریں تو خیر ورنہ لسان وحی کے فرمان پر تو آپ کو سر تسلیم خم کرنا ہی پڑے گا۔ جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ''میں ﷺ علم کا شہر اور علیؑ اس کے در ہیں (صحیح ترمذی) صواعق محرقہ فصل ۲ باب ۹۔ آنحضرت ﷺ نے علیؑ مرتضٰی کو دریوں ہی نہیں کہہ دیا تھا بلکہ اس کے ثبوت میں علیؑ نے آنحضرت ﷺ کے سامنے مشکل مقدمات کو اپنے ناخن فکر سے حل کر دیا تھا۔

خود مولا علی علیہ السلام کا قول ہے کہ جب مجھ کو سرورِ ﷺ کائنات نے یمن روانہ کیا تو میں نے سرکار دو عالم سے کہا کہ آپ اس اہم کام میں میری رہبری فرمائیں تاکہ میں آپ ﷺ کے اعتماد پر پورا اُتر سکوں اور جس کام کے لئے آپ ﷺ مجھ کو یمن بھیج رہے ہیں ان کو آپ ﷺ کی مرضی کے مطابق سرانجام دے سکوں اس پر جناب رسول خدا ﷺ نے مجھ کو اپنے سینہ سے لگا کر کچھ ارشاد فرمایا۔ اور کہا جاؤ خدا تمہاری زبان و دل کو ثابت رکھے گا۔

مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس روز کے بعد کبھی دو شخص کے درمیان فیصلہ کرنا میرے لئے دشوار نہیں ہوا۔ (مسند احمد بن حنبل ۲/۲۶۶)

مولا علی علیہ السلام نے اپنی زندگی میں حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت سے لے کر اپنی زندگی کے آخری ایام تک اتنے قضایا حل کئے ہیں جن کا احاطہ ناممکن ہے۔ تاہم میری تعلیم اور میری پہنچ تک جو کچھ مجھ کو احادیث اور تواریخ کی کتابوں سے مل سکا اس کو ہدیہ ناظرین کر رہا ہوں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ زندگی کا کوئی شعبہ اور دن رات والے مقدمات کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس پر مولا علیؑ کے ناطق فیصلے روشنی نہ

ڈال رہے ہوں۔

مولا علیؑ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی ﷺ کریم نے ایک اعرابی سے چار سو درہم پر ایک ناقہ خریدا۔ جب اعرابی مال (درہم) لے چکا تو چلانے لگا کہ درہم اور ناقہ میرے ہیں اتنے میں حضرت ابو بکرؓ آ گئے رسول ﷺ اللہ نے ان سے فرمایا کہ میرے اور اس مرد اعرابی کے درمیان فیصلہ کرو۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا معاملہ ظاہر ہے یہ اعرابی دلیل مانگتا ہے لہذا آپ کو دلیل پیش کرنی چاہیئے کہ آپ نے اس کو چار سو درہم دیئے پھر حضرت عمرؓ آ گئے اور انہوں نے بھی وہی کہا جو حضرت ابو بکرؓ نے کہا تھا۔

اتنے میں مولا علیؑ آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ رسول ﷺ نے اس اعرابی سے پوچھا کیا تو اس آنے والے نوجوان کا فیصلہ مانے گا اس نے کہا ہاں پھر اس اعرابی نے کہا "ناقہ بھی میرا ہے اور درہم بھی میرے ہیں اگر حضرت محمد ﷺ کچھ دعویٰ کرتے ہیں تو ان کو اپنے دعویٰ پر دلیل لانی چاہیئے۔ مولا علیؑ نے تین بار مسلسل فرمایا اے اعرابی ناقہ کو چھوڑ دے۔ اور رسول ﷺ کے معاملہ سے باز آ۔ لیکن اعرابی نہ مانا۔ تو آپؑ نے اس کو ایک ضرب لگائی اور قتل کر دیا۔ پھر حضرت علی علیہ السلام سرور کائنات ﷺ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں۔

"یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ پر وحی نازل ہونے کی تو تصدیق تو کرتے ہیں اور دلیل نہیں طلب کرتے تو کیا چار سو درہم پر آپ ﷺ کی تصدیق نہ کریں گے۔

اس فیصلہ پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یہ ہے خدا کا فیصلہ نہ کہ وہ جس کو تم لوگوں نے کہا تھا۔ (قضاء امیر المومنین نمبر ۱۷۴) اور کتاب المرتضیٰ از سید علی جعفری صفحہ نمبر ۱۷۱)۔

مولا علیؑ کا ہاتھ اور نبی ﷺ کا ہاتھ

حضرت عمرؓ، حضرت ابو بکرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو ہریرہ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ میں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ ﷺ کے سامنے کچھ خرمے رکھے ہوئے تھے میں نے آنحضرت ﷺ پر سلام کیا آپ ﷺ نے جواب سلام دیا اور اپنے دست مبارک سے مٹھی بھر کے خرمے عطا فرمائے میں نے ان خرمون کو جو گنا تو ۷۳ دانے نکلے اس کے بعد میں آنحضرت ﷺ سے رخصت ہو کر علیؑ ابن ابی طالبؑ کی خدمت میں آیا آپ ﷺ کے آگے بھی خرمے رکھے تھے میں نے سلام کیا آپ نے جواب سلام دیا اور مجھ کو دیکھ کر ہنسے پھر مٹھی بھر خُرمے آپؑ نے مجھ کو عنایت فرمائے ان کو میں نے گنا تو دیکھا کہ وہی ۷۳ دانے نکلے یہ دیکھ کر میرا تعجب بڑھ گیا اور میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپکے سامنے خُرمے رکھے تھے آپ ﷺ نے مٹھی بھر خُرمے مجھ کو عطا فرمائے تھے میں نے ان کو جب گنا تو ۷۳ دانے نکلے اس کے بعد میں علیؑ کے پاس گیا ان کے آگے بھی خُرمے رکھے تھے انہوں نے بھی مٹھی بھر خرمے مجھ کو دیئے ان کو جو گنا تو وہ بھی ۷۳ دانے برآمد ہوئے یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا اور کہا اے ابو ہریرہ! تم کو نہیں معلوم کہ میرا ﷺ ہاتھ اور

علیؑ کا ہاتھ عدل میں برابر ہے۔ (لغایت الطالب تالیف کنجی شافعی صفحہ ۱۲۹)

مولا علیؑ اور حضرت عثمانؓ کی ایک گفتگو

ایک دفعہ مولا علیؑ کے ایک معتمد صحابی حضرت عثمانؓ بن حنیف نے آپؑ سے فرمایا کہ دولت کی مساوی تقسیم کا اُصول نافذ کر کے اہم شخصیتوں کو عوام کی سطح پر لا کر حبشیوں ایرانیوں کا مرتبہ بلند کر کے غلاموں کو ان کے آقاؤں کے برابر دولت مندوں سے ان کی جاگیریں چھین کر اور ان کے رُتبے کے مطابق ان کو ملنے والی تمام خصوصی مراعات کو یک قلم منسوخ کر کے آپؑ نے اپنے لئے پریشانیاں بڑھائی ہیں۔ انہوں نے مزید عرض کی کہ میرے مولاؑ یہی وجہ ہے کہ دولت مند اور با اثر عرب آپؑ کے خلاف ہیں اور امیر معاویہ کے گرد اکٹھے ہو رہے ہیں۔ یہ غریب بے بس لوگ۔ مسخر ہوائیں اور حبشی غلام آپؑ کے کسی کام نہیں آ سکتے اور آپؑ کی کس طرح مدد کر سکتے ہیں۔ آپؑ نے جواب دیا کہ میں کسی طرح بھی دولت مندوں کو سرمایہ داروں اور با اثر افراد کو ایک مسلمان ریاست کے اس مسلم معاشرے کے استحصال کی اجازت نہیں دے سکتا اور نہ ہی دولت اور مواقع کی غیر منصفانہ تقسیم کے نظام کی اجازت دے سکتا ہوں میںؑ ایک لمحے کے لئے بھی اس کو برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ عوام کی دولت ہے عوام میں ہی واپس جانا چاہئے یہ سرمایہ دار اور با اثر لوگ کسی قسم کی دولت پیدا نہیں کرتے بلکہ انہوں نے صرف عوام سے یہ دولت اُن کا خون چوس چوس کر اکھٹی کی ہے اور حکومت کو ٹیکس ادا کرنے کے بعد کچھ ان کے پاس باقی رہ جاتا ہے وہ ادا شدہ ٹیکس سے کئی گنا زیادہ ہے اگر یہ تمام نجی املاک ہوتیں تو میں ان کو بخوشی اسی طرح تقسیم کر دیتا

جہاں تک ان کی نفرت اور ناراضگی کا تعلق ہے میں ان کی اِس ناراضگی پر خوش ہوں جہاں تک ان بے بس ولاچار افراد کی خدمات کی افادیت کا تعلق ہے تو یادرکو کہ میں ان کی مدد ان کی خدمات حاصل کرنے کے لئے نہیں کررہا ہوں میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ لوگ میری خدمت نہیں کرسکتے میں ان کی مدد اس لئے کررہا ہوں کہ وہ خود اپنی مدد نہیں کرسکتے اور وہ بھی ویسے ہی انسان ہیں جیسا میں۔ خدا میرے فرض کی اسی طرح ادائیگی میں مدد فرمائے جس طرح وہ چاہتا ہے۔ یہ تھا وہ عظیم عمل جو آپ نے خود اپنی خلافت ظاہری کے زمانہ میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ بیت المال میں رقم جمع نہیں کی بلکہ روز کی روز اس کو اس کے حق داروں تک پہنچا دیا اور اتنی سختی سے اِس مال کی جانچ پڑتال کی کہ غیر مستحق ہاتھ اِس مال کے نزدیک تک نہیں آتے تھے۔ اپنے کیا غیر عرب کیا، عجم۔ غلام کیا آقا۔ مسلمان کیا غیر مسلم سب کے سب کو برابر انصاف ملتا تھا اور ہر شہری انصاف کے سایہ میں زندگی بسر کررہا تھا کاش ایسا یہاں بھی ہوجائے۔

حاکم وقت کے لئے ایک مثال

جب آپ خلیفہ تھے تو غلام کے ساتھ تشریف لے گئے تاکہ کپڑا خرید کر اپنے اور غلام (قنبر) کے لئے ایک ایک جوڑا بنوالیں۔ دکان پر پہنچ کر غلام سے کہا کہ اپنے اور میرے لئے کپڑا پسند کرلو۔ غلام نے اپنے لئے سستا کپڑا خریدا اور امیر المومنینؑ کے لئے عمدہ کپڑا خریدا۔ پھر درزی کی دکان پر تشریف لائے۔ اور اس سے فرمایا سستا کپڑا میرے لئے اور عمدہ کپڑا غلام (قنبر) کے لئے قطع کرکے جوڑے تیار کردو۔ غلام نے عرض کی حضور آپؑ امیر المومنینؑ ہیں۔ اچھا لباس آپؑ پہنیں دوسرا میرے

لئے بنوالیں۔ مولا علیؑ نے فرمایا۔ میں بوڑھا ہوں اور تم جوان ہو لہذا تمہیں اچھے لباس کی ضرورت ہے۔ دیکھا آپؑ نے اس جملہ سے غلام کو غلامی کا احساس بھی نہیں ہونے دیا اور عوام کو ایک درس دے دیا۔ (کتاب احسن الکلام از ارمان سرحدی صفحہ ۸۸)

خلیفۃ المسلمین کا رہن سہن

امام قرشی سوید بن غفلہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت علیؑ کے ہاں گیا۔ آپؑ کے گھر میں ایک پرانے بوریئے کے سوا مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ خلیفۃ المسلمین امیر المومنینؑ، امام المتقینؑ، وصی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام اسی بوریہ پر لیٹے ہوئے تھے۔

میں نے عرض کیا یا امیر المومنینؑ آپ مسلمانوں کے حاکم اور بیت المال کے مختار ہیں۔ بادشاہوں کے سفیر، ایلچی اور کارندے آپؑ کے پاس آتے ہیں اور آپؑ کے ہاں بوریہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ فرمایا سوید! عاقل ایسے گھر سے محبت نہیں رکھتا جسے چھوڑ دینا ہو۔ میری نظروں کے سامنے ہمیشگی کا گھر ہے۔ اور میں اپنا سامان اسی میں منتقل کر چکا ہوں اور عنقریب خود بھی وہیں جانے والا ہوں۔

سوید کہتے ہیں کہ آپ کے جملوں نے مجھے رُلا دیا!!!

☆☆☆

مولا علیؑ کے فیصلے

ایک شیر اور چار آدمی

اس فیصلے کا تعلق یمن سے ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو یمن کا حاکم بنا کر روانہ کیا تو آپ جب وہاں پہنچے تو یہ واقعہ پیش آیا کہ چار شخص ایک گڑھے میں گر کر ہلاک ہو گئے یہ گڑھا شیر کے شکار کے لئے کھودا گیا تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک شخص جب گڑھے میں گرنے لگا تو اس نے دوسرے کو پکڑا اس طرح دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو اس طرح چاروں گڑھے میں گر گئے شیر نے انہیں بری طرح زخمی کر دیا اور یہ چاروں اس طرح ہلاک ہو گئے ان چاروں کے عزیزوں میں فساد برپا ہو گیا کشت وخون کی نوبت آنے والی تھی ایسے میں مشکل کشاؑ نے فرمایا جن لوگوں نے شکار کے لئے گڑھا کھودا تھا ان سے ایک چوتھا دیت۔ ایک تہائی دیت۔ ایک نصف دیت اور ایک مکمل دیت وصول کرو۔ جو سب سے پہلے گرا تھا اس کے ورثہ کو چوتھائی دیت دو کیونکہ وہ اپنے میں آنے کی ہلاکت کا موجب ہوا کیونکہ وہ اسے نہ پکڑتا تو وہ گڑھے میں گر کر ہلاک نہ ہوتا اس کے بعد والے کو تہائی دیت دو کیونکہ یہ بھی بعد میں آنے والے کی ہلاکت کا موجب بنا اس کے بعد والے کو تہائی دیت دو کیونکہ یہ بھی بعد میں آنے والے کی ہلاکت کا موجب بنا اس کے بعد والے کو آدھی دیت دو کیونکہ وہ بھی بعد والے کی ہلاکت کا موجب بنا۔ چوتھے کو پوری دیت دو کیونکہ وہ کسی کی ہلاکت کا موجب نہیں بنا۔ لوگوں نے آپ کے اس فیصلے کو ماننے سے

انکار کر دیا یہ لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ اس مقدمہ کا فیصلہ حضرت علیؑ کر چکے ہیں اور یہ فیصلہ کیا ہے جب آپ نے حضرت علیؑ کا پورا فیصلہ سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کے فیصلے کو نافذ رہنے کا حکم دیا اور فرمایا خدا کا شکر ہے اور مولا علیؑ کے فیصلے کی تصدیق کی کہ یہی فیصلہ صحیح ہے۔

لڑکا کس کا ہوا

اس فیصلے کا تعلق بھی یمن سے ہے۔ زید بن ارقمؓ اس فیصلے کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ یمن میں تھے کہ آپ کے پاس تین شخص لائے گئے جو ایک لڑکی کے لئے جھگڑ رہے تھے چونکہ ان تینوں نے ایک ہی مہر میں ایک عورت سے منہ کالا کیا اُس عورت سے یہ لڑکا پیدا ہوا ہر ایک اس لڑکے کا دعویٰ دار تھا آخر فیصلے کے لئے حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے دو شخصوں سے پوچھا تم دونوں اقرار کرتے ہو یہ لڑکا اس تیسرے شخص کا ہے۔ ان دونوں نے کہا نہیں آخر اس کا فیصلہ اس طرح ہوا کہ آپ نے قرعہ ڈالا جس کے نام قرعہ نکلا لڑکا اس کے حوالے کیا اور اس شخص کو حکم دیا کہ وہ تہائی دیت باقی دو مدعیوں کو ادا کرے۔ جب اس فیصلے کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو آپ فرط مسرت سے کھل کھلا کر ہنس پڑے اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

تین کنیزیں

اس فیصلے کا تعلق بھی یمن کی سرزمین سے ہے حضرت علیؑ کی خدمت میں

ایک مقدمہ پیش کیا گیا کہ تین کنیزیں آپس میں مذاق کر رہی تھیں کہ ایک کنیز نے دوسری کو کندھے پر اٹھالیا تیسری کنیز نے اٹھانے والی کو گدگدانا شروع کیا جس کی وجہ سے جس کنیز کو اٹھایا ہوا تھا وہ سر کے بل زمین پر گر پڑی جس کی وجہ سے اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ فوراً مر گئی۔ آپ نے اس کا یوں فیصلہ کیا کہ جس نے اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا ایک تہائی دیت وہ ادا کرے جس نے گدگدایا تھا ایک تہائی وہ دے باقی ایک تہائی دیت آپ نے ساقط فرمائی چونکہ جو گر کر ہلاک ہوئی ہے وہ بھی اس کھیل میں شریک تھی اس فیصلے کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو جب پہنچی تو آپ نے بے حد پسند فرمایا اور تصدیق کی کہ یہی فیصلہ صحیح ہے۔

رسول کریم ﷺ پر الزام

اس فیصلے کی روایت حضرت ابن عباسؓ نے کی ہے اس فیصلے کے لئے ختمی المرتبت آقائے دوجہاں نے ارشاد فرمایا ہے کہ علیؑ کا یہ فیصلہ خدا کا فیصلہ ہے۔ متعدد کتب میں درج ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ایک اعرابی سے چار سو درہم پر ایک ناقہ خرید فرمایا۔ اعرابی جب اس ناقہ کے قیمت لے چکا تو اس کا دل بے ایمان ہوا اور چلّا چلّا کر کہنے لگا کہ ناقہ اور درہم میرے ہیں اتنے میں حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے۔ آنحضرت ﷺ نے آپ سے فرمایا کہ تم اس اعرابی اور میرے درمیان فیصلہ کرو۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ اعرابی گواہی مانگتا ہے انصاف کی رو سے آپ کو گواہی پیش کرنا ہوگی اتنے میں حضرت عمرؓ آگئے آپ نے ان سے کہا جو کچھ حضرت ابوبکرؓ نے کہا تھا وہی فیصلہ حضرت عمرؓ نے دیا۔

کچھ دیر بعد مشکل کشا مولا علیؑ ۔عدل وانصاف کے پیکر حضرت علیؑ تشریف لائے۔ رسول ﷺ خدا نے فرمایا کیا تم اس شخص کا فیصلہ قبول کرو گے اعرابی نے کہا ہاں۔اعرابی نے کہا کہ یہ ناقہ اور درہم میرے ہیں اگر آنحضرت ﷺ اس کے دعویٰ دار ہیں تو اس کے لئے دلیل پیش کریں۔ حضرت علیؑ نے اعرابی کی تمام باتیں سننے کے بعد فرمایا اے اعرابی ناقہ چھوڑ دے اس طرح آپ نے تین مرتبہ کہا مگر اعرابی اپنے دعویٰ سے دستبردار نہ ہوا۔ حضرت علیؑ نے ضربت لگائی اور اسے اسی مقام پر قتل کر دیا۔ آپؑ آنحضرت ﷺ سرکار دو جہاں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ ہم آپ پر وحی نازل ہونے کی تو تصدیق کرتے ہیں اور دلیل طلب نہیں کرتے کیا ہم چار سو درہم کے لئے آپ کی تصدیق نہ کریں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فیصلہ سنا تو حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا دیکھو یہ ہے خدا کا فیصلہ۔

دیوانہ پر حکم رجم

اس فیصلے کا تعلق حضرت عمر فاروقؓ کے عہد حکومت سے ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت علیؑ مشکل کشا نے نہ صرف اپنے دور میں بلکہ آنحضرت ﷺ کے زمانے سے لے کر اپنی شہادت تک پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو پل دو پل میں نہ صرف حل کیا بلکہ کئی بے گناہوں کو سزا سے بچایا اگر آپ بروقت فیصلہ نہ فرماتے تو یقیناً آج کا مورخ یہ کہنے پر مجبور تھا کہ اسلام میں عدل وانصاف نام کی کوئی چیز نہیں اس وقت صرف فیصلے لکھنا مقصود ہے۔ حضرت عمرؓ کے دربار میں ایک ایک دیوانی عورت کو لائے جس نے زنا کیا تھا حضرت عمرؓ نے اس پر رجم کرنے کا حکم

دیا۔ اتفاق سے حضرت علیؑ پہنچ گئے آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آقائے دوجہاں نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تین شخصوں سے قلم اٹھالیا ہے یعنی ان کا گناہ نہیں لکھا جاتا اول دیوانے سے جب تک وہ صحیح تندرست نہ ہوجائے، دوئم بچے سے جب تک وہ بالغ نہ ہوجائے۔ سوئم سونے والے سے جب تک وہ بیدار نہ ہوجائے۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ قول سنا تو آپ نے اس مجنونہ عورت کو سنگسار کرنے سے درگزر کی ایسے میں حضرت عمرؓ نے کہا علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا۔

غلط تاویل

اس فیصلے کا تعلق بھی حضرت عمرؓ کے عہد حکومت سے ہے کہ آپ کے عہد میں قدامہ بن مطعون نے شراب پی تو آپ نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا قدامہ نے ایک آیت کا حوالہ دے کر کہا کہ حد مجھ پر واجب نہیں آپ نے اس کے کہنے پر حد نہ لگائی جب یہ خبر مولا علیؑ کو پہنچی تو آپ فوراً تشریف لائے اور فرمایا اے عمرؓ تم نے قدامہ پر حد کیوں نہ لگائی حضرت عمرؓ نے کہا کہ اس نے یہ آیت میرے سامنے پڑھی ہے (ترجمہ...... ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور اعمال نیک بجالائے کوئی گناہ نہیں ہے اس چیز میں جو انہوں نے کھائی ہے) امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ قدامہ اس آیت کے تحت میں داخل نہیں کیونکہ وہ حرام کا مرتکب ہوا ہے اور اہل ایمان اس آیت کو بموجب حرام کو حلال نہیں جانتے۔ آپ نے فرمایا اسے واپس بلاؤ اور اسے اس قول سے جو اس نے کہا تھا اس سے توبہ کراؤ اور توبہ کرنے کے بعد حد جاری کرو اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے قتل کردو۔ کیونکہ وہ ملت اسلام سے خارج ہے جب یہ خبر قدامہ کو

پہنچی تو اس نے توبہ کی۔

چھ ماہ بعد بچہ کا پیدا ہونا

اس فیصلے کا تعلق حضرت عثمانؓ کے دور حکومت سے ہے۔ نہایت ہی پیچیدہ مسائلہ تھا اور کسی بے گناہ کو سزا دینا کس قدر سنگین جرم ہے جس کی تلافی بھی ممکن نہیں۔ اس فیصلے میں بھی حضرت علیؑ کی علمی بصیرت اور علم لدنی عیاں ہوتا ہے جس کے لئے دوست دشمن سب کو ہی قائل ہونا پڑتا ہے کہ آپ نہ ہوتے تو پتہ نہیں کیا کیا ہوتا۔ حضرت عثمانؓ کے دربار میں ایک عورت لائی گئی اور اس کے لئے بیان کیا گیا کہ اس نے نکاح کرنے اور شوہر سے خلوت کے واقع ہونے کے چھ مہینہ بعد بچہ کو جنا ہے آپ نے بلا تامل اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب امیرالمومنینؑ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے دارالشرع میں آ کر فرمایا کہ خداوند کریم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ حمل اور دودھ پلانے کی مدت کل تیس مہینے ہوتے ہیں اور کلام الٰہی میں موجود ہے کہ مائیں اپنی اولاد کو دو سال دودھ پلائیں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینہ ہوگی۔ اس لئے اس عورت کا زنا کرنا یقینی طور پر ثابت نہیں ہوتا مگر افسوس کہ آپ کے پیغام سے قبل ہی کام ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ (بحوالہ کوکب دری)

عورت کے دودھ سے پہچان

اس فیصلے کا تعلق حضرت عمرؓ کے دور حکومت سے ہے کہ دو سوداگر تجارت کی غرض سے باہر گئے۔ دونوں کی عورتیں حاملہ تھیں اتفاق سے ایک ہی دن دونوں کے یہاں بچے پیدا ہوئے ایک کے یہاں لڑکا دوسرے کے یہاں لڑکی چونکہ عرب میں

لڑکیوں کی پیدائش کو اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا اس وجہ سے لڑکی کی ماں نے نہایت چالاکی سے اپنی لڑکی کو لڑکے کی جگہ پر رکھ دیا جب دوسرے لڑکے کی ماں کو پتہ چلا دونوں فریقین میں کافی بحث ہوئی مگر فیصلہ نہ ہوسکا آخر لڑکے والی عورت نے حضرت عمر کے دربار میں فریاد کی آپ نے حکم دیا کہ دوسری عورت کو بھی حاضر کیا جائے دوسری عورت بھی آئی تو آپ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم نے اس عورت کے لڑکے سے اپنی لڑکی کو بدل لیا ہے اسے لڑکا واپس دے دو عورت نے کہا یہ تہمت ہے یہ لڑکا میرا ہی ہے چونکہ دونوں کے پاس کوئی گواہ موجود نہ تھا اور شریعت میں بغیر گواہ کے معاملہ مشکل سے صاف ہوتا ہے حضرت عمر اس کا فیصلہ دینے سے عاجز تھے آخر آپ نے کہا کہ اس مقدمے کو علی بن ابی طالب کے پاس لے جاؤ۔

دونوں عورتیں حضرت علیؑ مشکل کشا۔ علم نبی ﷺ کے نگہبان وصیٔ رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے تمام صورت حال سننے کے بعد فرمایا دو شیشی اور ترازو لایا جائے آپ نے ایک شیشی ایک عورت کو دی دوسری شیشی دوسری عورت کو دی اور فرمایا کہ تم دونوں اسے اپنے دودھ سے بھر دو دونوں نے ان شیشیوں کو اپنے دودھ سے بھرا آپ نے ان دونوں کو تولنے کے بعد حکم فرمایا کہ لڑکا مدعیہ کا ہے اور لڑکی دوسری عورت کی ہے۔ جب یہ خبر حضرت عمرؓ کو پہنچی تو آپ نے عرض کی یا علیؑ آپ نے اس پیچیدہ مسئلہ کو کس طرح حل فرمایا آپ نے فرمایا اے عمرؓ لڑکی کی ماں کا دودھ ہلکا ہوتا ہے اور لڑکے کی ماں کا دودھ بھاری ہوتا ہے دودھ تولنے کے بعد یقین ہو گیا کہ لڑکا بھاری دودھ والی عورت کا ہے اور لڑکی ہلکے دودھ والی عورت کی ہے بعد میں ان دونوں عورتوں نے بھی اقرار کرلیا۔

آپ کے کئے گئے فیصلے میں کس قدر علمی بصیرت وجدید سائنس ٹپکتی ہے
آج دنیا اس قدر ترقی یافتہ ہونے کے باوجود بھی یہ تجزیہ کرنے میں ناکام رہی جو
حضرت علیؑ مشکل کشا نے صدیوں پہلے کر دیا اور آج بھی کسی سائنسداں کسی اہل علم کی
جرأت نہیں کہ آپ کی علمی بصیرت اور آپ کے اس حکیمانہ نکتہ کو رد کر سکے۔ (مولف)

پانچ زانیوں کو سزا

فیصلہ دینا کوئی معمولی کام نہیں یوں تو ہر ایک فیصلہ با آسانی دے سکتا ہے مگر
عدل وانصاف کے تقاضے اسی وقت ہی پورے ہو سکتے ہیں کہ فیصلہ اسلام اور شریعت
کے تمام تقاضے پورے کرے اس کے لئے ضرورت ہے کہ فیصلہ دینے والا تمام علوم پر
دسترس رکھتا ہوا ایسا نہ ہو کہ وہ علم سے بے خبر ہو اور جب وہ علم سے بے خبر ہوگا تو پھر اس
کا فیصلہ عدل وانصاف کے تقاضے پورے نہیں کر سکے گا۔ ملت، اسلامیہ متفق ہے کہ
حضرت علیؑ ہی علم رسالتؐ کے نگہبان ہیں آپ ہی علم نبی کے وارث ہیں۔ جہاں علم
کے دریا بہتے ہیں۔ غرض کہ فیصلہ دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم پر حاوی
ہو۔ حضرت عمرؓ کے دور میں پانچ شخصوں کو زنا کی علت میں گرفتار کر کے دارالشرع میں
لایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے فوراً ان سب پر حد جاری کرنے کا حکم دیا۔ ایسے میں
امیر المومنین کا گزر ہوا آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ کیا میں اس فیصلے کا وہ حکم دوں
جو خدا نے فرمایا اور رسول خدا نے مجھ سے بیان فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا ضرور آپ
نے ہر ایک کے لئے جدا جدا حکم فرمائے۔ ایک کو قتل کیا گیا۔ دوسرے کو سنگسار کیا یہاں
تک کہ وہ مر گیا تیسرے کو پوری حد لگائی۔ چوتھے کو آدھی حد لگائی اور پانچویں کو تعزیر

کر کے چھوڑ دیا۔ عمرؓ نے کہا اے ابوالحسن آپ نے ایک ہی معاملے کے لئے ان پانچوں کے لئے مختلف حکم فرمایا آپ نے فرمایا جس کو قتل کیا گیا وہ کافر تھا کہ اس نے مسلمان عورت کے ساتھ زنا کیا جس شخص کو سنگسار کیا گیا وہ شادی شدہ تھا اس لئے اس کو سنگسار کرنا واجب تھا جس شخص کو پوری حد لگائی گئی وہ مجرد تھا اور چوتھا شخص جسے آدھی حد لگائی وہ غلام تھا اور پانچواں شخص جسے تفریر کر کے چھوڑ دیا وہ دیوانہ تھا اس کی حد صرف تفریر ہے اس فیصلے کو سنتے ہی سارے مدینہ میں امیرالمومنینؑ کی مدح وثنا ہونے لگی اور آپ ہی کو علم کا وارث جانا گیا۔

دو ورثا کا فیصلہ

میراث کا مشہور واقعہ جو حضرت علیؑ نے اپنی علمی بصیرت وکشف سے باآسانی طے فرمایا اس واقعہ کا تعلق حضرت عمرؓ کے دور حکومت سے ہے اور دو شخص نے دارالشرع میں آ کر میراث کا دعویٰ کیا دونوں ایک دوسرے کو کہتے تھے کہ تو میرے باپ کا بیٹا نہیں ہے یعنی تو میرا بھائی نہیں ان دونوں کے پاس کوئی گواہی بھی نہ تھی۔ حضرت عمرؓ پریشان ہوئے اور کہ کہ چونکہ شرع میں گواہ کے بغیر فیصلہ ہونا ممکن نہیں آپ نے خاموشی اختیار کی دربار میں حضرت عمارؓ بھی تشریف رکھتے تھے آپ نے کہا کہ ایسے مشکل مسائل پیش آئیں تو حضرت علیؑ کی طرف رجوع ہونا چاہئے کیونکہ آنحضرت ﷺ سرکار دو جہاں اکثر فرمایا کرتے تھے ''تم سب میں بڑا قاضی اور صحیح فیصلہ کرنے والا علیؑ ہے چونکہ فیصلہ کرنے میں تمام علوم کی ضرورت پڑتی ہے اور علیؑ ہی علم رسالت ﷺ کے نگہبان ہیں یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے کہا انہیں حضرت علیؑ کی

خدمت میں لے جاؤ یہ دونوں حضرت علیؑ کی خدمت میں پیش ہوئے آپ نے عمارؓ سے فرمایا کہ ان دونوں کو دارالشرع لے چلو۔ آپ کچھ دیر بعد وہاں تشریف لائے آپ نے ان دونوں سے کہا کہ سچ سچ بتاؤ کہ اس شخص کا اصلی بیٹا جو اس کی وراثت کا حق دار ہے کون ہے دونوں نے پھر اپنے قول کا اصرار کیا ہر ایک نے کہا اصلی بیٹا میں ہی ہوں۔ جب دونوں نہ مانے تو آپ نے فرمایا اب میں تم دونوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں۔ آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ ان کے باپ کی قبر اکھاڑ کر ایک ہڈی نکال لاؤ جب وہ لے آیا تو آپ نے ان دونوں سے فرمایا اس ہڈی کو سونگھو پہلے نے اس ہڈی کو سونگھا تو کچھ نہیں ہوا دوسرے نے جب اس ہڈی کو سونگھا تو فوراً اس کے ناک سے نکسیر جاری ہوگئی پس آپ نے فرمایا یہی اس شخص کا اصلی بیٹا ہے اس کو ہی تمام وراثت دی جائے اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ کیسے آپ نے فرمایا اس ہڈی کو سب سونگھیں مگر کسی کو کچھ نہیں ہوا۔ اس نوجوان کو دوبارہ ہڈی سونگھائی گئی تو پھر نکسیر جاری ہوگئی ایسے میں حضرت عمرؓ نے فرط مسرت سے آپ کے دونوں ہاتھوں کو بوسہ دیا اور فرمایا اے ابوالحسنؑ خداتعالیٰ نے آپ کے بغیر عمرؓ کو دنیا میں زندہ نہ رکھے۔

ایک مرد کا اپنی بیوی پر الزام

حضرت عمرؓ کے دورِ حکومت میں ایک شخص نے اپنی عورت کی شکایت کی۔ کہ میری عورت بدچلن ہے اور وہ زنا سے حاملہ ہوگئی ہے عمرؓ نے پوچھا تیرا کون گواہ ہے اس نے کہا کوئی نہیں لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ میں ہمیشہ اس کی دُبر سے جماع کرتا رہا ہوں اس لئے ضرور زنا کیا ہی آپ نے فوراً اس عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ ایسے

میں اتفاق سے مشکل کشا مولا علیؑ کا گزر ہوا اُس عورت نے آپ کے حضور میں التجا کی کہ میں بے قصور ہوں مجھ پر ظلم ہو رہا ہے آپ نے فرمایا۔ اے عمرؓ تم فیصلہ کرنے میں اتنی عجلت سے کیوں کام لیتے ہو خاص طور سے سنگسار کے معاملے میں عمرؓ نے عرض کی یا علیؑ معاملہ صاف ہے یہ شخص دُبر میں جماع کرتا رہا ہے اس سے یہ عورت کیونکر حاملہ ہو سکتی ہے یقیناً اس نے زنا کیا ہے۔ آپ نے کہا ٹھہرو جلد بازی سے کام نہ لو اور سنو دونوں راستے ایک ہی مقام پر جاتے ہیں۔ شاید کوئی قطرہ رحم میں داخل ہو گیا ہو البتہ اس شخص پر حد لگنی چاہئے جس نے خود اپنی زبان سے دُبر میں دخول کرنے کا اقرار کیا ہے تا کہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے ایسے میں حضرت عمرؓ نے بے اختیار کہا اے ابوالحسنؑ آپ نے سچ فرمایا ہے خدا عمرؓ کو آپ کے بغیر زندہ نہ رکھے۔

خواب میں

حضرت علیؑ مشکل کشا وصی رسول ﷺ کو نہ صرف تمام علوم پر دسترس حاصل تھی بلکہ عدل وانصاف کے معاملے میں آپ کا ہر فیصلہ بشریعت کے تمام تقاضے پورے کرتا ہوا عدل وانصاف کے معیار کے عین مطابق ہوتا تھا ایک مرتبہ دو منافقوں نے مذاق کے طور پر آپ کا امتحان لینے کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک نے کہا یا امیر المومنین اس شخص نے میری بے عزتی کی ہے اور یہ کہتا ہے کہ رات کو تیری ماں سے مجھے احتلام ہوا ہے۔ شرع میں اس کی تعزیر کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا اس کو دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سایہ پر درے لگائے جائیں۔

بیل اور گدھے کا فیصلہ

آنحضرت ﷺ سرکار دو جہاں ختمی المرتبت کی حیاتِ طیبہ میں بھی بہت سے پیچیدہ مسائل آئے اور آپ نے حضرت علیؑ ہی کو حکم دیا کہ وہ فیصلہ کریں اس طرح اس فیصلہ کا تعلق آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ سے ہے جس کی روایت حضرت ابو بکرؓ نے کی ہے۔ ایک مرتبہ ایک بیل نے ایک گدھے کو مار ڈالا دونوں کے مالک آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ سے اس کا فیصلہ چاہا آپ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم اس کا فیصلہ کرو۔ سب نے جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ حیوان حیوان کو مار ڈالے تو کسی کا کیا قصور اور نہ ہی اس کا مالک کسی قسم کا تاوان لینے کا حق دار ہے آپ کچھ دیر خاموش رہے پھر حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے بھائی تم فیصلہ کرو۔ جناب امیرؑ نے فرمایا دونوں جانور کھلے تھے یا بندھے یا دونوں میں سے ایک کھلا تھا ایک بندھا تھا۔ دونوں شخصوں نے عرض کی کہ بیل کھلا ہوا تھا اور اس کا مالک اس کے ساتھ تھا آپ نے فرمایا۔ گدھے والا بیل والے سے تاوان لے۔ آنحضرت ﷺ نے آپ کا فیصلہ سننے کے بعد اس کی تصدیق فرمائی اور اسی کو جاری فرمایا۔

ماں کا اپنے بیٹے سے انکار

تاریخ کے اوراق حضرت علیؑ کے اچھوتے نادر فیصلوں سے بھری ہوئی ہیں آپ نے ایسے ایسے پیچیدہ مشکل مسائل کو اپنی علمی بصیرت و حکمت سے نہایت آسانی کے ساتھ حل کئے جو آج بھی موجودہ قانون دانوں کے لئے مشعل راہ ہیں بعض مرتبہ آپ کی خدمت میں ایسے ایسے مقدمات آئے جن کا حل آپ کے سوا

کر دینے والا کوئی نہ تھا آپ نہ ہوتے تو یقیناً کئی بے گناہ اپنے حق سے محروم ہو جاتے اور کئی مجرم سزا سے بے نیاز ہوتے اس طرح کا ایک عجیب مقدمہ عمرؓ کے عہد حکومت میں پیش آیا آپ کے دربار میں ایک جوان نے فریاد پیش کی۔ میرے اور میری ماں کے درمیان عدل کریں میری ماں میرے حق میں ظلم کرتی ہے۔ اس کلام کو سننے کے بعد آپ نے کہا تیری ماں نے تجھ پر کیا ظلم کیا ہے جوان نے کہا اے امیر المومنین۔ مجھ کو میری ماں نے دس مہینہ اپنے پیٹ میں رکھا۔ دو سال تک مجھے اپنا دودھ پلایا اب یہ کہتی ہے کہ تو میرا بیٹا نہیں ہے حضرت عمرؓ نے کہا اس کی ماں کو حاضر کیا جائے وہ عورت آئی آپ نے اس سے کہا اے عورت یہ جوان کہتا ہے کہ یہ میری ماں ہے مگر کسی وجہ سے تم انکار کرتی ہو عورت نے قسم کھا کر حلفیہ بیان دیا کہ خدا کی قسم یہ جھوٹ بکتا ہے میں اس کو قطعی نہیں پہچانتی اور یہ جوان مجھے میرے قبیلہ میں رسوا کر رہا ہے میں نے اسے نہیں جنا۔ مدت ہو چکی ہے میرا شوہر مر چکا ہے میں اس شہر میں تجارت کی غرض سے آئی ہوں۔ خلیفہ نے کہا اے عورت اس بات کے لئے کوئی گواہ ہے عورت نے بطور گواہ اپنے قبیلے کے چالیس مردوں کو پیش کیا سب نے یک زبان ہو کر شہادت دی کہ یہ عورت سچ کہتی ہے یہ جوان اس عورت پر تہمت لگا رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے غصہ میں اس جوان کو قید خانے میں ڈال دیا اتفاق سے اس جوان کی حضرت علیؑ امیر المومنین سے ملاقات ہوئی جوان نے آپ کے سامنے فریاد پیش کی اور کہا کہ مجھ پر ظلم ہو رہا ہے آپ کو تمام قصہ سے مفصل طور پر آگاہ کیا گیا آپ نے فرمایا اس جوان کو دار الشرع واپس لے چلو میں ابھی آتا ہوں آپ کچھ دیر بعد تشریف لائے اور حضرت عمرؓ سے کہنے لگے کیا میں اس نوجوان اور عورت کے درمیان ایسا حکم کر دوں جس میں

خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا کیوں نہیں ہم نے بارہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرکار دوجہاں سے یہ ارشادات فرماتے سنا ہے کہ "تم سب میں زیادہ عالم اور سب سے بہتر قاضی علیؑ ہو"۔ آپؑ نے اس عورت سے مخاطب ہو کر فرمایا اے عورت تو اس جوان کی ماں نہیں عورت نے انکار کیا۔ آپ نے کہا کیا تو مجھے اپنا والی مقرر کرتی ہے عورت نے کہا کہ بے شک میں آپ کو اپنا والی مقرر کرتی ہوں۔ آپ نے اپنےؑ چہیتے غلام قنبر سے فرمایا چار سو درہم لا کر اس عورت کا مہر ادا کریں اس جوان کا اس عورت سے نکاح کر دوں جب یہ رقم آ گئی تو آپ نے فرمایا کہ اسے اس جوان کے دامن میں ڈال دے کہ میں نے چار سو درہم کے مہر پر اس عورت کا نکاح اس جوان سے کر دیا۔ حاضرین مجلس تم گواہ رہو۔ اور جوان سے کہا کہ عورت کا ہاتھ پکڑ کر گھر میں لے جا اور اس وقت تک باہر نہ آنا جب تک جماع کے آثار تجھ سے نمودار نہ ہوں جوان نے نہایت پریشانی کے عالم میں کہا کہ میں کس طرح اپنی ماں سے نکاح کر سکتا ہوں آپ نے فرمایا میں جو کچھ کہتا ہوں وہ کر جب وہ جوان اس عورت کا ہاتھ پکڑ کر گھر لے جانے لگا تو عورت نے واویلا مچایا۔ یا امیر المومنین یہ ظلم مجھ پر نہ کریں مجھے سب کے سامنے رسوا نہ کیجئے مجھے آخرت کے عذاب سے بچایئے اور بلند آواز میں عورت نے اقرار کیا یہی میرا حقیقی بیٹا ہے میں اسے کس طرح اپنا شوہر بنالوں پھر اس عورت نے اصل واقعہ سے آگاہ کرتے ہوئے امیر المومنین کی خدمت میں عرض کی کہ یہ سب کچھ میرے بھائیوں کی وجہ سے ہوا ہے انہوں نے ہی مجھ سے کہا کہ اس لڑکے کو گھر سے نکال دے ورنہ یہ بڑا ہو کر میراث کا دعویٰ کرے گا اب میں اس امر سے توبہ کرتی ہوں تب جناب امیرؑ نے جھوٹی گواہی دینے والوں پر حد مقرر فرمائی اور عورت

نے اپنے بیٹے کو بوسہ دیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئی۔ جب اس عدل وانصاف کو حضرت عمر نے دیکھا تو بے اختیار کہنے لگے۔ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمرؓ ضرور ہلاک ہو جاتا۔

ایک امیر کی لڑکی اور تین غلام

تین غلاموں کے درمیان مشہور تاریخ ساز فیصلہ حضرت سلمانؓ فارسی اور عمار بن یاسر سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں تین غلاموں کے درمیان عجیب وغریب واقعہ پیش آیا۔ ایک امیر دولت مند کے تین غلام تھے جب وہ مرض الموت کے قریب ہوا تو اس نے وصیت کی کہ ایک غلام کو میری لڑکی اور تمام جائیداد ونقد زمین سمیت اس کے حوالے کر دیں دوسرے غلام کو ایک ایک ہزار دینار دے کر آزاد کر دیں۔ تیسرے کو قتل کر ڈالیں۔ اس دولت مند امیر تاجر کا انتقال ہو گیا۔ تینوں غلام آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے اپنی اپنی جگہ لڑکی اور تمام جائیداد کے دعویدار تھے۔ یہ معلوم کرنا مشکل ہو گیا کہ لڑکی اور تمام جائیداد کس غلام کو دی جائے کس کو ایک ہزار دینار دے کر آزاد کیا جائے اور کس کو قتل کیا جائے اس لئے اس امیر تاجر کی لڑکی ان تینوں غلاموں کو لے کر دارالشرع میں حاضر ہوئی اور تمام واقعہ خلیفہ کے سامنے پیش کیا۔ تمام صحابہ نے سننے کے بعد اس پر غور کیا مگر کوئی تجویز اس کے سمجھ میں نہ آئی جو شرع شریف کے مطابق عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرے آخرکار اس پیچیدہ اور مشکل مسئلہ کے لئے مشکل کشا۔ علوم انبیاء کے وارث امیرالمومنین حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کی خدمت میں تینوں غلام حاضر ہوئے آپ نے ایک

چھری منگوائی آپ نے ایک غلام سے کہا اس چھری کو لے جا اور اپنے آقا کی قبر کھود کر اپنے آقا کا سر کاٹ کر لے آ۔ اس غلام نے توبہ کی اور کہا کہ یہ کام میں کسی طرح نہیں کر سکتا کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے آقا کی بے ادبی کروں اس کے بعد آپ نے اس چھری کو دوسرے غلام کو دی اس غلام نے چھری ہاتھ میں لی ابھی چند قدم ہی گیا تھا کہ اسے خیال آیا کہ میں کیوں کر اپنے آقا کی قبر کو پھاڑ دوں اور اس طرح اپنے آقا کی بے ادبی کروں۔ یہ خیال کر کے غلام واپس آ گیا اور کہا کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔ آخر آپ نے یہ چھری تیسرے غلام کو دی اور وہ چھری لے کر تیزی سے اپنے آقا کی قبر کی جانب بڑھا اور تقریباً نصف قبر کھود چکا تھا اس کے بعد حضرت علیؑ مشکل کشا نے فرمایا کہ جس غلام نے اپنے آقا کے حقوق نمک کو مدنظر رکھتے ہوئے چھری ہاتھ میں نہیں لی۔ اُسے لڑکی اور تمام مال و اسباب دیا جائے جو غلام تھوڑی دور جا کر واپس آیا اُسے ایک ہزار دینار دے کر آزاد کیا جائے اور جس نے اپنے آقا کی قبر کھودنے کی جرأت کی وہ اپنے آقا کی وصیت کے مطابق واجب القتل ہے۔ جب حضرت عمرؓ نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو آپؑ نے فرمایا اس امیر آقا کی وصیت کے مطابق دونوں غلام پر تو حد جاری کی جا سکتی ہے مگر شریعت کے مطابق اس کا قتل جائز نہیں اب اس کے لئے یہ حکم ہے کہ یہ غلام اُس غلام کی خدمت کرے جسے لڑکی دی گئی ہے۔ تمام حاضرین نے جب آپ کی فراست و دانائی دیکھی تو سب مدح و ثنا کرنے لگے اور کہنے لگے کہ واقعاً آنحضرت ﷺ سرکار دوجہاں نے جو کچھ علیؑ ابن ابی طالبؑ کے لئے فرمایا ہے وہ بالکل سچ اور حق ہے۔

اصلی اور نقلی ماں

تاریخ اسلام کے صفحات گواہی دے رہے ہیں جب بھی کوئی پیچیدہ اور مشکل مسئلہ پیش آیا بڑے بڑے علم داں وحکما مسئلہ کے حل سے عاجز ہوئے تو اس وقت بحرعلم علم نبی ﷺ کے وارث حضرت علی مشکل کشا کو یاد کیا جاتا تھا جو نہایت آسانی سے پل ہی میں پیچیدہ تر مسئلوں کے حل اس قدر آسانی کے ساتھ فرماتے کہ آپؑ کا کیا گیا ہر فیصلہ نہ صرف عدل وانصاف کی کسوٹی پر پورا اترتا بلکہ شریعت محمدی ﷺ کے عین مطابق ہوتا اس طرح کا ایک پیچیدہ مسئلہ حضرت عمرؓ کے دور میں پیش آیا کہ دو تاجر ایک ہی گھر میں ایک ساتھ اکھٹے رہا کرتے تھے دونوں تجارت کی غرض سے سفر کو روانہ ہوئے ایک عورت نو ماہ کی حاملہ تھی دوسرے کی عورت کا ایک مہینہ کا بچہ تھا اتفاق سے ان ہی دنوں ایک ماہ کا بچہ فوت ہو گیا۔ جب حاملہ عورت کا بچہ پیدا ہوا تو دوسری عورت نے کہا کہ اس بچہ کو میرے حوالہ کر دے اس طرح تو دودھ پلانے کی مصیبت سے بھی بچی رہے گی دونوں میں بڑی محبت تھی اس عورت نے وہ بچہ اس کے حوالے کر دیا جب بچہ چند ماہ کا ہوا تو وہ دودھ پلانے والی عورت سے بے حد مانوس ہو گیا تو دوسری عورت نے کہا اب یہ بچہ بڑا ہو گیا ہے اسے میرے حوالے کر دو تا کہ اپنے بیٹے کی میں خود پرورش کروں مگر اس عورت نے یہ کہہ کر بچہ دینے سے انکار کر دیا کہ یہ میرا ہی حقیقی بچہ ہے تو خواہ مخواہ کا جھگڑا کر رہی ہے۔ یہ مقدمہ حضرت عمرؓ کے دربار میں پیش ہوا آپ نے سارا واقعہ سننے کے بعد فرمایا اس طرح کہ پیچیدہ و مشکل حل سوائے حضرت علیؑ کے کوئی دوسرا حل نہیں کرسکتا۔ آخر یہ مسئلہ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر کیا گیا آپ

نے فرمایا اچھا میں اس بچہ کے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں آدھا ایک عورت لے لے اور آدھا دوسری عورت جو عورت اس کی رضائی ماں تھی وہ اس فیصلے پر راضی ہوگئی جو اس کی حقیقی ماں تھی وہ بے اختیار تڑپ اٹھی اور چلا چلا کر کہنے لگی اس بچے کے ٹکڑے نہ کرو میں گواہی دیتی ہوں یہ بچہ اس عورت کا ہے بچہ صحیح سالم اس کے حوالے کر دو مجھے بھی منظور ہے کہ بچہ زندہ رہے خواہ کسی کے پاس ہو۔ جناب امیرؑ نے فرمایا اے عورت بے شک یہ بچہ تیرا ہی ہے بچہ اس کے حوالے کر دیا گیا آخر اس عورت نے بھی اقرار کر لیا جس نے بچہ کے لئے جھوٹا دعویٰ کیا تھا آپ نے ان دونوں عورتوں کی صلح کرا دی اور یہ دونوں عورتیں خوشی خوشی اپنے گھر روانہ ہوگئیں لڑکے کی ماں جب تک جیتی رہی اس وقت تک حضرت علیؑ کی شکر گزاری کرتی رہی ہمیشہ کہتی یہ لڑکا حضرت علیؑ کا غلام ہے۔

آٹھ درہم کی تقسیم

حضرت علیؑ کی خدمت میں مختلف نوعیت کے فیصلے آئے اور مختلف نوعیت کے فیصلوں کا حل صرف وہی شخص کر سکا ہے جسے تمام علوم پر دسترس حاصل ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ آپؑ کی خدمت میں جب بھی کوئی پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ پیش آیا۔ آپؑ نے اپنی علمی بصیرت سے اسے فوری حل کیا اس وقت ایک ایسا مسئلہ پیش کیا جا رہا ہے جس کا تعلق علم ریاضی سے ہے یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو دور قدیم سے لے کر دور جدید تک کا بڑے سے بڑے علم ریاضی حاصل کرنے والوں کے لئے یہ حساب نہایت دلچسپ پیش کرتا ہے جو آج بھی مشکل راہ کے فرائض انجام دینے کے لئے کافی ہے یہ مسئلہ عام وخاص ہر کتب میں کافی مقبول ہے علماء اکرام اپنی تقاریر میں اس کو پیش کرتے ہیں

اس کا تعلق آپ کے زمانہ خلافت سے ہے کہ ایک مرتبہ دو مسلمان مرد سفر کے لئے
روانہ ہوئے ایک مقام پر دونوں نے دستر خوان بچھایا اور اپنی اپنی روٹیاں نکالیں ایک
کے پاس پانچ روٹیاں تھیں دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں ابھی کھانے کی تیاری
میں تھے کہ ایک شخص اور بھی آیا اور ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا تھا کھانا
کھانے کے بعد تیسرے شخص نے آٹھ درہم ان کے حوالے کئے اور وہ چلا گیا ان آٹھ
درہموں کی تقسیم کے لئے ان دونوں کے درمیان جھگڑا پیش آیا۔ پانچ روٹیوں والے
نے کہا چونکہ میری پانچ روٹیاں تھیں اس لئے میں پانچ درہم کا حق دار اور تمہاری تین
روٹیاں تھیں تم تین درہم کے حقدار ہو مگر دوسرا نہ مانا اس کا کہنا یہی تھا کہ یہ درہم نصف
نصف تقسیم ہونے چاہئیں دونوں میں کوئی بات نہ بنی آخر دونوں جھگڑتے ہوئے
قاضی کے پاس پہنچے قاضی نے بھی یہی کہا کہ جو کچھ پانچ روٹیوں والا کہتا ہے صحیح ہے مگر
ان دونوں نے کہا ہماری تسلی اس وقت تک نہ ہوگی جب تک حضرت علیؓ اس کا فیصلہ نہ
فرمائیں گے غرض کہ معاملہ حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش ہوا سارا واقعہ بیان کیا گیا
آپ نے پانچ روٹیوں والے سے کہا کہ تو اسے خوشی سے تین درہم دیتا ہے اس نے کہا
ہاں۔ آپ نے تین روٹیوں والے سے کہا تیرا دوست جو کچھ تجھے دیتا ہے اُسے لے
لے مگر وہ نہ مانا اور کہا کہ عدل کی رو سے جو مجھے ملتا ہے وہ دیں۔ آپ نے فرمایا اب تو
عدل کا خواہاں ہے تو سن تو صرف ایک درہم کا حقدار اور سات درہم کا تیرا دوست اس
نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کل آٹھ روٹیاں تھیں ان کے تین تین
ٹکڑے کئے جائیں تو کل چوبیس ٹکڑے ہوئے یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا کہ کس نے کتنے
ٹکڑے کھائے فرض کر لیا کہ سب نے برابر کھائے اس طرح پانچ روٹیوں کے پندرہ

ٹکڑے ہوئے اور تین روٹیوں کے نو ٹکڑے ہوئے ہر ایک نے آٹھ آٹھ ٹکڑے کھائے اس طرح پانچ روٹیوں والے کے تیسرے شخص نے سات ٹکڑے اور تیری تین روٹیوں کا ایک ٹکڑا کھایا اس طرح سات درہم اس کے اور ایک درہم کا حقدار تو ہے یہ فیصلہ سنتے ہی چاروں طرف سے مرحبا کا شور بلند ہوا اور اس شخص نے بھی اپنی نادانی کا اقرار کرتے ہوئے ایک درہم قبول کرلیا اس وقت حضرت علیؑ نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ علیؑ کی خلافت میں کسی پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوا۔

سترہ اونٹوں کی تقسیم

اس فیصلے کا تعلق بھی علم ریاضی سے ہے انتہائی پیچیدہ و مشکل مسئلہ ہونے کے باوجود بھی آپ نے اپنی علمی فراست حکمت وبصیرت سے طے فرمایا علمی ریاضی اور حساب میں فرضی ہندسہ ایک کس قدر اہمیت کا مالک ہے اور یہ ہندسہ فرضی نہ ہوتا تو کام حساب کا حل ہونا نہ صرف مشکل ہوتا بلکہ ناممکن ہوتا یہ کہنے میں ذرا بھر بھی مجھے تامل نہیں کہ فرضی ہندسہ کی ایجاد مولائے کائنات فخر امامت حضرت علیؑ ہی کی ہے جنہوں نے دور جدید کے ریاضی دانوں کے لئے حساب کے مشکل مسائل کو حل کردیا آج بھی زمانہ تمام علوم میں اس قدر ترقی کر چکا ہے مگر اس کے باوجود بھی علم ریاضی کا جو فار مولا مشکل کشا نے پیش کیا وہ دور جدید کا ریاضی داں پیش کرنے سے قاصر ہے۔

آپ کے زمانہ خلافت کا مشہور اور اہم واقعہ جو ہر عام وخاص کتب میں کثرت سے ملتا ہے۔ آپ کی خدمت میں تین آدمی حاضر ہوئے جنہوں نے ایک مشترکہ کاروبار کیا جس سے انہیں سترہ اونٹ مشترکہ منافع میں ملے ان تینوں

آپ کی خدمت میں عرض کی کہ ہم تینوں کا حصہ منافع میں اس طرح ہے ایک فرد نصف کا مالک ہے۔ دوسرا فرد تیسرے حصہ کا مالک ہے اور تیسرا فرد نویں حصہ کا مالک ہے ہم تینوں چاہتے ہیں کہ ۱۷ اونٹ اس طرح تقسیم کیے جائیں کہ اونٹوں کو کاٹنا نہ پڑے اور نہ ہی انہیں فروخت کرنا پڑے اس انداز سے تقسیم ہو کہ ہر ایک کو اس کا حصہ اونٹوں کی شکل میں مل جائے آپ نے تمام واقعہ سننے کے بعد فرمایا کہ ان اونٹوں کو ایک قطار میں کھڑا کر دو اور اپنے غلام قنبر سے فرمایا کہ ان ۱۷ اونٹوں میں ایک اونٹ اپنا ملا دو اس طرح کل اونٹوں کی تعداد ۱۸ ہو گئی اس کے بعد آپ نے پہلے فرد سے کہا تم نصف کے حق دار ہو۔ ان اٹھارہ اونٹوں میں سے نصف نکال لو اس طرح اس نے اٹھارہ کا نصف ۹ اونٹ اپنے ایک طرف کر لئے بقایا ۹ اونٹ بچے۔ آپ نے تیسرے حصہ کے مالک سے کہا کہ تم اپنا تیسرا حصہ یعنی ۶ اونٹ لے لو۔ چونکہ ۱۸ کا تیسرا چھ اونٹ بنتے ہیں وہ بھی اپنا حصہ لے چکا تھا باقی تین اونٹ رہے اس کے بعد تیسرا جو نویں حصہ کا مالک تھا اس سے کہا کہ تم اپنا نواں حصہ یعنی دو اونٹ لے لو چونکہ اٹھارہ کا نواں حصہ دو اونٹ ہیں وہ اپنے حصے کے دو اونٹ لے چکا تھا باقی ایک اونٹ حضرت علیؑ والا بچ گیا جسے قنبر نے الگ کر دیا۔

یہ فیصلہ سنتے ہی تینوں افراد ہنسی خوشی اپنے گھر کو روانہ ہوئے اور تمام دربار اس فیصلہ کو سن کر انگشت بدنداں رہ گیا۔

شراب خور اور حرمت سے لاعلم

اس فیصلے کا تعلق حضرت ابوبکرؓ کے دورِ حکومت سے ہے آپ کے دربار میں

ایک ایسے مسلمان شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی لی تھی جب اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے اپنے شراب پینے کا اقرار کیا اس نے اپنے جرم کو مان لیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس سے دوبار پوچھا کہ آخر مسلمان ہو کر تم نے یہ جرم کیوں کیا تو اس شخص نے جواب دیا کہ میں جس علاقہ میں رہتا ہوں وہ لوگ شراب پینے کے عادی ہیں اور مجھے اگر یہ معلوم ہوتا کہ اسلام میں شراب نوشی حرام قرار دی ہے تو میں کبھی نہ پیتا خلیفہ وقت سوچ میں پڑ گئے کہ اب اس کا کیا فیصلہ ہونا چاہئے۔ آپ نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا تو انہوں نے بے ساختہ کہا کہ ایسے شرعی مسائل کا حل سوائے حضرت علیؑ کے اور کوئی نہ کر سکے گا۔ آخر کار اسے حضرت علیؑ کی خدمت میں لایا گیا آپ نے تمام واقعہ سننے کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس کو یہاں کے تمام مسلمان انصار و مہاجرین کے پاس لے جا کر اس امر کی تصدیق کرائیں کہ کیا اُن میں سے کسی نے بھی اس کو شراب اسلام میں حرام ہونے کی اطلاع دی اگر اسے اطلاع ملی ہے تو شرعی اعتبار سے اس پر حد واجب ہے مگر تمام انصار و مہاجرین میں سے کسی نے بھی اس بات کا اقرار نہیں کیا کہ اس کے سامنے حرمت شراب کی آیت پڑھی گئی ہو اس تصدیق کے بعد آپ نے فرمایا اس کو کوئی سزا دینی نہیں چاہئے مگر اس کے بعد اس جرم کا ارتکاب کرے تو سزا کا مستحق ہے۔ چنانچہ اس سے توبہ کرائی گئی اور اُسے چھوڑا یا گیا تاریخ داں رقم طراز ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سرکار دو جہاں کی رحلت کے بعد یہ پہلا فیصلہ تھا جو وصیؑ رسول مولا علیؑ نے فرمایا۔

شراب کی سزا اَسی (۸۰) کوڑے

تاریخ اسلام کے صفحات اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو جب بھی پیچیدہ مسائل کا سامنا کرنا پڑتا تو ایسے میں دربار علیؑ سے ہی آپ فیضیاب ہوئے اس طرح کا ایک واقعہ حضرت عمرؓ کے دور میں پیش آیا کہ آپ کے زمانے میں شراب نوشی کی سزا چالیس کوڑے تھے مگر آپؑ نے اس کو دوگنا کر دیا اس اضافہ کی ضرورت اس وقت پیش آئی جب مسلمانوں کو کافی فتوحات ہونے لگی مال غنیمت کی رقم سے مسلمان دولت مند ہونے لگے اور دولت مندی نے انہیں شراب پر اُکسایا جس کی وجہ سے وہ چالیس کوڑوں کی سزا کو معمولی سمجھ کر کثرت سے شراب پینے لگے آپؑ شراب کے بڑھتے ہوئے استعمال کو روکنا چاہتے تھے دیگر افراد سے بھی حضرت عمرؓ نے رجوع کیا مگر کوئی اس کا حل نہ بتا سکا آخر کار حضرت عمرؓ حضرت علیؑ کی خدمت میں پیش ہوئے تو آپؑ نے اس کا علاج یہ فرمایا چونکہ شراب پی کر آدمی بے ہوش ہو جاتا ہے اس بدحواسی کے عالم میں جھوٹ بکتا ہے چونکہ شریعت میں جھوٹ بولنے کی سزا (۸۰) کوڑے ہیں چنانچہ شراب خور کو ۸۰ کوڑے مارے جانے چاہئیں اس طرح آپؑ کے کہنے سے شراب پینے والے کی سزا چالیس کوڑے سے بڑھ کر ۸۰ کوڑے ہو گئی اس سزا کے دوگنا ہونے سے استعمال شراب میں بہت زیادہ کمی واقعہ ہوئی۔

حکم رجم اور زن حاملہ

اس واقعہ کا تعلق حضرت عمرؓ کے دور سے ہے ایک عورت حاملہ بقلت زنا حضرت عمرؓ کے سامنے لائی گئی آپ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا اتفاق سے اس

طرف سے حضرت علیؑ مشکل کشا کا گزر ہوا تو آپ نے فرمایا اے عمرؓ یہ کیا غضب کرتے ہو اس عورت کے ساتھ کیا اس بچے کو بھی مار ڈالنے کا ارادہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا پھر کیا کروں آپؑ نے فرمایا اس کو وضع حمل کی مہلت دو جب یہ بچہ پیدا ہو جائے اور کوئی اس کی ذمہ داری قبول کرلے تب اس پر حد جاری کرنا۔ اتفاقاً جس وقت اس عورت کے یہاں بچہ پیدا ہوا تو وہ عورت مرگئی ایسے میں بے اختیار حضرت عمرؓ نے کہا علیؑ نہ ہوتو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔

سو(۱۰۰)چوریاں

مولا علیؑ نفس رسول ﷺ وصی رسول ﷺ کا ہر حکم دین اسلام کے عین مطابق ہوتا اس طرح ایک دن آپ کی خدمت میں ایک خوبصورت وخوش پوش جوان کولایا گیا جس پر چوری کا الزام تھا آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا اے نوجوان تو کس قدر خوش پوش، خوبصورت واعلیٰ نصب کا ہے لیکن تجھے اپنا کچھ خیال نہ آیا اور تو نے خود کو داغدار بنالیا۔ اب تیرا چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹا جائے گا یہ سُن کر اس نے رحم کی درخواست کی کہ یہ میرا پہلا گناہ ہے آپ نے فرمایا نہیں تو نے اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ چوری کی ہے یہ سُن کر وہ جوان رونے لگا اور کہا کہ میں تنہا اپنے خاندان کا کفیل ہوں اگر میرا ہاتھ کاٹا گیا تو وہ سب بے سہارا ہو جائیں گے آپ نے یہ سُن کر اپنا سر جھکا لیا کچھ دیر بعد فرمایا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں آخر اس کا ہاتھ قطع کر دیا گیا اس کے بعد اس شخص نے اقرار کیا کہ میں نے اس سے قبل ننانوے مرتبہ چوریاں کی تھیں یہ چوری جس میں، میں پکڑا گیا ہوں میری سویں (۱۰۰) چوری تھی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا بیشک خدا ایسا ہی غفور

ورحیم ہے وہ کسی بندے پر پہلی بار عقوبت نہیں کرتا یہ فیصلہ دیکھنے کے بعد تمام لوگ آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دینے لگے اور کہنے لگے علیؑ خداوند آپ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔

ایک غلام کا اپنے آقا کو قتل کرنا

اس واقعہ کا تعلق حضرت عمرؓ کے دور سے ہے جس کی روایت قاضی نعمان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک غلام کو حضرت عمرؓ کے دربار میں پیش کیا گیا جس نے اپنے آقا کو قتل کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس غلام سے وضاحت طلب کی جس کے جواب میں غلام نے کہا کہ واقعی میں نے اپنے آقا کو قتل کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا آقا مجھ سے بدفعلی کرنا چاہتا تھا میں نے بہت کوشش کی کہ وہ اپنے ارادے سے باز آ جائے مگر وہ باز نہ آیا آخر میں نے اپنی عزت بچانے کی خاطر اسے قتل کر ڈالا۔ حضرت عمرؓ نے اسے قتل کے جرم میں گردن مارنے کی سزا دی۔ حضرت علیؑ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی آپؑ نے اس غلام سے دوبارہ پوچھا اس نے اقرار کرتے ہوئے تمام واقعہ سے آگاہ کیا آپ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اسے ابھی قتل نہ کرو بلکہ قید رکھو تا کہ حقیقت کا علم ہو جائے آپؑ نے اس کے آقا کے وارثوں سے کہا کہ تم نے اس کو کب دفن کیا ہے انہوں نے کہا کہ ابھی ابھی دفن کیا ہے آپ نے فرمایا کہ تین دن بعد اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔ مقتول کے ورثہ تین دن بعد حاضر ہوئے آپ نے ان مقتول کے وارثوں کو اور حضرت عمرؓ اور دیگر افراد کو ساتھ لیا اور قبرستان پہنچے آپ نے دو جوانوں سے قبر کھدوائی اور میت باہر نکالنے کا حکم دیا تو سب نے دیکھا کہ میت قبر میں موجود نہ تھی

صرف کفن موجود تھا۔ آپ نے دو مرتبہ تکبیر کی صدا بلند کی اور فرمایا۔ آنحضرت ﷺ سرکار دو جہاں نے فرمایا تھا کہ میری امت میں جو بھی مرد، مرد سے یہ کام کرے گا اس کے مرنے کے تین دن بعد زمین اس کی لاش کو وہاں پھینک دے گی جہاں قوم لوط ہے تاکہ قیامت کے دن وہ ان کے ساتھ اُٹھے۔

اپنا حصہ بھی دے دیا

حضرت علیؑ مشکل کشا وصی رسول ﷺ جب ظاہری خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو آپ کا عہد اسلامی تاریخ میں عدل وانصاف کا زریں دور کہلاتا ہے جہاں عدل وانصاف کے وہ نمونے ملتے ہیں جس کی نظیر کسی دوسری جگہ تلاش کرنا فضول ہے آپ نے عدل وانصاف میں اپنے اور غیروں میں اعلیٰ وادنیٰ میں عربی وغیر عربی میں سرکاری میں کوئی امتیاز نہ رکھا وہی کچھ کیا جو عدل وانصاف کی کسوٹی اور اسلامی شریعت کے عین مطابق تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کے دور میں حق دار حق سے کبھی محروم نہیں رہا اور نہ ہی کوئی اپنے حق سے زیادہ لے سکا آپ کے دور خلافت میں متعدد ایسے واقعات ملتے ہیں جو آپ کے عدل وانصاف رعایا پروری کی عکاسی کرتے ہیں جس کے لئے آپ کا بڑے سے بڑا مخالف بھی یہ کہنے پر مجبور ہے کہ علیؑ جیسا عدل وانصاف پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے۔

آپ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ بیت المال میں کافی نقدی آئی آپ کا اصول تھا کہ جس وقت بھی جو کچھ آتا سب میں مساوی تقسیم کر ڈالتے آپ نے تمام نقدی اہل اسلام میں برابر تقسیم کر دی جو کچھ دوسروں کے حصہ میں آئی اتنی ہی رقم

آپ کو ملی کچھ دیر بعد ایک بزرگ تشریف لائے اور کہا کہ میں فلاں کام سے گیا ہوا تھا اس وجہ سے میرا حصہ عنایت فرمائیں آپ نے اپنے بزرگ غلام قنبر کو آواز دی اور فرمایا کہ میرے حصہ کی رقم ان بزرگ کو دے دی جائے۔

یہ ممکن ہے

حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور سوال کیا کہ کیا کوئی ایسی صورت ہو سکتی ہے کہ ایک شخص نے باکرہ عورت سے صبح کو ترویج کی ہو اور شام کو اس سے لڑکا ہو اور یہ لڑکا اور وہ عورت ابن واُم کی میراث پالیں جواب دیا کہ یہ صورت ممکن نہیں پھر یہ شخص حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہی سوال کیا آپ نے فرمایا ممکن ہے بایں طور کہ یہ عورت اس شخص کی کنیز تھی جو پہلے اس سے حاملہ ہو چکی تھی پھر اس نے اس کو اپنی زوجیت میں لے لیا شام کو جب اس عورت نے بچہ جنا تو وہ شخص مر گیا پس اب وہ دونوں ابن واُمّ کی میراث پا سکتے ہیں۔

توضیح:۔ سائل کی منشاء کہ کیونکر ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ایک عورت سے ترویج کرے اور شام ہی کو وہ بچہ جنے۔ پھر اس کے مرنے کے بعد بحکم شرع بیٹا اپنا حصہ پالے اور ماں اپنا حالانکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکا اس شخص کا نہیں کیا کیونکہ بعد ترویج شام ہی کو پیدا ہو گیا ہے لیکن کسی دوسرے کا بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس نے باکرہ سے ترویج کی تھی یعنی وہ عورت کسی دوسرے مرد کے پاس گئی ہی نہ تھی اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے یہ دیا کہ یہ عورت اس کی کنیز تھی اور حالت کنیزی میں اس سے حاملہ ہوئی بعد اس کے اس نے اپنی زوجیت میں لے لیا جس روز زوجیت میں لیا اسی

روز لڑکا پیدا ہو گیا اور وہ خود مر گیا پس چونکہ یہ لڑکا اسی کا تھا اور کنیز اُس کی زوجیت میں آ چکی تھی لہذا متوفی کی میراث اس عورت اور اس لڑکے کو ملی۔

ام کلثومؑ اور موتیوں کا ہار

مولا علیؑ کے دور حکومت میں عدل وانصاف کے دریا بہتے کسی فرد کو یہ جرأت نہ تھی کہ وہ اپنے حق سے زیادہ فائدہ اٹھانا اس معاملہ میں خواہ آپؑ کے لخت جگر امام حسنؑ وحسینؑ ہوں یا چہیتی بیٹی ہو سب کے ساتھ ہی ہر عام وخاص والا سلوک رہا آپؑ کے دور خلافت میں ایک اور واقعہ آپ کی چہیتی بیٹی اُمّ کلثومؑ کا پیش آیا جس کی نظیر تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

علی ابن ابو رافع جو حضرت علیؑ کی طرف سے بیت المال کا خازن تھا جسے آپؑ کے خاندانی خدمت گزار ہونے کا شرف حاصل تھا ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بصرہ سے خراج میں ایک موتیوں کا ہار آیا اتفاق سے عید قریب تھی۔ حضرت اُم کلثومؑ بنت امیر المومنینؑ نے مجھ سے ایک ہار اس وعدہ پر لیا کہ عید کے روز پہن کر واپس کر دیا جائے گا۔ امیر المومنینؑ جب گھر تشریف لائے تو آپؑ نے یہ ہار اُم کلثومؑ کو پہنے دیکھا تو استفسار فرمایا آپؑ کی صاحبزادی نے عرض کی یہ ہار میں نے ابو رافع سے ادھار لیا ہے جسے کل تک میں واپس کر دوں گی یہ ہار کس طرح گھر تک پہنچا۔ ابو رافع نے حالات سے آگاہ کیا آپؑ نے حکم دیا اس ہار کو فوراً اسی مقام پر رکھ آؤ جہاں سے لیا ہے اور آئندہ ایسی حرکت تم نے کی تو میں سختی سے پیش آؤں گا اور فرمایا اگر یہ ہار تم سے ادھار نہ لیا ہوتا تو آج زنان ہاشمیہ میں پہلی عورت اُمّ کلثومؑ ہوتیں جس کا ہاتھ

قلم کیا جاتا۔

ایک مقتول اور کئی قاتل

اس فیصلہ کا تعلق حضرت عمرؓ کے دور سے ہے۔ واقعہ یوں ہے ایک شخص کو اسکی سوتیلی ماں نے اپنے چند رفقاء کے ساتھ مل کر قتل کر ڈالا۔ جب یہ مقدمہ حضرت عمرؓ کے دربار میں پیش ہوا تو آپ اس امر کیلئے سوچنے لگے کہ مقتول تو ایک ہے اور قاتل کئی اس کی سزا ایک کو دینی چاہیے یا سب سزا کے مستحق ہیں آپ سے اس مسئلہ کا حل نہ ہوا آخر حضرت علیؑ مشکل کشا کی خدمت میں اس مسئلہ کو پیس کیا آپؑ نے فرمایا اے عمرؓ اگر کئی چور مل کر ایک اونٹ کو چرائیں تو کیا ایک کو سزا ملنی چاہیے یا سب کو حضرت عمرؓ نے کہا سب کو تو حضرت علیؑ نے فرمایا اسکا حل بھی بالکل اس طرح کا ہے۔

خلیفہ کے خوف سے حمل ساقط ہونا

اس فیصلے کا تعلق حضرت عمرؓ کے دور سے ہے جس کی روایت اسماعیل بن صالح نے کی ہے۔ حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں آپ نے ایک عورت کو دربار میں بلوایا جب آپ کے سپاہی اس عورت کو لینے اس کے گھر پہنچے تو آپ کا حکم سنتے ہی اس قدر خوف زدہ ہوئی کہ عورت کا حمل ساقط ہو گیا اور بچہ مر گیا۔ اس کی اطلاع جب خلیفہ وقت حضرت عمرؓ کو ملی تو آپ نے اپنے دربار کے درباراصحاب سے مشورہ کیا اس بچہ کے مرنے سے مجھ پر کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ آپ نے کچھ نہیں کیا آپ پر کچھ نہیں ہوتا مگر اس جواب سے آپ مطمئن نہ ہوئے آخر حضرت علیؑ سے رجوع کیا تو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تیرے درمیان والوں نے کہا ہے

یہ سب تیری چاپلوسی کرتے ہیں اور تجھے دھوکہ دے رہے ہیں اگر تو اس مسئلہ کا حل چاہتا ہے دین کے مطابق اس کی ذمہ داری تم پر عائد ہوتی ہے اور فرمایا کہ اس بچہ کی دیت تمہارے ذمہ ہے کیونکہ یہ قتل خطا ہے جو تمہاری وجہ سے ہوئی ہے یہ سن کر حضرت عمرؓ نے بس بچہ کی دیت ادا کی اس طرح حضرت عمرؓ کا دل مطمئن ہوا۔ تاریخ کے اوراق گواہی دے رہے ہیں کہ ہمیشہ حضرت عمرؓ کو جب بھی ان دشوار اور پیچیدہ مسائل کا سامنا کرنا پڑا تو حضرت عمرؓ ہمیشہ حضرت علیؑ کی طرف رجوع ہوتے تھے آپ اس قدر آسانی سے ان مسائل کو طے کرتے جس سے ہر طرف خوشی و مسرت کی لہر دوڑ آتی۔

جھوٹی گواہی

مولا علیؑ اپنے دور خلافت میں جلوہ افروز تھے کہ آپؑ کے پاس دو شخص آئے انہوں نے ایک شخص کے متعلق گواہی دی کہ اس نے چوری کی ہے آپ نے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ کچھ دنوں بعد یہ دونوں شخص کسی دوسرے کو پکڑ کر لائے اور کہا کہ جس شخص کا ہاتھ کاٹا گیا تھا اس نے چوری نہیں کی تھی بلکہ اس نے چوری کی ہے۔ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ تم کو نصف خون بہا اس شخص کو دینا پڑے گا جس کے لئے تم نے غلط گواہی دی اور تمہاری غلط گواہی کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ اور اس کے ساتھ یہ حکم دیا کہ تمہاری گواہی اس شخص کے لئے قابل قبول نہیں ہوگی۔

دو کنیزوں کی بدمستی

اس فیصلہ کا تعلق حضرت علیؑ کے دور خلافت سے ہے کہ دو کنیزیں حمام میں داخل ہوئیں اور ایک کنیز نے اپنی انگلی سے دوسری کنیز کا ازالہ بکارت کر دیا جب یہ

واقعہ امیر المومنینؑ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ بطور تاوان اس کنیز کو قید کر دیا جائے جس نے مستی میں دوسری کنیز کے ساتھ یہ حرکت کی ہے۔

وراثت کی تقسیم

میراث کے اس فیصلے کا تعلق مشکل کشا مولا علیؑ کے دور خلافت سے ہے۔

نفسِ رسول ﷺ کا جنگ جمل کے بعد ایک طرف سے گزر ہوا آپ نے دیکھا کہ ایک عورت اور اس کے پاس ہی ایک اسقاط شدہ بچہ کی لاش پڑی ہے آپؑ نے ان دونوں کے مرنے کی کیفیت پوچھی تو بتلایا گیا کہ جنگ جمل کو دیکھ کر ان دونوں کی ہلاکت ہوئی ہے پھر آپؑ نے دریافت کیا کہ پہلے کون مرا جواب ملا اس کا بچہ پہلے مرا تب آپؑ نے اس عورت کے شوہر کو تلاش کے بعد بلوایا۔ اور اس بچہ کی دیت کا تین حصہ کیا۔ ایک حصہ ماں کا دو حصے شوہر کو دیئے پھر ماں کے ۱/۳ حصوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جس میں سے ایک شوہر کو اور دوسرا ماں کے قرابت داروں کو دیا اس کے بعد عورت کا دیت نصف بھی اس کے شوہر کو دیا باقی آدھا اس کے قرابت داروں کو یہ تمام رقم بصرے کے بیت المال سے ادا کی گئی۔

ایک لڑکی پر ظلم

عورت ہو خواہ مرد اس قدر خود غرض بن چکا ہے کہ وہ اپنی خواہشات کی تکمیل اور دنیاوی مفاد کے خاطر بڑے سے بڑے ظلم سے بھی گریز نہیں کرتا ایسا ہی ایک واقعہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں پیش آیا۔ ایک شخص نے ایک یتیم لڑکی کی پرورش کی جب وہ تجارت کی غرض سے سفر کے لئے روانہ ہوا تو اس نے اس لڑکی کو اپنی بیوی کے سپرد کیا

لڑکی سن بلوغت کو پہنچی تو حسن و جمال میں اس عورت کو پیچھے چھوڑ دیا جب اس عورت نے اس یتیم لڑکی کا حسن و جمال دیکھا تو اسے خیال پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا شوہر سفر سے واپس آئے اس لڑکی پر عاشق ہو اس طرح اس کی شادی ہو جائے تو میں کہیں کی نہ رہوں گی۔ یہ وہم اس کے دل میں اس قدر بڑھا کہ پڑوس کی چند عورتوں کو اپنے گھر بلا کر اپنا ہم راز بنایا اُن سب کو شراب پلاتی اور اس یتیم لڑکی کو بھی زبردستی شراب پلائی جب یتیم لڑکی شراب سے بدحواس ہوگئی تو انہوں نے اس کی بکارت زائل کر دی۔ کچھ عرصہ بعد اس کا شوہر سفر سے واپس آیا تو اس یتیمہ کی خیر و عافیت دریافت کی تو اس کی بیوی نے بتایا اس کا کیا پوچھتے ہو وہ تو بدچلن ہوگئی ہے بے عصم ہوگئی ہے جب یتیمہ سے پوچھا گیا تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے کسی مرد کی شکل نہیں دیکھی اس کی عورت نے پڑوس کی عورتوں کو بلایا ان سب نے اس کے شوہر کے سامنے گواہی دی کہ واقعی یہ لڑکی بدچلن بے عصمت ہے۔ آخرکار فیصلے کے لئے حضرت عمرؓ کے دربار پہنچے مگر وہاں بھی کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ یتیمہ نے فریاد کی کہ مجھے حضرت علیؑ کے پاس لے چلو وہی سب سے بہتر جاننے والے ہیں آخرکار اس یتیمہ کا فیصلہ دربار امامتؑ میں پیش ہوا تو آپؑ نے اس عورت سے فرمایا کیا اس لڑکی کے زنا کرنے پر گواہ ہیں۔ عورت نے کہا ہاں عورت نے ہمسایہ کی عورتوں کو بطور گواہی پیش کیا۔ جب یہ عورتیں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو سب نے ایک زبان ہو کر اس لڑکی کی بدکاری کی گواہی دی آپؑ نے نیام سے شمشیر سے نکالی ہر چند کوششیں کیں یہ خواتین جھوٹی گواہی سے گریز کریں مگر یہ عورتیں باز نہ آئیں۔ آخر آپؑ نے فرمایا ان سب عورتوں کو ایک مکان میں قید کر دو آپؑ نے ایک عورت کو بلوایا پھر اُس کے بعد

دوسری عورت کو بلوایا اور فرمایا مجھے نہیں جانتی میں علیؑ ابن ابی طالبؑ ہوں پہلی عورت نے مجھے سب کچھ سچ سچ بتا دیا ہے جس کی وجہ سے میں نے اُسے امان دے دی ہے اگر تو بھی حق کی طرف رجوع ہو جا تو تجھے بھی امان مل جائے گی ورنہ تیرا انجام بُرا ہوگا۔ عورت بلند آواز سے چلائی یا مولا علیؑ اس لڑکی نے زنا نہیں کیا یہ سب اس پر تہمت ہے اس عورت نے مولا علیؑ کو سب کچھ صاف صاف بتا دیا کہ یہ عورت اس کے حسن و جمال سے خوفزدہ تھی کہ کہیں اس کا شوہر اس سے شادی نہ کرے اور اسے نشہ پلا کر ہم سب کی مدد سے اس کی بکارت کو زائل کیا ہے یہ سن کر امیر المومنینؑ نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اس کے بعد آپؑ نے فیصلہ دیا کہ عورت پر تہمت کی سزا جاری کی جائے اور اس کو اس کے شوہر سے الگ کر دیا جائے اس طرح اس کے شوہر نے اس کو طلاق دی اور آپؑ کے حکم کے مطابق اُس عورت کے شوہر نے اس لڑکی سے نکاح کیا آپؑ نے اس کا حق مہر اپنی جیب سے ادا فرمایا اس کے علاوہ ان عورتوں سے چار سو درہم اس کی بکارت زائل کرنے کے وصول کر کے اس لڑکی کو دیئے جائیں۔

ایک مرد کا اقرار زنا

مولا علیؑ وصیؑ رسول کی حیات تمام تر عدل و انصاف کی عکاسی کرتی ہے جہاں آپ نے پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو اپنی علمی فراست سے حل کیا وہاں آپؑ نے افراد گناہ کرنے والوں کے لئے کچھ درگزر بھی کی جو اسلامی شریعت کے عین مطابق ہے چونکہ امامؑ کے سامنے اگر کوئی اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور گواہی پیش نہیں ہوتی اسی صورت میں امامؑ کو اختیار ہے کہ وہ حد جاری رکھے یا حد کو ختم کر دے ایسا ہی ایک واقعہ

مولا علیؑ کے ظاہری دور خلافت میں پیش آیا جس کی روایت شیخ صدوق سے ہے کہ ایک شخص جناب امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میں نے مولا علیؑ زنا کیا ہے مجھ پر حد جاری کر کے مجھے پاک کر دیں۔ آپؑ نے یہ کلام سن کر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اُسے بیٹھنے کا حکم دیا آپؑ رخ پھیر کر دوسروں سے گفتگو کرنے لگے کچھ دیر بعد وہ جوان اٹھا کچھ کہنا چاہتا تھا آپؑ نے اسے بٹھا دیا آپؑ دوسرے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے تم کیوں اپنے گناہوں کی پردہ پوشی نہیں کرتے جس طرح خدا پردہ پوشی کرتا ہے۔ اس طرح تم بھی اپنے گناہوں کی پردہ پوشی کرو۔ اس کے بعد پھر وہ جوان اٹھا اور کہنے لگا یا مولا علیؑ مجھے سزا دے کر پاک کر دیں۔ مولا علیؑ نے فرمایا تم ایسی باتیں کیوں کرتے ہو اُس جوان نے عرض کی پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے۔ آپؑ نے فرمایا توبہ سے بڑھ کر کون سی طہارت ہو سکتی ہے۔ آپؑ پھر منہ پھیر کر دوسروں سے گفتگو میں مصروف ہو گئے کچھ دیر بعد پھر وہ جوان اٹھا پھر اس نے اپنا قول دہرایا آپؑ نے فرمایا قرآن پڑھنا جانتے ہو اس نے کہا ہاں جانتا ہوں آپؑ نے فرمایا فلاں فلاں آیت کی تلاوت کرو اس نے ان آیتوں کو اچھی طرح پڑھا پھر آپؑ نے اسی سے پوچھا کہ خدا نے تم پر جو حقوق واجب کئے ہیں ان سے واقف ہو آپؑ نے اور بھی بہت سے سوالات کئے جن کے جوابات وہ صحیح دیتا گیا اس کے بعد آپؑ نے فرمایا کیا تمہیں بخار یا درد سر یا جسم میں کوئی مرض تو نہیں یا کسی سے ناراض تو نہیں نوجوان نے کہا بالکل نہیں۔ تب آپؑ نے فرمایا جا یہاں سے چلا جا اب میں ان تمام باتوں کی پوشیدہ طور پر تحقیقات کروں گا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپؑ نے یہ بھی فرمایا اگر تو خود نہ آیا تو میں تجھے نہیں بلاؤں گا۔ آپؑ نے اس کے لئے پوشیدہ طور پر جو کچھ دریافت کیا وہ اس جوان

کے کلام کے مطابق تھا اس کے بعد پھر وہ شخص آیا اور مولا علیؑ کی خدمت میں حد جاری کرنے کو کہا آپؑ نے اسے واپس کر دیا اس طرح تین مرتبہ وہ آیا آپؑ نے تیسری مرتبہ یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ آئندہ سے تو نے یہ مطالبہ کیا تو حکم خدا لازم ہو جائے گا۔ مگر وہ چوتھی مرتبہ پھر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حد جاری کرنے کا مطالبہ کیا غرض کہ مولا علیؑ نے فرمایا سب لوگ شہر سے باہر اس کی حد کا مشاہدہ کرنے کی غرض سے جمع ہوں مگر سب منہ پر کپڑا لپیٹ کر آئیں تا کہ ایک دوسرے کو پہچان نہ سکیں۔

چنانچہ آپؑ کے حکم کے مطابق سب لوگ اپنے عماموں سے منہ چھپائے ہوئے شہر سے باہر جمع ہوئے آپؑ نے اعلانیہ فرمایا تم میں کوئی ایسا ہے جس کی گردن پر حد ہو وہ اس جوان کو نہیں مار سکتا۔ اس لئے یہاں صرف وہی ٹھہرے جو حد سے بری الذمہ ہو باقی سب چلیں جائیں یہ سننا تھا کہ سب لوگ آہستہ آہستہ اس میدان سے چلے گئے۔ بعض روایت میں مرکوز ہے کہ صرف حضرت امیر المومنینؑ اور آپؑ کے دونوں شہزادے رہ گئے آپ حضراتؑ نے پتھر مارے جس سے یہ جوان طاہر و پاک ہو کر جنت میں داخل ہوا۔ اس کے بعد مولا علیؑ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی کسی نے آپؑ سے دریافت کیا کہ اس جوان کو غسل نہیں دیا گیا۔ آپؑ نے فرمایا کہ اس نے ایسا غسل کر لیا ہے جو قیامت تک کے لئے پاک و طاہر ہو گیا۔

آپؑ کے اس فیصلے میں سب سے اہم قابل توجہ یہ امر بھی ہے کہ آپؑ نے کس قدر درگزر، بندہ پروری سے کام لیا انتہائی کوشش کی کہ یہ شخص حد سے بچ جائے بار بار اس کو ایسے مواقع فراہم کئے اور اشاروں میں بار بار فرمایا کہ توبہ سے بڑھ کر اور کیا چیز ہے یہاں تک کہہ دیا کہ جیسا خدا پوشیدہ رکھ رہا ہے بندہ اس گناہ پر پردہ پوشی کیوں

نہیں کرتا۔ ہر چند مولا علیؑ کی یہی کوشش تھی کہ یہ جوان اس سزا سے بچ جائے مگر یہ شخص اپنے کلام پر بضد تھا۔

ایک عورت کا اقرار زنا

مولا علیؑ کے ظاہری خلافت کے دور میں آپؑ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اس نے مولا علیؑ کی خدمت میں عرض کی یا علیؑ مجھے پاک کر دیں آپؑ نے فرمایا کس چیز سے پاک کر دوں عورت نے کہا میں نے زنا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تو شوہر دار ہے۔ عورت نے جواب میں کہا ہاں آپؑ نے فرمایا تیرا شوہر موجود ہے یا سفر پر گیا ہے اس نے کہا موجود ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تو حمل سے ہے عورت نے کہا ہاں آپؑ نے اس عورت سے فرمایا ابھی تو جا بچہ جننے کے بعد میرے پاس آنا جب یہ عورت رخصت ہوگئی تو حضرت علیؑ نے بارگاہ الٰہی میں کہا یا اللہ یہ ایک شہادت ہوگئی جو اس عورت نے اپنے خلاف دی ہے کچھ دن گزرنے کے بعد پھر یہ عورت بارگاہِ امامتؑ میں حاضر ہوئی اور کہا کہ میں بچہ جن چکی ہوں اب مجھے پاک کر دیں تاکہ میں آخرت کے عذاب سے بچ سکوں۔ آپؑ نے فرمایا ابھی تو جا اپنے بچے کو پورے دو سال دودھ پلانے کے بعد میرے پاس آنا یہ عورت دوبارہ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگئی جب وہ عورت چلی گئی تو آپؑ نے ارشاد کیا۔ اے اللہ یہ اس کی دوسری شہادت ہوگئی جو اس نے اپنے خلاف دی ہے وقت گزرتا گیا دو سال پورے ہوگئے پھر یہ عورت بارگاہ امامتؑ میں آئی اور عرض کی یا امیرالمومنینؑ میں نے اپنے بچے کو پورے دو سال دودھ پلایا اب میں اس عمل سے فارغ ہوں اب آپؑ مجھے پاک کر دیں تاکہ میں آخرت

کے عذاب سے بچ سکوں۔ حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا ابھی تیرا بچہ چھوٹا ہے ابھی تو اس کی پرورش کر اب اس وقت تو میرے پاس آنا جب تجھے یہ اطمینان ہو جائے کہ وہ چھت سے نہیں گرے گا یا کنویں میں نہیں گرے گا۔ اس مرتبہ یہ عورت نہایت محرومی کے ساتھ واپس چلی گئی اس کے بعد حضرت علیؑ نے فرمایا یا اللہ یہ تیسری شہادت پوری ہو گئی جو اس عورت نے اپنے خلاف دی ہے۔ عورت اپنے گھر بھی پہنچنے نہ پائی تھی کہ راستہ میں عمرو بن حریت ملا اس نے اس عورت کی گریہ زاری دیکھی تو پوچھا تو کیوں اس قدر پریشان ہے اس عورت نے تمام واقعہ کو دہرایا اور کہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مر جاؤں اور گناہ کا یہ بوجھ اپنے ساتھ لے چلوں۔ عمرو بن حریت نے تمام ماجرہ سننے کے بعد ہمدردی کے طور پر کہا کہ میں تمہارے بچے کی پرورش کا ذمہ لیتا ہوں تم واپس پلٹ جاؤ اس عورت نے بچے کو عمرو بن حریت کے سپرد کیا اور خود دربار امامتؑ میں چوتھی مرتبہ رجوع ہوئی عورت نے پھر مولا علیؑ کی خدمت میں عرض کی یا علیؑ میں اپنے بچے کی پرورش سے بھی سبکدوش ہو چکی ہوں اب آپؑ مجھے سزا دے کر مجھے پاک کر دیں جب یہ عورت اپنا بیان مکمل کر چکی تو آپؑ نے بارگاہ الٰہی میں فرمایا اے اللہ اس عورت نے چار گواہیاں اپنے اوپر ثابت کر دیں آپؑ کا چہرہ مبارک فرط غضب سے سرخ تھا جب عمرو بن حریت نے یہ حالت دیکھی تو اس نے عرض کی یا مولا علیؑ میں نے اس کے بچے کی پرورش اس وجہ سے قبول کی تھی کہ میرے خیال میں آپؑ کی رضا اس میں ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ میرے اس فعل سے ناراض ہیں لہذا میں اس بچہ کی کفالت نہیں کرتا۔ آپؑ نے فرمایا کہ اب تو تجھے کرنی ہوگی چونکہ میں نے اس عورت کو حد کی تکلیف سے بچنے کے لئے راہ شرعی بتائی تھی مگر تیری کم علمی کی وجہ سے ضائع

ہوگئی۔

چوتھی گواہی مکمل ہونے کے بعد آپؑ نے بلند آواز میں اعلان فرمایا کہ میں اس عورت پر حد جاری کرنا چاہتا ہوں لہذا سب لوگ پتھر لے کر جمع ہوں مگر اس بات کا خیال رکھنا کہ سب عماموں سے اپنا منہ لپیٹ کر آئیں تا کہ کوئی ایک دوسرے کو پہچان نہ سکے۔ اس موقع پر راوی بیان کرتا ہے کہ سب لوگ ہاتھوں میں پتھر لئے عماموں میں اپنا منہ چھپائے جمع ہوئے۔ مولا علیؑ تشریف لائے آپؑ نے ایک گڑھا کھدوا کر اس عورت کو کمر تک گاڑ دیا اور با آواز بلند اعلان فرمایا کہ کوئی ایسا شخص حد جاری نہیں کر سکتا جس پر خود حد ہو۔ لہذا وہ پتھر نہیں مار سکتا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس اعلان کے بعد سارا میدان خالی ہو گیا اور صرف حضرت علیؑ مشکل کشا اور حسنؑ و حسینؑ رہ گئے اور آپ ہی تینوں نے حد جاری کی۔

اس واقعہ سے بھی آپ کی علمی بصیرت کی عکاسی ہوتی ہے۔ دوسری طرف اہم نکتہ یہ بھی قابل توجہ ہے کہ آپؑ نے اس عورت پر حد جاری کرنے کے لئے کافی درگزر سے کام لیا اور ایسے کئی مواقع اس عورت کو دیئے کہ وہ حد سے باز رہے اور اپنے گناہ کا کفارہ توبہ کی صورت میں اختیار کرے مگر چار شہادتیں مکمل ہونے کے بعد آپؑ نے حدود الٰہی قائم رکھنے میں ذرا بھی کوتاہی سے کام نہیں لیا۔

ایک مرد کی بدفعلی

مولا علیؑ اپنے چند صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے ایسے میں ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے ایک لڑکے کے ساتھ بدفعلی کی ہے آپ

مجھے پاک کر دیں آپؑ نے اس کی باتیں سننے کے بعد اسے مشورہ دیا تیرا دماغ ٹھیک نہیں اور اپنے گھر واپس پلٹ جا وہ شخص چلا گیا پھر دوسرے دن آیا وہی کلام دہرایا آپؑ نے پھر وہی جواب دیا آخر چوتھی مرتبہ پھر آپؑ کی خدمت مین پیش ہوا اور عرض کی کہ یا مولا علیؑ میں نے بدفعلی کی ہے مجھے پاک کر دیں جب اس شخص نے اپنے خلاف چار گواہی مکمل کر لیں تو آپؑ نے فرمایا اے شخص سُن ختمی المرتبت رسول خداؐ نے اس گناہ کے لئے تین حدیں مقرر کیں اول تیری گردن پر تلوار ماری جائے اس سے جتنا بھی زخم تیری گردن پر آئے وہی تیری سزا ہے۔ دوئم تیرے ہاتھ پیر باندھ کر تجھے پہاڑ سے پھینک دیا جائے۔ سوئم تجھے زندہ آگ میں ڈال دیا جائے۔ ان تینوں حدوں کو سننے کے بعد اس شخص نے کہا یا امیر المومنینؑ ان تینوں میں سخت ترین عذاب کون سا ہے۔ آپ نے فرمایا آگ میں جلنا۔ اس شخص نے کہا میں نے سخت ترین عذاب آگ میں جلنا قبول کیا۔ مولا علیؑ نے فرمایا اب تو تیار ہو جا اس شخص نے دو رکعت نماز کی مہلت چاہی اس کے بعد اس شخص نے یہ دعا قبول پڑھی

''اے اللہ میں نے جو گناہ کیا تھا اس سے تو واقف ہے میں اس خوف سے تیرے نبیؐ کے وصیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنے لئے سب سے سخت ترین عذاب آگ میں چلنا قبول کیا۔ اے اللہ اسے میرے گناہ کا کفارہ سمجھ کر روز آخر مجھے آگ میں نہ جلانا۔ دعا ختم ہونے کے بعد یہ شخص اٹھا اور بھڑکتے ہوئے شعلوں میں چھلانگ لگا دی۔ اس کی حالت دیکھ کر امیر المومنینؑ ودیگر تمام صحابہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپؑ نے اسے آگ کے شعلوں سے نکال لیا اور فرمایا اے شخص اٹھ اللہ نے تیری توبہ قبول کر لی اب دوبارہ اس کا اعادہ نہ کرنا۔''

دو شخص کی امانت کا فیصلہ

اس فیصلے کا تعلق بھی مولا علیؑ کے دور خلافت سے ہے جو آپ کی علمی بصیرت حکمت وفراست سے طے ہوا دو شخص ایک عورت کے پاس ۱۰۰ دینار بطور امانت رکھ دیئے اور جاتے ہوئے تاکید کر گئے جب تک ہم دونوں نہ آئیں اس وقت تک یہ امانت واپس نہ کرنا۔ کچھ عرصہ بعد ان دونوں میں سے ایک شخص اس عورت کے پاس آیا اور کہا کہ میرے دوست کا انتقال ہو گیا لہذا امانت مجھے واپس کر دو عورت نے جو رقم بطور امانت رکھی تھی اس شخص کے حوالے کی اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد دوسرا شخص آیا اور کہا کہ امانت واپس کرو تو عورت نے جواب دیا کہ کچھ عرصہ قبل تمہارا دوست آیا تھا اس نے کہا کہ تم مر چکے ہو۔

لہذا امانت میرے حوالے کر دو میں نے اس کو وہ امانت دے دی اس شخص نے کہا کہ تم جھوٹ بکتی ہو جبکہ ہم نے کہا تھا کہ ہم دونوں جب تک نہ آئیں اس وقت تک یہ رقم نہ دینا جھگڑے نے طول پکڑا آخر معاملہ مولا علیؑ کی خدمت میں پیش ہوا۔ مولا علیؑ نے دونوں کی باتیں سنی تو آپؑ نے فرمایا چونکہ یہ طے پایا تھا کہ جب تک ہم دونوں نہ آئیں اس وقت تک یہ امانت نہ دینا چونکہ اس وقت تم تنہا آئے ہو اگر امانت لینی ہے تو تم اپنے دوست کو لے آؤ تو تمہیں تمہاری امانت مل جائے گی اب تم اپنے دوست کو تلاش کرو وہ شخص شرمندگی کی وجہ سے دوبارہ نہ آیا کیونکہ اس طرح ان کے دھوکہ دہی کا راز کھل جاتا آپؑ نے اس عورت سے فرمایا یہ دونوں تمہاری دولت کو دھوکہ سے حاصل کرنا چاہتے تھے۔

غلام شوہر

اس واقعہ کا تعلق حضرت عثمانؓ کے دور حکومت سے ہے نہایت ہی دلچسپ واقعہ ہے انتہائی پیچیدہ مسئلہ ہونے کے باوجود بھی مولا علیؑ کی علمی بصیرت وحکمت فراست سے طے پایا۔ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک شخص کا ایک ہی لڑکا کنیز کے بطن سے پیدا ہوا۔ لڑکے کی پیدائش کے بعد اس شخص نے کنیز کو جدا کر کے اپنے ایک غلام کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔ اتفاق سے اس لڑکے کا باپ مر گیا۔ اس تمام وراثت غلام نوکر چاکر سمیت اس کے اکلوتے لڑکے کو ملی وہ عورت چونکہ آزاد ہو چکی تھی اس طرح وہ لڑکے کی ماں کی حیثیت سے اس وراثت کی مالک بن چکی تھی اور اس عورت کا شوہر بھی اس کے لڑکے کی غلامی میں آ چکا تھا اس لئے اس عورت نے کہا کہ تو غلام ہے میں تیری بیوی نہیں ہوں بلکہ مالکہ ہوں تو میرا خاوند نہیں میرا غلام ہے معاملہ نے طول پکڑا فیصلے کے لئے دربار عثمانؓ میں پہنچے مگر آپ اس معاملے کی تفصیل سننے کے بعد حیران ہو گئے اور کوئی فیصلہ نہ کر پائے آخرکار اس فیصلے کے لئے مولا علیؑ کے دربار امامتؑ کی طرف رجوع ہونا پڑا آپؑ نے تمام واقعہ سننے کے بعد غلام سے پوچھا کہ تم نے اپنے آقا کے مرنے کے بعد اس عورت سے حقوق زنا کئے ہیں غلام نے جواب دیا نہیں۔ تب دربار امامتؑ سے ارشاد ہوا کہ تو اس کا غلام ہے شوہر نہیں اب اس عورت کی مرضی ہے کہ وہ تجھے بحیثیت غلام رکھے یا آزاد کر دے یا کسی کے ہاتھ فروخت کر دے چونکہ یہ اب تیری مالکہ ہے۔

غلام کا سر کاٹ لو

مولا علیؑ کی حیات میں مختلف نوعیت کے مقدمات پیش ہوئے جن کے عادلانہ فیصلوں کے لئے مختلف علوم کی نہ صرف دسترس کی ضرورت تھی بلکہ عقل وفہم بصیرت وحکمت پر بھی عبور ہونا لازمی تھا ملت اسلامیہ اس پر متفق ہے کہ سلونی کا دعویٰ سوائے آپؑ کے کسی اور نے نہیں کیا اور پھر آنحضرت ﷺ کی متعدد احادیث کے بعد اس امر کی گنجائش نہیں رہتی آپؑ سے کسی کو کسی شہ پر افضلیت دی جائے آپؑ کے پاس بعض مرتبہ ایسے فیصلے بھی آئے جن میں کوئی گواہی نہ تھی اس کے باوجود بھی آپؑ نے اپنی حکمت سے ایسے نادر فیصلے فرمائے جو رہتی دنیا تک بنی نوع انسانوں کے لئے ہدایت کا پیغام ہیں ایسا ہی ایک فیصلہ مولا علیؑ کی خدمت میں پیش ہوا۔ کہ ایک شخص اپنے غلام کے ساتھ سفر کو روانہ ہوا راستہ میں آقا اور غلام کے درمیان جھگڑا ہو گیا چونکہ آقا سخت طبیعت کا مالک تھا وہ ہمیشہ اپنے غلام کو پریشان کرتا تھا جس کی وجہ سے تلخی اس قدر بڑھی کہ اس غلام نے نہ صرف غلام ہونے سے انکار کیا بلکہ اپنے آقا کو کہا کہ میں تیرا غلام نہیں بلکہ تو میرا غلام ہے۔ دونوں جھگڑتے ہوئے واپس کوفہ پہنچے ہر ایک کا یہی دعویٰ تھا کہ تو میرا غلام ہے آخر یہ معاملہ مولا علیؑ مشکل کشا کی خدمت میں پیش ہوا۔ دونوں نے اپنے آقا ہونے کا دعویٰ کیا آپؑ نے سننے کے بعد فرمایا اچھا اب تم دونوں گھر جاؤ کل پھر آنا میں تمہارا فیصلہ کر دوں گا۔

یہ دونوں اپنے گھر روانہ ہوئے آپ نے قنبر سے فرمایا کہ دیوار میں دو سوراخ کرو جس میں سر آسانی کے ساتھ جا سکے اور ارشاد فرمایا کہ جب یہ دونوں اپنا سر

اس سوراخ سے پار کرلیں تو میں تمہیں حکم دوں گا کہ غلام کا سر قلم کردو تو فوراً تلوار لینا مگر سر قلم نہ کرنا۔ دوسرے دن یہ دونوں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؑ نے انہیں حکم دیا کہ دونوں اپنی گردنیں اس سوراخ میں ڈالو جب ان دونوں نے اپنی گردنیں سوراخ میں ڈال دیں تو آپ نے قنبر کو حکم دیا کہ فوراً غلام کا سر قلم کردو۔ ابھی قنبر نے تلوار ہی نکالی تھی جو غلام تھا اس نے فوراً اپنا سر سوراخ سے باہر نکال لیا اس فطری عمل نے یہ ثابت کردکھایا کہ جو آقا تھا اس نے اپنا سر سوراخ سے باہر نہ نکالا۔ آپؑ کے پوچھنے پر اس نے ساری حقیقت بیان کی ہے۔ آخر میں دونوں کو نصیحت فرمائی اور اپنے اپنے مقام پر پہنچانے کی تلقین فرما کر رخصت کیا۔

بے گناہ قاتل

احادیث کے ذخائر میں ایسی متعدد احادیث ملتی ہیں کہ آنحضرتؐ سرکار دو جہاں ختمی المرتبت نے اپنی حیات طیبہ میں بار بار فرمایا ''علیؑ سب سے بڑے قاضی ہیں'' علیؑ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں علیؑ ہی تنہا بڑے علم کے ظروف ہیں اور جب ہم آنحضرتؐ کی حیات طیبہ سے لے کر آنحضرتؐ کے وصیؑ کی شہادت تک فیصلوں پر غور کرتے ہیں تو دوست دشمن غیر اور اپنوں سب ہی کو اس حقیقت کے سامنے سر خم کرنا پڑتا ہے کہ آنحضرتؐ کا ارشاد گرامی آپؑ کے ہر فیصلہ کے عین مطابق تھا آپؑ کا ہر فیصلہ مجرم کے لئے سزا اور بے گناہ کے لئے جزا کا باعث بنا ایسے ہی ایک فیصلہ کی روایت اس طرح ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص کو دیکھا کہ اس کی آستین چڑھی ہوئی تھی اس کے ہاتھ میں خون آلود چھری تھی اور قریب ہی خون

میں لت پت ایک لاش پڑی ہوئی تھی لوگوں نے اس حالت میں دیکھ کر اسے فوراً پکڑ لیا اور قریب تھا کہ لوگ اسے قتل کر ڈالتے اتنے میں ایک شخص دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا یہ شخص بے گناہ ہے قتل میں نے کیا ہے اسے چھوڑ دو مجھے پکڑ لو ہر شخص بہت حیران ہوا کہ جس کو موقع پر چھری سمیت پکڑا اور جو اقبال جرم بھی کر رہا ہے وہ بے گناہ کیسے ہے آخر اس کا حل نہ بن پایا اور معاملہ مولا علیؑ کی خدمت میں پیش ہوا۔ وہ شخص جس کے ہاتھ میں چھری تھی اس نے بیان دیا کہ میں نے مقام قتل سے قریب ایک دنبہ کو ذبح کیا تھا کہ ایک انسانی چیخ کی آواز سن کر اس طرف دوڑا تو دیکھا کہ مقام قتل پر یہ لاش خون میں لت پت پڑی ہے اور قاتل وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھوڑی دیر بعد لوگ اکھٹے ہوئے جان کے خوف سے میں نے ان کے سامنے قتل کا اقرار کیا چونکہ میرے سوائے وہاں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔

آپؑ نے فرمایا کہ انہیں سب کو امام حسنؑ کے پاس لے جاؤ وہ ان سب کا فیصلہ سنائیں گے۔ امام حسنؑ کی خدمت میں سب کو حاضر کیا گیا آپؑ نے تمام بیان سننے کے بعد فرمایا کہ ان دونوں کو چھوڑ دیا جائے اور مقتول کا قصاص بیت المال سے اس کے ورثاء کو ادا کیا جائے۔ آپؑ نے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلا شخص بے گناہ ہے کیونکہ اس پر فرد جرم عائد نہیں ہوئی دوسرے شخص کے قاتل ہونے کے باوجود بھی اسے اس لئے چھوڑا جائے کہ اس نے ایک بے گناہ کو قتل ہونے سے بچایا ہے اس لئے مقتول کے ورثاء کو بیت المال سے نقدی کی صورت میں قصاص دیا جائے مولا علیؑ نے امام حسنؑ کا فیصلہ سننے کے بعد اسے درست فرمایا۔

عدت سے قبل نکاح

اس فیصلے کا تعلق حضرت عمرؓ کے دورِ حکومت سے ہے جس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ حضرت عمر کے دورِ حکومت میں کسی عورت نے عدت کے ایام پورے کرنے سے قبل نکاح کرلیا جب یہ مقدمہ حضرت عمرؓ کے دربار میں پیش ہوا تو آپ نے اس کا فیصلہ اس طرح کیا کہ دونوں کے درمیان جدائی کرادی جائے اورحق مہر اس مرد سے وصول کر کے بیت المال میں جمع کر دیا جائے اس لئے کہ باطل نکاح کا مہر جائز نہیں۔ اتفاق سے مولا علیؑ بھی موجود تھے آپؑ نے حضرت عمرؓ کے فیصلے سے اختلاف کیا اور فرمایا کہ مہر عورت کو دیا جائے کیونکہ اس مرد کا عورت پر تصرف رہا ہے۔ البتہ یہ نکاح باطل تھا۔ اس لئے جدائی لازمی ہے نیز جب یہ عورت دوبارہ ایام عدت پورے کرلے تو پھر دیگر افراد کی طرح اس مرد کا بھی حق ہے کہ وہ اس عورت کی دوبارہ خواستگاری کرے اس طرح اب جو نکاح پڑھا جائے گا وہ جائز ہوگا۔

ایک شادی شدہ عورت کا دوسرا شوہر طلب کرنا

اس فیصلے کا تعلق حضرت عمرؓ کے دورِ حکومت سے ہے۔ آپ کے دور میں ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ اے امیرالمومنین میں ایک ایسی عورت کے لئے آپ کا حکم لینے آئی ہوں جس کا خاوند موجود ہے لیکن وہ دوسری جگہ شادی کرنا چاہتی ہے اس شادی میں اس عورت کے والدین بھی راضی ہیں اور یہ کہ وہ عورت میں خود ہوں اب آپ حکم دیں کہ یہ شادی حلال ہوگی یا حرام ہوگی۔ اتفاق سے اس محفل میں مولا علیؑ بھی موجود تھے آپؑ نے فرمایا اے عورت اپنے خاوند کو میرے پاس لا دوسرے دن

وہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ مولا علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپؑ نے اُس مرد سے فرمایا کہ تو اپنی عورت کو طلاق دیدے کیونکہ تو نامرد ہے اس شخص نے بھی اپنی نامردی کا اعتراف کیا اور عورت کو طلاق دے دی آپؑ نے اس عورت کو بغیر مدت گزارے نکاح کی اجازت دے دی۔

ایک عورت کا اپنے شوہر پر الزام لگانا

ایک عورت نے دربار امامتؑ وصیؑ رسول ﷺ کی خدمت میں آ کر اپنے شوہر کی شکایت کی کہ میرے شوہر نے ایک کنیز کے ساتھ زنا کیا ہے آپؑ نے فرمایا اگر تو سچی ہے تو تیرے شوہر کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور اگر تو جھوٹی ثابت ہوئی تو تجھے سخت سزا دی جائے گی یہ سننا تھا کہ عورت دربار سے بھاگ کھڑی ہوئی اور پھر شکایت لے کر نہ آئی۔

آشنا کے ساتھ مل کر شوہر کو قتل کرنا

مولا علیؑ کے ظاہری دور خلافت میں ایک مقدمہ آیا کہ ایک عورت کے کسی مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے لیکن اس کے والدین نے اس کی شادی کسی دوسری جگہ کر دی مجبوراً وہ شادی میں رکاوٹ تو پیدا نہ کر سکی مگر اس نے اپنے آشنا کے ساتھ مل کر اپنے شوہر کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ شب عروسی میں اس نے چپکے سے اپنے آشنا کو کسی طرح کمرے میں داخل کر لیا اور وہ وہیں چھپ گیا جب اس کا شوہر آیا تو اس پر حملہ کیا مگر شوہر طاقتور تھا جس کے نتیجہ میں خاوند کے ہاتھوں اس کا آشنا قتل ہو گیا جب اس عورت نے یہ صورت حال دیکھی تو اس نے پیچھے سے چپکے سے ایسا وار کیا جس سے

شوہر بھی جاں بحق ہو گیا جب یہ مقدمہ مولا علیؑ کے دربار میں پیش ہوا تو آپؑ نے عورت کو دوہرے قتل کا ذمہ دار گردانتے ہوئے اسے قتل کر دینے کا حکم دیا۔

چوری چوری شراب خوری اور قتل کی سزا

مولا علیؑ کے زمانہ خلافت میں آپؑ کی خدمت میں ایک ایسے مجرم کو پیش کیا گیا جس نے ایک ہی وقت میں چوری کی پھر شراب خوری اور اس کے بعد اس نے ایک شخص کو قتل بھی کیا بظاہر اسے قتل کر کے سزا دی جا سکتی تھی مگر اس طرح دو جرم قیامت کے لئے اس کے خلاف رہتے مگر مولا علیؑ کا ہر فیصلہ نہ صرف شرعی اعتبار سے صحیح ہوتا بلکہ سماجی طور پر بھی اور مجرم کے لئے بھی ایسا ہوتا کہ روز محشر سے قبل ہی وہ اپنی سزا پا کر بری الذمہ ہوتا۔ مولا علیؑ نے اپنی فراست علمی سے کام لیتے ہوئے آپؑ نے ان تینوں جرائم کی سزا اسلسلہ وار اس طرح فرمائی۔ سب سے پہلے شراب نوشی کے جرم میں ۸۰ کوڑے لگوائے گئے پھر چوری کے جرم میں ہاتھ کی انگلیاں کاٹنے کا حکم دیا اور قتل کے جرم میں پیر کی انگلیاں کاٹنے کا حکم دیا اور قتل کے جرم میں اسے قتل کی سزا دی۔

جعلی مُہر

اس فیصلے کا تعلق حضرت عمرؓ کے دور سے ہے کہ آپ کے زمانہ حکومت میں ایک شخص نے ان کی جعلی مہر بنوا کر دھوکہ بازی سے کافی رقم نکالی آخر کار اسے گرفتار کر کے دربار میں لایا گیا۔ آپ نے اپنے مشیروں و دیگر صحابہ سے رائے لی کہ اسے کیا سزا دینی چاہیے کسی نے کہا کہ اس کے ہاتھ کاٹے جائیں کسی نے کہا کہ اسے سولی پر لٹکا دیا جائے سب نے اپنی اپنی سوچ اور اہلیت کے مطابق مشورہ دیا۔ آخر مولا علیؑ کی

خدمت میں یہ مقدمہ پیش ہوا آپؑ نے فرمایا اس نے دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے عوام سے جھوٹ بولا ہے اور جھوٹ کے پردے میں مال کماتا رہا ہے اس لئے اس کو جسمانی سزا دینی چاہیے یعنی اس کی کھال پر تعزیر جاری کی جائے آپ کے فیصلے پر عمل کیا گیا۔

دھوکہ بازی

مولا علیؑ کے زمانہ خلافت میں کافی ایسے مقدمات آئے جو مختلف نوعیت کے تھے۔ اس مقدمہ کا تعلق بھی حضرت علیؑ کے خلافت سے ہے کہ دو آدمیوں نے دھوکہ بازی کا ایک دلچسپ پیشہ اختیار کیا کہ وہ دونوں مختلف شہروں میں ایک دوسرے کو غلام بنا کر فروخت کرتے اس طرح فروخت ہونے کے بعد پھر وہ وہاں سے بھاگ نکلتے اس طرح انہوں نے بے شمار لوگوں سے اس طرح کافی دولت کمائی۔ آخر کار انہیں گرفتار کرلیا گیا ان دونوں کو مولا علیؑ کی خدمت میں پیش کیا گیا آپؑ نے اپنی بصیرت وحکمت سے نہایت ہی فاضلانہ فیصلہ صادر فرمایا۔ اور کہا کہ ان دونوں کے ہاتھ کاٹے جائیں کیونکہ یہ نہ صرف دوسروں کے چور ہیں بلکہ خود کے بھی چور ہیں اور چور کی سزا یہی ہے کہ اس کے ہاتھ کاٹے جائیں۔

تین قاتل

مولا علیؑ کا زمانہ خلافت تھا کہ جنابؑ کی خدمت میں تین آدمیوں کو قتل کے الزام میں گرفتار کر کے پیش کیا گیا ان تینوں پر الگ الگ الزام تھا۔ ایک نے مقتول کو پکڑے رکھا۔ دوسرے نے اس کو قتل کیا اور تیسرا دور کھڑا ہو کر تماشہ دیکھتا رہا۔ آپؑ

نے پورا مقدمہ سننے کے بعد ان تینوں کے لئے الگ الگ سزا تجویز فرمائی جو دور کھڑا ہو کر تماشہ دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں سلائیاں پھیری جائیں جس نے قتل کیا اسے قتل کے الزام میں قتل کیا جائے اور جس نے مقتول کو پکڑا ہوا تھا اس کے لئے آپؑ نے حکم دیا کہ اسے عمر بھر قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے اس طرح ہر ایک کو اپنے کئے کی سزا مل گئی۔

دو مختلف گواہ

حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں مختلف نوعیت کے بہت سے مقدمات آئے ہمیشہ ہی ان مسائل، ان مقدمات کے عادلانہ فیصلوں کے لئے مولا علیؑ سے رجوع ہونا پڑا چونکہ حضرت عمرؓ اچھی طرح جانتے تھے کہ مولا علیؑ سے بڑھ کر اور کوئی قاضی نہیں جس کا ہر حکم عدل ہے۔ اس مقدمہ کا تعلق بھی حضرت عمرؓ کے زمانہ حکومت سے ہے آپ کے دربار میں ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جس کے خلاف الزام تھا اور دو آدمیوں نے اس کے خلاف گواہی دی تھی ایک نے کہا میں نے اسے شراب پیتے دیکھا ہی دوسرے نے کہا کہ میں نے اسے شراب پیتے تو نہیں قے کرتے دیکھا بظاہر ان دونوں کے بیانات میں اختلاف تھا۔ اس وجہ سے حضرت عمرؓ کو فیصلہ کرنے میں مشکل پیش آئی آخر مولا علیؑ کی خدمت میں مقدمہ پیش ہوا آپؑ نے تمام واقعہ سننے کے بعد فرمایا بظاہر ان لوگوں کے بیان میں حقیقت میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ ایک نے اسے شراب پیتے دیکھا یہ گواہی سب کے خیال میں تسلیم شدہ ہے دوسری گواہی بھی بالکل صحیح ہے کیونکہ اس نے قے کرتے دیکھا ہے شراب پی تو قے آ گئی۔ دونوں صورتوں میں

اس کا شراب پینا ثابت ہے اس لئے اس پر حد واجب ہے۔

باپ کی وصیت

مولا علیؑ نے اپنی حیات میں ایسے مقدمات کے فیصلے طے فرمائے تاکہ بعد میں آنے والوں کے لئے یہ فیصلے مشعل راہ ثابت ہوں اس فیصلہ کا تعلق آپؑ کی علمی بصیرت وفراست ہے کہ موجودہ دور کا بڑے سے بڑے قانون داں بھی ایسے اہم نکات کو سمجھنے سے قاصر ہیں جو آپؑ نے اشاروں میں طے کئے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے مرتے وقت اپنے دوست کو دس ہزار درہم بطور امانت دیئے اور کہا کہ میرے مرنے کے بعد جب بھی میرا لڑکا تجھے مل جائے تو ان درہم میں سے جو خود تم چاہو اُسے دے دینا۔ وہ آدمی چند دنوں بعد مر گیا کچھ عرصہ بعد اس شخص کو جس کے پاس دس ہزار درہم بطور امانت رکھا تھا اسے مرحوم کا لڑکا ملا اور اسے لے کر مولا علیؑ کے پاس گیا اور اس کے باپ کی وصیت کا ذکر کیا اور کہا کہ میں اس کے باپ کی وصیت کے مطابق نو ہزار درہم خود رکھتا ہوں اور ایک ہزار درہم اس لڑکے کو دیتا ہوں۔ آپؑ نے اُس شخص سے پوری بات سننے کے بعد فرمایا اے شخص ایک ہزار درہم تم لو اور ۹ ہزار درہم اس لڑکے کو دو اس شخص نے عرض کی یا امیر المومنینؑ وصیت تو یہ تھی کہ جو میں چاہوں اسے دے دوں پھر ۹ ہزار درہم اس کو کیوں دوں آپؑ نے فرمایا معاملہ صاف ہے کہ تم نے چاہا کہ ۹ ہزار درہم خود رکھ لو۔ میری خواہش وچاہت ۹ ہزار درہم کی ہے وصیت کے مطابق جس کو تم چاہو وہ اس لڑکے کو دینا ہے لہذا تم نے ۹ ہزار درہم چاہئے اس لئے لڑکے کو ۹ ہزار درہم ملنے چاہئیں کیونکہ علم نفسیات کا یہ مسلمہ کُلیہ ہے چنانچہ

مولا علیؑ کے فرمان کے مطابق ۹ ہزار درہم اس لڑکے کو ملے۔ اس مقدمہ میں الفاظوں کے معنی سے یہ فیصلہ حق بجانب ہے چونکہ مرنے والے کی وصیت تھی جو تم چاہو میرے لڑکے کو دے دینا۔ اس شخص نے ۹ ہزار درہم چاہے اس لئے اس لڑکے کو ۹ ہزار ہی ملنے چاہئیں۔

بغیر گواہ کے فیصلے

مولا علیؑ کا زمانہ خلافت وہ دور تھا جہاں عدل وانصاف کے دریا بہتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد جب قضا، علم وحکمت میں کسی کو مشکل پیش آئی تو انہوں نے ہمیشہ آپؑ ہی سے رجوع کیا اور آپؑ کا ہر فیصلہ عدل وانصاف شرع اسلامی کے عین مطابق ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام کے صفحات آپؑ کے نادر فیصلوں سے بھری ہوئی ہیں۔ بعض مرتبہ ایسے ایسے مقدمات مولا علیؑ کی خدمت میں پیش ہوئے گواہوں کے بیانات نہ ہونے کے باوجود بھی اپنی حکمت وفراست سے آپؑ نے فیصلے فرمائے کہ حق دار کو حق مل گیا اور مجرم کو اس کی سزا مل گئی اگر آپؑ نہ ہوتے یا آپؑ کے پاس یہ مقدمات نہ آتے تو یقیناً تاریخ اسلام کے صفحات عدل وانصاف کے فیصلے پیش کرنے سے محروم رہتی اس طرح کا ایک اہم فیصلہ جس کے راوی اصبغ بن نباتہ ہیں جو مولا علیؑ کی فوج کے سالار تھے کہتے ہیں کہ ایسا عجیب انصاف نہ میں نے دیکھا اور نہ ہی میں نے سنا اس واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ ایک دن مولا علیؑ مسجد کوفہ کی طرف جا رہے تھے کہ ایک نوجوان گریہ آہ وزاری کر رہا تھا جب اس جوان نے آپؑ کو دیکھا تو فوراً آپؑ کے قدموں سے لپٹ گیا اور زور و کر کہنے لگا۔ میرے رونے

کی وجہ یہ ہے کہ میں قاضی شریح کے فیصلے کے خلاف آپؑ کی خدمت میں مقدمہ پیش کرنا چاہتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ آپؑ کے سوااور کوئی اس کا فیصلہ صحیح نہ کر سکے گا۔ مولا علیؑ نے فرمایا تیرا کیا معاملہ ہے۔ جس کے جواب میں نوجوان نے تفصیل بیان کرنا شروع کی کہ یا امیر المومنین۔ میرا باپ کچھ لوگوں کے ساتھ سفر پر گیا چند ماہ بعد یہ آدمی سفر سے واپس آئے تو میں نے ان سے اپنے باپ کی خیریت پوچھی تو انہوں نے کہا کہ تیرا باپ راستے میں فوت ہو گیا تھا جب میں نے اپنے باپ کے مال و اسباب کے لئے دریافت کیا تو انہوں نے صاف جواب دیا کہ تیرا باپ کچھ نہیں چھوڑ کر مرا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میرے باپ کے پاس کافی مال و زر تھا میں نے یہ مقدمہ قاضی شرع کی عدالت میں دائر کیا مگر انہوں نے وہاں بھی یہی جواب دیئے اس طرح ان سب کو بری کر دیا۔ اب میں آپؑ کی خدمت میں اپنے حق کے لئے مقدمہ پیش کرتا ہوں مولا علیؑ نے فرمایا کہ آج میں اس مقدمہ کا فیصلہ کروں گا اس لڑکے سے ان لوگوں کے لئے دریافت کیا کہ وہ کہاں رہتے ہیں ان کا پتہ پوچھنے کے بعد آپؑ نے انہیں طلب کیا وہ چند آدمی جو اس لڑکے کے باپ کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے تھے وہ سب آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؑ نے ان سب پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا کیا تم جانتے ہو میں کون ہوں۔ مجھے علیؑ ابن ابی طالبؑ کہتے ہیں مگر ان سب نے وہی بیان دیا جو پہلے دے چکے تھے آپؑ نے فرمایا ان سب کو الگ الگ مسجد کے ستونوں سے باندھ دو اس حکم پر عمل ہونے کے بعد آپؑ نے حاضرین سے فرمایا جب میں نعرۂ تکبیر بلند کروں تم سب با آواز بلند نعرۂ تکبیر کرنا آپؑ نے ایک کاتب کو طلب کیا تا کہ ان ملزمان کے الگ الگ بیان لکھ سکے۔ آپؑ نے ان ملزموں میں سے ایک ملزم کو طلب کیا اور

سے مندرجہ ذیل سوالات کئے تم کس روز سفر کو روانہ ہوئے کل کتنے آدمی تھے تمہارے سفر کا مہینہ، دن تاریخ کیا تھا اس جوان کا باپ کس منزل پر جا کر بیمار ہوا اُسے بیماری کیا تھی۔ کتنے دن بیمار رہا اور تم اسے کیا دوائی دیتے رہے اس کی تیمارداری کون کرتا رہا وہ کس دن مرا۔ صبح تھی یا شام، دن تھا یا رات، غسل کس نے دیا، کفن کس نے پہنایا اور کہاں دفن کیا۔ ان تمام سوالات کے جوابات وہ کچھ نہ کچھ دیتا رہا۔ جب آپؑ اس سے سوالات کر چکے تو آپؑ نے با آواز بلند تکبیر کہی جس سے تمام حاضرین مسجد نے نعرہ تکبیر بلند کیا جب یہ نعرہ دیگر ملزمان نے سنا تو وہ سب شک میں پڑ گئے کہ ہمارے ساتھی نے غداری کی ہے اور سب کچھ بتا دیا ہے اس کے بعد آپؑ نے دوسرے ملزم کو طلب کیا اس ملزم کو پہلے سے ہی یقین ہو چکا تھا کہ ہمارے ساتھی نے سب کچھ بتا دیا ہے اس نے خود ہی بیان کیا۔ مولا علیؑ میں واحد شخص تھا جو اس کے باپ کے قتل کے لئے رضامند نہ تھا بلکہ میں انہیں بھی منع کرتا رہا۔ اس کے بعد دیگر ملزموں کو باری باری لایا گیا اور سب نے اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے مولا علیؑ کو تمام حالات بیان کئے آپؑ نے تمام کارروائی مکمل ہونے کے بعد سب سے پہلے ان ملزموں سے اس کے باپ کا وہ حصہ دلوایا جس کے لئے انہوں نے قتل کیا تھا اس کے بعد ان سب سے دیت وصول کر کے اس لڑکے کو دلوائی گئی۔

حکم سنگسار اور علیؑ کی مداخلت

اس فیصلے کا تعلق حضرت عمرؓ کے دور حکومت سے ہے اس فیصلے میں بھی مولا علیؑ سے رجوع نہ کیا جاتا تو یقیناً یہ فیصلہ نہ اسلامی شریعت کے تقاضے پورے نہ کرتا

کہ مولا علیؑ کا ہر حکم و ہر فیصلہ حق بجانب ہوتا تھا اس طرح حضرت عمرؓ کے زمانہ حکومت میں ایک ایسی عورت کو پیش کیا گیا جو غیر شرعی طریقہ سے حاملہ تھی کارروائی مکمل کرنے کے بعد اس عورت نے بھی اپنے جرم کا اقرار کرلیا اس کے بعد خلیفہ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب اس فیصلے کی اطلاع مولا علیؑ عدل وانصاف کے پیکر کو ملی تو آپؑ نے فرمایا اسے ابھی سنگسار نہ کیا جائے اور حضرت عمرؓ سے کہا اس حد کو ابھی روک دو۔ آپؑ نے حضرت عمرؓ سے کہا تم نے اسے سنگسار کا حکم دیا حضرت عمرؓ نے کہا ہاں یہ غیر شرعی طریقہ سے حاملہ ہے اور اس نے خود بھی اپنے جرم کا اعتراف کرلیا ہے آپؑ نے کہا واقعاً اس عورت نے یہ جرم کیا ہے اسے یہی سزا ملنی چاہئے مگر اس کے شکم میں جو بچہ ہے وہ بے گناہ ہے اس کو کس جرم کی سزا مل رہی ہے اس لئے اسے اس وقت تک سنگسار نہیں کیا جاسکتا جب تک یہ بچہ پیدا نہ ہو جائے اس کے بعد مولا علیؑ نے فرمایا تم نے اسے ڈرایا دھمکایا بھی ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے کہا ہاں مولا علیؑ نے فرمایا کیا تم نے حضور اکرم ﷺ کی یہ حدیث نہیں سنی" کہ مجرم کو ڈرا دھمکا کر اعتراف جرم کرانے پر حد جاری نہیں ہوسکتی"۔ اس طرح حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق تم اس کو سنگسار کا حکم نہیں دے سکتے یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فوراً سنگسار کا حکم واپس لے لیا اور بے اختیار کہا کہ دنیا کی کوئی عورت مولا علیؑ کی مثال ہی پیدا نہیں کرسکتی اور حضرت عمرؓ نے بلند آواز سے اعتراف کیا اگر مولا علیؑ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے۔ واقعی آپؑ قاضی دین مصطفیٰ ہیں۔

سانسوں کی رفتار

مولا علیؑ کی خدمت میں بڑے عجیب وغریب اور دلچسپ مقدمات پیش ہوئے جن کے حل میں آپؑ کی جلالت علمی وحکمت ٹپکتی ہے جو آج کے جدید سائنسی دور کے لئے مشعل راہ ہے اس طرح کا ایک دلچسپ مقدمہ مولا علیؑ کی خدمت میں پیش ہوا ایک شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے میرے سینہ پر مکہ مارا ہے جس کی وجہ سے میری سانس کی رفتار بگڑ گئی ہے اس لئے مُکا مارنے والے کے خلاف حکم صادر فرمائیں۔ آپؑ نے حکم دیا کہ جس شخص کے مکہ لگا ہے اس شخص کی سانسوں کو گِنا جائے اور فرمایا عام طور پر انسان کی سانس کبھی دائیں نتھنے سے اور کبھی بائیں نتھنے سے خارج ہوتی ہے مگر پو پھٹنے سے طلوع آفتاب تک ہر انسان کی سانس دائیں طرف کے نتھنے سے نکلتی ہے آپؑ نے اس وقت مدعی کو بٹھا کر سانسوں کو شمار کیا اس کے بعد فرمایا ایک ایسے شخص کو لا کر اس کی سانسوں کا شمار بھی کرو جو اس کے ہم عمر ہو دونوں کی تعداد ملاؤ اگر ان کی تعداد میں فرق ہو تو مدعی کا دعویٰ درست ہے اور پھر مُکا مارنے والے شخص سے اس کا تاوان وصول کیا جائے اگر برابر ہیں تو پھر اس کا دعویٰ درست نہیں۔

آقا اور غلام کا جھگڑا

مولا علیؑ کا ہر فیصلہ آپؑ کی فراست، علمی وحکمت کی عکاسی کرتا ہے ایسا ہی فیصلہ مولا علیؑ کے دور خلافت میں پیش آیا کہ ایک شخص نے آپؑ کی خدمت میں ایک شکایت پیش کی کہ میرے غلام نے میری اجازت کے بغیر شادی کر لی ہے اب فرمائیں میرے لئے اس حالت میں کیا حکم ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ تمہیں اختیار ہے کہ تم اپنے

غلام اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی کرادوں۔ یہ سُن کر آدمی نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دیدو۔ جب یہ کہہ چکا تو آپؑ نے غلام سے فرمایا کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے تو دیدے نہیں تو نہ دے اس جملہ سے مالک حیران ہوگیا اور کہنے لگا آپؑ نے مجھ سے تو ابھی کہا کہ مجھے اختیار ہے ان کی جدائی کا اور آپؑ غلام سے فرمارہے ہیں اگر تیری مرضی ہو تو طلاق دے دو ورنہ نہ دے یہ کیا معاملہ ہے آپؑ نے فرمایا بے شک میں نے یہی کہا ہے تم سے کہ تم ان کے درمیان جدائی ڈالنے کا مجاز رکھتے ہو مگر جس وقت تم نے اپنے غلام سے کہا کہ تم اپنی عورت کو طلاق دے دو تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم اس کے نکاح کرنے پر پہلے راضی تھے کیونکہ نکاح کے بعد ہی طلاق دی جاتی اب یہ اختیار غلام کو ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے یا نہ دے۔

گائے اور اونٹ

اس فیصلے کا تعلق حضرت عمرؓ کے دور سے ہے ایسا ہی ایک فیصلہ اس سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرکار دوجہاں کی حیات طیبہ میں بھی پیش آیا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ سے فیصلہ کرنے کو کہا مگر یہ دونوں بزرگ صحیح فیصلہ نہ کرسکے آخرکار حضرت علیؑ سے آپ نے فرمایا آپؑ نے ان کا شریعت کے مطابق فیصلہ فرمایا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے حد پسند فرمایا۔ دو آدمی حضرت عمرؓ کے پاس لڑتے جھگڑتے ہوئے آئے ایک شخص نے کہا اس آدمی کی گائے نے سینگ مار کر میرے اونٹ کا پیٹ پھاڑ دیا ہے لہذا اس سے میرے نقصان کا تاوان دلایا جائے حضرت عمرؓ نے سننے کے بعد کہا کہ جانوروں پر قاضی نہیں ہوتا لہذا یہ آدمی

تمہارے نقصان کا ذمہ دار نہیں جب حضرت علیؑ نے یہ فیصلہ سنا تو آپ نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اگر پہنچائے تو وہ اس نقصان کا ذمہ دار ہے اس کے بعد آپؑ نے اس مقدمہ کی دوبارہ کارروائی فرمائی کہ کیا گائے کے مالک نے اپنی گائے اونٹ کے گزرنے والے راستہ پر تو نہیں باندھی تھی مگر گائے والے نے نہیں باندھی تھی تو قصاص اس پر واجب ہوتا ہے لہذا گائے کا مالک اونٹ کے مالک کو تاوان ادا کرے جب صورت حال سامنے آئی تو پتہ چلا کہ گائے اونٹ کے گزرنے والے راستہ پر باندھی گئی تھی۔ لہذا گائے والا قصور وار ثابت ہوا اس طرح آپ کے فیصلے کے مطابق اس سے تاوان دلایا گیا۔ اس طرح کسی کی حق تلفی نہیں ہوئی۔

گونگے سے قسم لینے کا طریقہ

مولا علیؑ نفس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تر زندگانی حیات طیبہ کی عکاسی کرتی ہے۔ تاریخ اسلام میں آپ واحد ہستی ہیں جنہوں نے سلونی کا دعویٰ کیا اور بارہا اعلانیہ فرمایا جو کچھ پوچھنا ہے مجھ سے پوچھ لو۔ آپ کا یہ اعلان تمام علوم پر دسترس کی گواہی دے رہا ہے۔ آپ نے اپنی زندگی میں نازک ترین اور پیچیدہ تر مسائل کے حل پیش کیے تاکہ بعد کا آنے والا کوئی یہ نہ لکھ سکے کہ اسلامی طریقت میں فلاں شے کا حل موجود نہیں ہم جب آپ کی وسعت علمی اور عادلانہ فیصلوں پر نظر ڈالتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ آپ کے فیصلوں میں سماج کے معمولی سے لے کر بڑے تک مسائل کے حل موجود ہیں اس طرح کا ایک حل آپ کے زمانہ میں اور پیش آیا کسی نے آپ سے

گونگے کے متعلق سوال کیا تو بے ساختہ آپ نے ارشاد فرمایا خدا کا لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے دنیا میں اس وقت تک رکھا جب تک میں ان تمام چیزوں کو بتا نہ سکا۔ آپ نے گونگے سے حلف یا قسم لینے کے طریقہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں آپؑ نے فرمایا کہ قرآن شریف لاؤ۔ جب قرآن شریف لایا گیا تو اس کو کھول کر گونگے کے سامنے رکھا گیا۔ اشاروں سے پوچھا یہ کیا ہے گونگے نے اشاروں میں آسمان کی طرف اشارہ کیا کہ یہ خدا کی کتاب ہے پھر جناب امیر نے قلم دوات لانے کے لئے کہا جب یہ سامان آ گیا تو آپؑ نے فرمایا جو کچھ میں لکھتا جاؤں وہ لکھتے جاؤ چنانچہ لکھا گیا کہ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کے سوائے کوئی عبادت کے لائق نہیں جو ہر چھپی اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے وہی رحمان، وہی رحیم۔ طالب و مطلوب ہے وہی نفع و نقصان پہنچانے والا ہے وہی ہر چیز کو مارتا ہے جو ہر بھید اور ظاہر سے واقف ہے اس لئے میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں فلاں بن فلاں شخص کا مجھ پر کوئی حق نہیں اور نہ مجھ سے کسی چیز کا طلب کرنے کا حق ہے وہ گونگا عبارت کو پڑھ سکتا تھا۔ مگر بول نہیں سکتا آپؑ کی تحریر کردہ عبارت کو جب گونگے نے پڑھ لیا تو آپؑ نے فرمایا اس عبارت کو پانی سے دھو کر گونگے کو پلا دو۔ مگر اس نے پینے سے انکار کر دیا اس پر آپؑ نے فیصلہ دیا کہ اس پر قصاص واجب ہے اس لئے اس سے وصول کیا جائے آپؑ کا یہ فیصلہ ہے جو اس سے قبل اور بعد کے آنے والوں کوئی نہ کر سکا۔

کھیل میں چار دانت کا ٹوٹنا

اس فیصلہ کا تعلق مولا علیؑ کے دور خلافت سے ہے جو نہایت ہی دلچسپ اور

معلوماتی فیصلہ ہے جو موجودہ دورہ کے قانون داں طبقہ کے لئے مشعل ہدایت ہے کہ جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ دو لڑکے آپس میں کھیل رہے تھے ان میں سے ایک لڑکے نے اپنی لکڑی اچھالی جو دوسرے لڑکے کے منہ پر آپڑی جس سے اس کے چار دانت ٹوٹ گئے اس لڑکے کے رشتہ داروں نے پہلے لڑکے کی شکایت مشکل کشا علیؑ مولا کی خدمت میں پیش کی۔ آپؑ نے لکڑی اچھالنے والے لڑکے کو بلوایا جب وہ لڑکا پیش ہوا تو آپؑ نے اس لڑکے سے فرمایا کیا تم نے لکڑی اچھالتے وقت بلند آواز سے خبردار کی آواز بلند کی تھی لڑکے نے جواب میں کہا ہاں اس کے لئے گواہی طلب کی گواہوں نے بیان دیا واقعہ اس لڑکے نے خبردار کی آواز بلند کی تھی جس پر آپؑ نے یہ فیصلہ دیا کہ خبردار کرنے والے پر کوئی حد نہیں اس لئے آپؑ نے اس لڑکے کو بری کر دیا۔

قتل ہونے کے بعد زندہ بچ جانا

اس فیصلے کا تعلق حضرت عمرؓ کے دور حکومت سے ہے حضرت عمرؓ نے فیصلہ دیا جب حضرت علیؑ کو حضرت عمرؓ کے فیصلے کی اطلاع ملی تو آپؑ نے اسے رد کرتے ہوئے صحیح فیصلہ صادر فرمایا۔ واقعہ یوں ہے کہ کسی شخص نے کسی کو قتل کر دیا اس کے باپ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں معاملہ پیش کیا۔ انہوں نے مدعی سے کہا تو مجرم کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دے چنانچہ اس نے قاتل پر دو وار کئے اور یقین کر لیا کہ یہ مر چکا ہے۔ مگر اس میں قدرے جان باقی تھی اس کے ورثا اسے گھر اٹھا کر لے گئے علاج کیا کچھ عرصہ بعد وہ بالکل تندرست ہو گیا جب خبر مقتول کے باپ کو ہوئی تو اسے دوبارہ

پکڑ کر حضرت عمرؓ کے پاس لایا کہ قاتل میرے مارنے کے بعد بھی دوبارہ زندہ ہے حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اس کو لے جا کر دوبارہ قتل کروں جب اس شخص نے اپنے قتل کا دوبارہ فیصلہ سنا تو اس شخص نے حضرت علیؑ کی خدمت میں فریاد کی یا امیر المومنینؑ مجھ سے ایک مرتبہ قصاص لیا جا چکا ہے اتفاق سے میری زندگی باقی بچ گئی اب دوبارہ حضرت عمرؓ نے مجھے قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت علیؑ اسے لے کر دربار پہنچے اور فرمایا کہ کیا تم نے اسے دوبارہ موت کی سزا دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا چونکہ یہ قتل کرنے کے باوجود مرا نہیں لہذا اسے قتل کر دینا چاہئے آپؑ نے فرمایا مدعی کو دوبارہ حاضر کیا جائے جب مدعی آپؑ کے پاس آیا تو آپؑ نے فرمایا کہ تو اس وقت اس کو قتل کر سکتا ہے جب پہلے تو اس کے قتل کا قصاص دے لے جس کو تو نے تلوار کے دو وار کر کے اپنی طرف سے قتل کر دیا تھا اور اس کا نتیجہ تیری موت ہے اگر تو یہ قصاص دینے کو تیار ہے تو بے شک اس کو قتل کر سکتا ہے جب اس شخص نے آپؑ کا یہ فیصلہ سنا تو بے اختیار چیخ اٹھا کہ میں اپنے بیٹے کے قصاص سے دست بردار ہوتا ہوں اس طرح یہ مقدمہ جناب امیرؑ کے فیصلے کے مطابق صحیح طور پر ہوا ایسے میں بے ساختہ حضرت عمرؓ نے کہا یا علیؑ شکر ہے جو آپؑ ہماری رہنمائی کے لئے موجود ہیں۔

ایک یہودی کا سوال

اس مختصر مگر دلچسپ فیصلے کا تعلق آنحضرتﷺ سرکار دو جہاں کی حیات طیبہ سے ہے۔ حضرت علیؑ نے آپﷺ کی حیات میں متعدد مقدمات کا فیصلہ کیا

جس کی تائید آنحضرت ﷺ نے فرمائی ایک مرتبہ ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے
سوال کیا کہ آپ کے قرآن میں صرف ایک جنت کا طول وعرض آسمانوں اور زمینوں
سے زیادہ لکھا ہے یہ تو بتائیں کہ قیامت کے دن تمام بہشت کہاں سمائیں گے۔
حضرت عمرؓ نے جواب دیا اس کے بارے مین مجھے معلوم نہیں آپ یہ سوال حضرت علیؑ
سے کریں یہودی حضرت علیؑ کی خدمت مین حاضر ہوا اور اس نے اپنا سوال دہرایا
آپ نے یہودی سے سوال کیا کہ جب رات آتی ہے تو بتاؤ دن کہاں چلا جاتا ہے
جب دن آتا ہے تو رات کہاں چلی جاتی ہے یہودی نے کہا کہ یہ اللہ کے علم میں چلے
جاتے ہیں یہود کا یہ جواب سن کر آپؑ نے فرمایا کہ یہ سات بہشت بھی اللہ کے علم میں
ہوں گے جب اس فیصلے کی خبر رسول ﷺ پاک کو ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا خدا نے
قرآن مجید میں پہلے ہی خبر دی ان الفاظوں میں دی ہے کہ اہل ذکر سے سوال کرو تم
نہیں جانتے۔

عرب اور عجم برابر ہیں

حضرت علیؑ مشکل کشا کی زندگانی تمام تر حیات طیبہ کی عکاسی کرتی ہے
جب ہم تمام صفات حمیدہ کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ آپ کی زندگی
آنحضرت ﷺ سرکار دو جہاں کی زندگی کے عین مطابق تھی اس طرح جب ہم عدل
وانصاف کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ اور علیؑ کا ہاتھ عدل میں برابر ہے۔
آپ کے پاس جب ظاہری خلافت آئی تو آپ کا دور عدل وانصاف کا دور تھا جہاں
اپنے پرائے عربی، غیر عربی ہر ایک کے ساتھ برابر کا سلوک کیا جاتا ایسے متعدد

واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہیں کہ آپ نے کبھی بھی کوئی امتیاز نہیں کیا خاص طور سے عدل کے معاملے میں آپ کا بڑے سے بڑا دشمن بھی یہ لکھنے پر مجبور ہے کہ آپ نے کبھی بھی عدل وانصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اس طرح کا ایک واقعہ آپ کے دور خلافت میں آیا کہ آپ نے بیت المال کی تقسیم شروع کی تو ہر ایک کے حصہ میں پچیس پچیس درہم آئے۔ ان میں دو عورتیں بھی شامل تھیں جن میں ایک عربی اور دوسری ایرانی تھی ان کو بھی انصاف کی روح سے پچیس پچیس درہم دیئے گئے جب عربی عورت نے یہ دیکھا تو فوراً حضرت علیؑ کی خدمت میں عرض کی یا امیرالمومنینؑ میری بہن یعنی دوسری عورت ایرانی ہے اسے بھی پچیس درہم دیئے اور میں عربی ہوں مجھے بھی پچیس درہم دیئے حالانکہ میں عرب ہونے کی صورت میں اس سے زیادہ کی حق دار ہوں آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ اس مال کی تقسیم میں اسماعیلؑ کی اولاد کو اسحاق کی اولاد پر ترجیح نہیں ہو سکتی۔

سیاہ بچہ

اس مختصر مگر دلچسپ اور معلوماتی فیصلے کا تعلق حضرت عمرؓ کے دور حکومت سے ہے آپ کے دربار میں ایک مرتبہ ایک سیاہ بچہ لایا گیا جس کے باپ نے اُسے اپنانے سے انکار کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اس کو سزا دینی چاہیئے مگر حضرت علیؑ وہاں موجود تھے آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ تم نے اس بچہ کی ماں سے حیض کی حالت میں ہمبستری کی ہے اس شخص نے جواب دیا ہاں فرمایا بس اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو کالا کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ فیصلہ سنا تو آپ نے فرمایا اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمرؓ

ہلاک ہو جاتا۔

مشت زنی کی سزا

جناب امیرؑ کی خدمت میں ایسے شخص کو لایا گیا جو اپنے ہاتھوں سے مشت زنی کرتا تھا آپ نے اس شخص کے ہاتھ پر اتنا مارا کہ وہ سرخ ہو گیا۔ پھر آپ نے بیت المال سے اس کی شادی کرادی۔

تہمت زنا

اس فیصلہ کا تعلق حضرت عمرؓ کے دور حکومت سے ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے دربار میں ایک ایسی عورت کو لائے جو انصار کے ایک خوبصورت جوان پر عاشق تھی مگر وہ جوان نہایت ہی شریف النفس تھا اس جوان نے اس عورت سے کوئی دلچسپی نہ لی جس سے عورت کے دل میں جذبہ انتقام بیدار ہوا اور اس عورت نے اس جوان کو بدنام ورسوا کرنے کے لئے ایک چال چلی کہ انڈے کی سفیدی نکال کر اپنے کپڑوں پر مل لی اس کے بعد فریاد کرتی ہوئی حضرت عمرؓ کے دربار میں آئی اور کہا کہ فلاں نوجوان نے میرے ساتھ جبر کیا ہے اور مجھے خاندان میں رسوا کیا ہے اس کی حرکت بد کے یہ نشانات موجود ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اس معاملہ کی دیگر عورتوں سے بھی تحقیق کرائی تو انہوں نے بھی کہا کہ اس عورت کے لباس اور بدن پر منی کے آثار پائے جاتے ہیں یہ سن کر حضرت عمرؓ نے جوان کو سزا دینا چاہی تو نوجوان رونے لگا۔ چیخ چیخ کر کہنے لگا یا امیر المومنین اس امر کی تحقیق فرمالیں میں بالکل بے قصور ہوں یہ عورت مجھ پر تہمت لگا رہی ہے یہ عورت خود مجھے ورغلانے کی کوشش کرتی رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے یہ ماجرا سنا

تو آپ نے کہا کہ اب اس مقدمہ کا فیصلہ وہی کر سکتے ہیں جو ہم سب میں بڑے قاضی ہیں معاملہ دربار امامت میں پیش ہوا مولا علیؑ نے اس عورت کے کپڑے منگوائے اور فرمایا کہ کھولتا ہوا پانی لایا جائے جب پانی آیا تو آپ نے ان نشانات پر کھولتا پانی ڈال دیا پانی ڈالتے ہی انڈے کی سفیدی بالکل جم گئی سب پر یہ عیاں ہو گیا کہ یہ منی کے داغ نہیں بلکہ سفیدی ہے آخر میں عورت نے بھی اس کا اقرار کرلیا آپ نے اسے سختی سے ڈانٹا۔

ایک دن میں کئی زنا کرنا

ایک شخص نے ایک دن میں کئی بار زنا کیا اس کے فیصلے کے لئے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر اس نے ایک دن میں ایک ہی عورت کے ساتھ زنا کیا ہے تو اس پر ایک ہی حد ہوگی اگر ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ زنا کیا ہے تو جتنی عورتوں کے ساتھ زنا کیا اتنی ہی حدیں جاری ہوں گی۔

چور کا قتل

اس فیصلے کا تعلق مولا علیؑ کے دور خلافت سے ہے۔ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک چور چوری کرنے کی غرض سے ایک مکان میں داخل ہوا تو گھر کی مالکن پر جب اس کی نگاہ پڑی تو اس نے اس عورت کے ساتھ جبراً زنا کیا عورت کی چیخ پکار سے اس کا لڑکا بیدار ہو گیا اس لڑکے اور چور کے درمیان لڑائی ہوئی چور اپنے ساتھ جو ہتھیار لایا تھا اس سے اس لڑکے کو ہلاک کر دیا اس وقت تک عورت سنبھل چکی تھی اس عورت نے اُس چور پر وار کیا چور بھی موقع پر ہلاک ہو گیا۔ دوسرے دن چور کے ورثا

حضرت علیؑ کے دربار میں حاضر ہوئے اور اپنے آدمی کے خون کے طلبگار ہوئے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ان سب کو گرفتار کرلیا جائے۔آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے ورثہ سے لڑکے کی دیت وصول کی جائے اور اس عورت کو دی جائے اس کے علاوہ چار ہزار درہم اس عورت کی عصمت دری کے عوض ادا کئے جائیں یہ درہم بھی اس عورت کے حوالے کئے جائیں۔

حیوان کے ساتھ جماع کرنے کی سزا

حضرت علیؑ مشکل کشا نے اپنی زندگانی میں انسانی مسائل کے تمام پہلوؤں کا حل فرمایا تا کہ بعد آنے والوں کے لئے یہ تمام فیصلے مشعل راہ کے فرائض انجام دے سکیں اس طرح مولا علیؑ سے حیوان کے ساتھ جمع کرنے کی سزا دریافت کی تو آپ نے فرمایا اس کی پوری حد ۱۰۰ تازیانے سے کم حد ہے اور اس شخص سے حیوان کی قیمت وصول کی جائے اور یہ قیمت حیوان کے مالک کو دے دی جائے کیونکہ اب حیوان مالک کے کام کا نہیں رہا۔

ضعیف کی اولاد ضعیف

اس مقدمہ کا تعلق حضرت عمرؓ کے دور حکومت سے ہے یہ فیصلہ نہایت دلچسپ معلوماتی ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہی پیچیدہ ہے مگر حضرت علیؑ کی فراست علمی کا کیا کہنا کہ آپ نے آسانی کے ساتھ اس پیچیدہ مسئلہ کو حل فرمایا۔ حضرت عمرؓ کے دربار میں ایک عورت کو لایا گیا اس پر زنا کا الزام تھا۔ اس عورت کی شادی ایک لاغر ضعیف مرد سے ہوئی تھی اتفاق سے اس مرد کی موت حالت جماع میں واقع ہوگئی اور یہ بھی

اتفاق کے عورت اس جماع سے حاملہ ہوگئی اس بوڑھے کے انتقال کے بعد اس کی پہلی اولاد نے اس عورت کے بچہ ہونے پر اسے زانیہ قرار دیا کہ اس نے یہ بچہ حرام کا جنا ہے اس کے لئے گواہ بھی پیش کئے اتفاق سے اس دربار میں حضرت علیؑ بھی تشریف فرما تھے آپ نے تمام معاملہ سنا اور دریافت کیا کہ کب شادی ہوئی کب مفارقت عمل میں آئی اور کب اس بوڑھے کی جان نکلی عورت نے ان تمام سوالوں کے جوابات ٹھیک ٹھیک دیئے آپؑ نے فرمایا اب سب لوگ چلے جائیں کل اس مقدمہ کا فیصلہ کیا جائے گا سب رخصت ہو گئے۔ دوسرے دن آپ نے اس بچہ کی عمر جیسے بہت سے دوسرے بچے بھی دربار میں اکٹھے کئے اور اس عورت کا بچہ بھی ان بچوں میں شامل کر دیا آپ نے بچوں سے کہا کہ اب سب مل کر کھیلو پھر آپؑ نے فرمایا کہ اب سب زمین پر بیٹھ جاؤ پھر فرمایا کہ اب سب کھڑے ہو جاؤ تمام بچے جلدی سے کھڑے ہو گئے مگر اس عورت کے بچے نے کھڑا ہونا چاہا تو پہلے زمین پر ہاتھ ٹیکا پھر وہ کھڑا ہوا۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا کہ یہ بچہ بھی اپنے باپ کا یعنی بوڑھے کا ہے یہ عورت زانیہ نہیں ہے آپ نے فرمایا ضعیف کا نطفہ کمزور ہوتا ہے یہ اسی کا بچہ ہے آپ نے پھر اس بچہ کو جو اس کا حق بنتا تھا میراث دلوائی اور جھوٹی گواہی جنھوں نے دی تھی ان پر حد جاری کرنے کا حکم دیا۔

شادی شدہ مرد کا زنا کرنا

اس واقعہ کا تعلق حضرت عمرؓ کے دورِ حکومت سے ہے پہلے آپ نے فیصلہ فرمایا مگر مولا علیؑ نے اس فیصلے کو رد فرما کر جو فیصلہ کیا وہ اس طرح ہے کہ ایک شخص یمنی

جو صاحب زوجہ تھا اس نے مدینہ میں کسی عورت سے زنا کیا۔ خلیفہ کے پاس مقدمہ آیا آپ نے اسے سنگسار کا حکم دیا۔ مولا علیؑ بھی تشریف فرما تھے۔ آپؑ نے فرمایا اس پر رجم واجب نہیں کیونکہ یہ اپنے اہل سے دور تھا۔ اس کے اہل دوسرے شہر میں تھے۔ اس لئے اس پر حد لگاؤ۔ آپ کا فیصلہ سنتے ہی حضرت عمرؓ نے فرمایا خدا مجھ کو باقی نہ رکھے کسی ایسی دشواری کے لئے جہاں علیؑ موجود نہ ہوں۔

زوجہ کی کنیز سے ہمبستری کرنا

حضرت امیر المومنین عدل و انصاف کے پیکر، علوم انبیاء کے وارث علم، لدنی کے مالک کی خدمت میں ایک شخص کو لائے جس پر الزام تھا کہ اس نے اپنی زوجہ کی کنیز کے ساتھ ہمبستری کی تھی جب اس عورت سے پوچھا گیا تو اس نے انکار کر دیا اس پر مولا علیؑ نے اس شخص سے فرمایا کہ تو اس کنیز کے ہبہ ہونے پر ثبوت پیش کر و ورنہ تجھے سنگسار کر دیا جائے گا۔ یہ سننا تھا کہ عورت نے فوراً اقرار کر لیا کہ میں نے یہ کنیز کو ہبہ کیا تھا اس طرح مولا علیؑ نے اس عورت پر حد قذف جاری کی۔

مجھے ایک درہم ملا

ہم جب حضرت علیؑ کے عادلانہ فیصلوں پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ حقیقت بھی تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ حضرت علیؑ علم وہبی کے مالک تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو نہایت آسانی کے ساتھ فوری حل کیا۔ تاریخ کے اوراق گواہی دے رہے ہیں کہ آپ کا ہر فیصلہ اٹل اور اپنی جگہ عدل و انصاف کی گواہی دے رہا ہے گو کہ آپ نے کسی درسگاہ میں تعلیم حاصل نہیں کی اس کے باوجود بھی علم ریاضی

پر مولا علیؑ کو اس قدر عبور حاصل تھا کہ صدیوں گزرنے کے باوجود بھی کوئی بھی وہ حل پیش نہ کر سکا جو آپؑ نے صدیوں پہلے نہایت قدیم دور میں فرمائے اس طرح کا ایک حل جس کا تعلق علم ریاضی سے ہے مولا علیؑ ایک مرتبہ گھر سے روانہ ہوئے آپؑ کا ایک پاؤں گھوڑے کی رکاب میں تھا ایک عورت مولا علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا امیر المومنینؑ میرا بھائی چھ سو (۶۰۰) درہم چھوڑ کر مرا ہے اور مجھے صرف ایک درہم دیا گیا ہے تو آپ نے فرمایا۔ تیرے بھائی کی دو بیٹیاں ہیں اس عورت نے کہا ہاں آپ نے فرمایا ان کا حصہ ۳/۲ یعنی چار سو دینار ان کے لئے ہوئے اور فرمایا تیرے بھائی کی ماں بھی موجود ہے عرض کی ہاں تو اس کے ۶/۱ یعنی ۱۰۰ دینار اس کے ہوئے اور اس کی زوجہ بھی ہوگی ۸/۱ حصہ یعنی پچھتر (۷۵) دینار اس کے پھر مولا علیؑ نے دریافت کیا تیرے بارہ بھائی ہیں عورت نے کہا ہاں جناب امیرؑ نے فرمایا دو دینار تیرے بھائیوں کو ملے ایک دینار تیرا حق ہے وہ تجھے مل چکا ہے اور جا لوٹ جا۔

مرغی کا انڈا

حضرت علیؑ کی خدمت میں بڑے دلچسپ معلوماتی مقدمات بھی پیش ہوئے ان ہی مقدمات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ مولا علیؑ سے کسی آدمی نے سوال کیا کہ میں نے ایک مری ہوئی مرغی کو دبا دیا تو اس میں سے ایک انڈا نکلا کیا میں اس انڈے کو کھا سکتا ہوں آپ نے فرمایا نہیں اس آدمی نے دوبارہ عرض کی کہ اگر میں اس انڈے سے بچے نکلوا لوں تو پھر میں کیا مرغی کے بچے کو کیا کھا سکتا ہوں۔ مولا علیؑ نے فرمایا کہ ہاں کھا سکتے ہو اس آدمی نے کہا مولاؑ وہ کیسے آپؑ نے فرمایا انڈا اس لئے

نہیں کھا سکتے کہ انڈا مردہ سے نکلا ہے اور اس سے نکلا ہوا چوزا اس لئے کھا سکتے ہو کہ زندہ مرغی سے نکلا ہے۔

چار شرابی

ایک مرتبہ حضرت علیؑ مشکل کشا کی خدمت میں ایک ایسا مقدمہ آیا جس میں چار شرابی آپس میں لڑ پڑے جس میں سے دو ہلاک ہو گئے باقی دو بُری طرح زخمی ہو گئے آپ نے فرمایا کہ زخمی ہونے والے شرابیوں کو اَسی اَسی دُرّے لگائے جائیں اور مرنے والوں کا دیت زخمی ہونے والوں سے لیا جائے اور پھر فرمایا اگر ان زخمیوں میں سے کوئی مر جائے تو ان کے وارثوں پر کوئی دیت نہ ہو گی۔

کفن چور کی سزا

مولا علیؑ کی خدمت میں ایک مرتبہ ایک کفن چور لایا گیا آپ نے اس کے بال پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا اور دیگر لوگوں سے فرمایا کہ اسے پیروں سے کچلیں چنانچہ سب نے اسے پیروں سے اس قدر کچلا کہ وہ وہیں مر گیا اس کے بعد آپؑ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کفن چور کے ہاتھ بھی کاٹے جائیں گے۔

نامرد نے دھوکہ سے شادی کر لی

آپؑ کے زمانے میں ایک عجیب دھوکہ بازی کا واقعہ پیش آیا کہ ایک نامرد شخص نے دھوکہ سے ایک عورت سے شادی کر لی اس عورت نے جناب امیرؑ کی خدمت میں اپنا مقدمہ پیش کیا آپ نے ان دونوں کے درمیان جدائی کرا دی اور اس کا حق مہر اُس عورت کو دلوانے کے بعد دھوکہ دہی کے الزام میں اس مرد کے تازیانہ بھی لگوائے۔

ایک عورت کی چھوٹے لڑکے سے بدفعلی

حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں ایک شادی شدہ عورت نے ایک چھوٹے لڑکے سے بدفعل کیا۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اس کو سنگسار کیا جائے اس محفل میں مولا علیؑ بھی موجود تھے آپ نے فرمایا کہ اس پر رجم واجب نہیں بلکہ اس پر حد واجب ہے۔

ایک مرد کا فعل بد

اس فیصلے کا تعلق حضرت ابوبکرؓ کے دور حکومت سے ہے خالد بن ولید، حضرت ابوبکرؓ کو خط لکھا کہ ایک مرد جو عورت کی طرح فعل بد کراتا ہے اس کی کیا سزا ہونا چاہئے آپ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا اصحاب نے سزائیں تجویز پیش کیں آخر میں آپ حضرت علیؑ سے رجوع ہوئے تو آپؑ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس کی سزا یہ ہونی چاہئے کہ اس کو زندہ آگ میں ڈال دیا جائے چنانچہ آپ کے فیصلے کے مطابق ایسا ہی ہوا اسے زندہ آگ میں ڈال دیا گیا۔

مولا علیؑ کی وصیت

مولا علیؑ جانتے تھے کہ لوگوں کی سرشت میں خیر وشر دونوں پائے جاتے ہیں لیکن ایک حلیم و بردبار انسان کے شایان شان یہی ہے کہ نگاہ دل کو خیر کی طرف موڑے اور اس کی پرورش کرے۔ آپؑ مثال بیان کرکے اور حسن سیرت کے ذریعے تعلیم دیتے تھے کہ اس طریقے سے ان کی تعلیم زیادہ سود مند اور بہتر تھی۔

مولا علیؑ بار بار وصیت فرماتے تھے کہ انسان کے وجدان سے حسن ظن رکھنا چاہیے، آپؑ کے اقوال میں سے ہے کہ جو شخص تم سے نیک گمان رکھے اس کے گمان کو صحیح کر دکھاؤ'' اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔ جو بات کسی کی طرف سے سرزد ہو۔ اس پر اس وقت تک برا گمان نہ کرو جب تک اس کا کوئی نیک مقصد نکالا جا سکے۔''

بعض مورخین جنہوں نے مولا علی علیہ السلام کی تاریخ زندگی کا مطالعہ کیا ہے۔ اس بات کا معتقد ہیں کہ مولا علیؑ لوگوں سے بدظن اور بیزار تھے، اور ان کی دلیل وہ بہت سے کلمات ہیں۔ جن زمانے والوں کو سختی اور شدت کے ساتھ ملامت وسرزنش کی ہے۔ ہم ان حضرات کو اس کے برعکس سمجھتے ہیں۔ آپ نوع انسانی سے نیک گمان رکھتے تھے اور یہ ملامت ایک مخصوص حالت میں ایک خاص گروہ کے لئے تھے۔

جو شخص لوگوں کو ایذا رسانی اور سخت برتاؤ کے مقابلے میں مولا علیؑ کے صبر وتحمل کو دیکھئے، خائن و بدکار دشمنوں کے پہنچائے ہوئے رنج ومصیبت، بلکہ اپنے ہی ساتھیوں کی بیوفائی میں آپؑ کی تاب وتواں اور قوت برداشت کا جائزہ لے اور پھر انہی اشخاص کے ساتھ آپؑ کی مہربانی اور ملائمت پر غور کرے تو لامحالہ اعتراف کرے گا

کہ آپؑ انسان کی فطرت سے حسن ظن رکھتے تھے۔ اگر چہ برے آدمیوں اور فاسد قوم کی معاشرت کبھی اکثر لوگوں کو گمراہ بنادیتی ہے۔

اگر کچھ باتیں خیانت کار اور ستم پیشہ اشخاص کی خدمت میں فرمائی بھی ہیں تو محض اس غرض سے کہ آپؑ تنبیہہ اور نصیحت کے ذریعے ان کی اصلاح کو ممکن سمجھتے تھے ہر چند اس میں کافی زحمت ہو اور ایک زمانہ صرف ہو جائے۔

جو شخص نیک خیالات رکھتا ہے وہی غلط کاروں کو سزا اور نیکو کاروں کو جزا دیتا ہے کیونکہ اس کو امید ہوتی ہے کہ اس طریقے سے ان کی کجی کو درست کیا جاسکے گا اور ان کی رفتار کردار کی اصلاح ہو سکے گی۔

اگر مولا علیؑ یہ امید نہ رکھتے ہوتے تو بد کردار لوگوں کی ڈھائی ہوئی ان تمام ناقابل برداشت مصیبتوں کا تحمل اور مکروہات زمانہ پر صبر نہیں کر سکتے تھے۔

مولا علیؑ نے دنیا اور اہل دنیا کے بارے میں فرمایا ''دنیا دار کتوں اور درندوں کے مانند ایک دوسرے کے سامنے غراتے ہیں، ان کا طاقتور کمزور کو کھائے جارہا ہے اور بڑے چھوٹوں کو ذلیل کرر ہے ہیں۔'' یہ مولا علیؑ نے اس لئے فرمایا کہ تباہ کاروں کی خیانت اور نافرمانی سے بہت زیادہ رنج اٹھا چکے تھے اور ان کی ایذا رسانی سے تنگ آ گئے تھے۔ مولا علیؑ یہ باتیں کہہ کے درندوں، ظالموں اور جابروں سے جنگ فرماتے تھے جس طرح طبیب روح وجسم کی سلامتی کے لئے مرض کے جراثیم سے جنگ کرتا ہے۔ مولا علیؑ زندگی کو موت پر ترجیح دیتے تھے اور انسان کی نجات کے امیدوار تھے۔

مولا علی علیہ السلام حیات کا احترام فرماتے تھے، اس لئے کہ یہ پروردگار کی

بہت بڑی بخشش ہے، اور زندہ افراد کو اس لئے محترم سمجھتے تھے کہ ان کے وجود میں آثار آفرینش کا ایک نمونہ قائم ہے۔ مولا علیؑ انسان کے وجدان اور پاکی فطرت سے مکمل حسن ظن اور انسان کی نیک بختی کے لئے بڑی امید رکھتے تھے۔ خواہش یہ تھی کہ انسان جس طرح اس کے شایان شان ہے آزاد رہے۔

اگر یہ حسن ظن اور امیدواری نہ ہوتی تو لوگوں کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرتے اور یہ نہ فرماتے کہ جو کلمہ کسی سے صادر ہو اس پر گمان بد نہ کرو جہاں تک اس کا کوئی نیک مطلب نکل سکے لوگوں کے وجدان سے انبیا جیسی شفقت و مہربانی کے ساتھ خطاب نہ فرماتے، اور دل سوزی کے ساتھ ان کو مواعظ و نصائح سے انسان کی بلند غرض وغایت کی جانب ہدایت نہ فرماتے مولا علیؑ چاہتے تھے کہ ان وصیتوں کے ذریعے لوگوں کے اخلاق کو فساد سے محفوظ رکھیں اور ان کے اندر انسانی امنگ کی پرورش فرمائیں تا کہ کار خیر کو خود بخود اپنی عقل وتشخیص سے انجام دیں۔

مولا علیؑ ہر کام میں خود انسانوں ہی میں سے ان پر کچھ جاسوس معین فرماتے تھے اور ان کے اعضائے بدن کو ان کی گھات میں قرار دیتے تھے۔ چونکہ ان کی تشخیص پر حسن ظن رکھتے تھے لہذا فرمایا "اے بندگان خدا تم یہ جان لو کہ تمہارا نفس تمہاری گھات میں اور تمہارے اعضائے بدن تمہارے جاسوس ہیں، جو تمہارے اعمال بلکہ تمہاری سانسوں کا شمار رکھتے ہیں وجدان بشر سے حسن ظن اور اس کی زندگی کے احترام کے سبب سے اپنے زمانے کے لوگوں کو متوجہ فرماتے تھے کہ انسانی زندگی کو مقید نہیں کیا جاسکتا، اور مدتوں تک اس کو گہوارہ، طفولیت میں باقی نہیں رکھا جاسکتا اس کو بے جا قید و بند میں نہ رکھنا چاہئے جس سے یہ گندہ ہو کر فنا ہو جائے۔

زندگی حسین و محترم اور آزاد ہے، یہ خود مقررہ قوانین کی تابع ہے، اپنے کو محفوظ رکھتی ہے اور بدبینوں کے ارادے کی تابع نہیں ہے یہ خود بخود بدلتی رہتی ہے، اور ایک حال پر قائم نہیں ہے بلکہ روز بروز حرکت میں رہتی ہے۔ مولا علیؑ کی خوش بینی ایسی تھی کہ فرماتے تھے، زندوں کو خود اپنی اصلاح کرنی چاہئے اور قوانین زندگی کے ساتھ ساتھ چلنا چاہئے۔ نیز اپنے زمانے کے لوگوں سے خطاب فرمایا۔ اپنی اولاد کو اپنی عادت پر پرورش نہ کرو کیونکہ وہ دوسرے زمانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں جو تمہارے زمانے سے مختلف ہے۔

اگر فطرت خلق سے مولا علیؑ پُر امید نہ ہوتے اور لوگوں کو خیر وسعادت کے لئے اہل اور مستعد نہ جانتے تو یہ بات نہ فرماتے۔ اس کلام سے خلقت کے تغیر پذیر اور مائل بہ ترقی ہونے نیز بہتر شے کو اختیار کرنے کے لئے انسان کی استعداد کے بارے میں حضرتؑ کا اعتقاد معلوم ہوتا ہے، اور صحیح تربیت یہی ہے۔ اس بات کو تمام کرنے سے پہلے ہم اس نکتے کی طرف بھی اشارہ کر دیں کہ مولا علیؑ انسانی شوق ومیلان کے بارے میں ایک گہری نظر اور صائب رائے رکھتے تھے جو اس بات پر مبنی تھی کہ تمام انسانوں کو خیر وخوش کے ساتھ رہنا چاہئے۔

جب ہم ان بڑے بڑے علماء کے کلمات وبیانات میں غور کرتے ہیں۔ جنہوں نے لوگوں کے احوال وعادات کی تحقیق میں اپنا وقت صرف کیا ہے تو نظر آتا ہے کہ انہوں نے اپنے سلسلہ کلام میں سعادت اور خوش بختی کی لفظیں کثرت سے استعمال کی ہیں، انہیں کو اپنا موضوع بحث بنایا ہے اور انسان کا اصلی مقصد قرار دیا ہے لیکن مولا علی علیہ السلام بجائے کلمہ خوش بختی کے دوسرا لفظ لائے ہیں جو معنوی حیثیت

سے کہیں زیادہ دقیق، جامع اور بلند ہے، اور انسان کا فرض ہے کہ اس کا طلب گار بنے اور اس سے متصف ہو۔ مولا علیؑ نے بجائے لفظ خوش بختی کے کلمہ خیر استعمال فرمایا اور لوگوں کو اس لفظ سے پھیر کے پاس کلمے کی طرف متوجہ فرمایا کیونکہ خوش بختی کا جو مفہوم اشخاص کے ذہن میں آتا ہے وہ اس سے ذاتی سعادت مراد لیتے ہیں، لیکن خیر کسی ایک فرد کے اندر منحصر نہیں ہے۔ پس خیر زیادہ عام ہے اور سعادت پر بھی حاوی ہے۔ لیکن سعادت خیر پر حاوی نہیں ہوتی۔ باوجودیکہ انسانوں کے ایک گروہ نے زشت و نامشروع کاموں کے ذریعے اپنی خوش بختی فراہم کی ہے اور دوسرے کے آدو بدبختی ہے۔ اپنے کو خوش بخت بنایا ہے، یا بے کاری، تعیش اور خوش حالی کو اپنے لئے سبب سعادت سمجھتے ہیں، لیکن خیر خوش بختی سے علاوہ ہے ہر چند لفظی حیثیت سے اس کی مشابہت رکھتی ہے۔ خیر وہ خوش بختی ہے جو تمام لوگوں کی خوش بختی سے وابستہ ہو، اس صورت سے کہ سب کے جسم، عقلیں اور وجدان سعادت وآرام وآسائش میں رہیں۔

اسی جہت سے مولا علیؑ علیہ السلام اپنے نصائح و مواعظ میں زیادہ تر یہی لفظ استعمال فرماتے تھے اور اسی فرق کے ساتھ جو خیر اور سعادت کے درمیان قائم کیا مولا علیؑ نے اپنا اخلاقی دستور مکمل فرمایا۔

جب تک صفحہ روزگار پر نیکوکار انسان باقی ہیں وہ ارشادات زندہ جاوید رہیں گے۔ اور ہم نے ان حضرت کے سرچشمہ فیض نہج البلاغہ سے انتخاب کیا ہے تاکہ اس بزرگ شخصیت کا حق ادا کر سکیں اور ان کلمات کے فضائل و خصوصیات میں سے جو کچھ محتاج بیان ہو۔ وہ ارشادات اخلاق کریمہ کی تحصیل، سیرت نیک اور پاکی انسان کے بارے میں ہیں۔

امام کے بعد

میرے بعد تمہارے اوپر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ حق سے زیادہ پوشیدہ اور باطل سے زیادہ ظاہر کوئی چیز نہ ہوگی۔ (امام علیہ السلام)

زمین خدا کی ملکیت ہے اور میں بھی خدا کا خلیفہ ہوں جو کچھ میں خدا کے نام پر لے لوں۔ وہ میری ملکیت ہے اور جو چیزیں چھوڑ دوں وہ میرے اختیار میں ہے۔ (معاویہ ابن ابوسفیان)

اے لوگو میں خدا کی طرف سے روئے زمین کا بادشاہ ہوں۔

(ابو جعفر منصور)

یہ مصیبتیں اور سماجی اور اخلاقی تباہیاں اس روز سے دنیائے عرب میں رونما اور مشرق میں طاقت پکڑنے لگیں جس دن کہ ابن ملجم جیسے گناہگار کا ہاتھ علی ابن ابی طالبؑ جیسے نمونہ عدالت اور مجسمہ اخلاق کی طرف دراز ہوا۔

اب ضروری ہے کہ میں قوم عرب کی طرف تھوڑا اشارہ کروں کہ امیر المومنین علیہ السلام کے بعد بنی امیہ اور بنی عباس کے دور حکومت میں اس کا حال کس نوبت کو پہنچا، اور ان فرمانرواؤں نے جو امام علیہ السلام کے دستور سے منحرف تھے کیا کیا۔ رعیت کیونکر مال میراث کے مانند ایک گروہ سے دوسرے گروہ کی طرف منتقل ہوتی رہتی، لیکن یہ مال بہت ہی ارزاں اور کم قیمت تھا۔

امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت زمانہ عثمان اور معاویہ و جانشینان معاویہ

کی حکومت کے درمیان ایک فطرت تھی۔ اس فطرت میں حق اور عدالت کا مقام بہت بلند تھا، لیکن اس سے قبل لوگوں کے حقوق ضائع ہو رہے تھے اور اونچے طبقہ کے لوگوں پر اس حکومت کا کوئی رعب نہ تھا اور نہ وہ اس کو خاطر میں لاتے تھے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ظلم وستم کی گرم بازاری تھی کبھی کم اور کبھی زیادہ اس سے پہلے آپ کو معلوم ہوا کہ سرداران قوم اور حکام و والیان ریاست کیونکر عوام کے لئے بدبختی کا سبب بنے ہوئے تھے اور ان کا مال ہضم کر رہے تھے۔ اور عثمان کے مشیر کار و مددگار لوگ کیسی مطلق العنانی سے کام لے رہے تھے۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بنی امیہ اور بنی عباس کے دور میں رعایا اور بادشاہوں کی جو حالت تھی اس کی تھوڑی سی تشریح کر دی جائے تا کہ علی علیہ السلام کے دستور کی قدر و قیمت زیاہ اور بہتر طریقے سے جانی پہچانی جا سکے، اور آپ کو معلوم ہو جائے کہ علی علیہ السلام عقل و فکر کے میدان میں کتنے عظیم تھے۔ آپ کی تلوار خودغرضی کے غبار میں شگاف ڈال دیتی تھی، اور آپ کا دست حق پرست باطل کی گردن مروڑ دیتا تھا۔

جونہی مولا علی علیہ السلام غدار و ظالم ابن ملجم کے ہاتھ سے شہید ہوئے معاویہ ابن ابوسفیان نے اپنی خلافت کے مخالفین کے لئے جال بچھانا شروع کر دیا۔ جو شخص اس کو خلیفۃ اللہ نہیں کہتا تھا اس کو سخت سزا دیتا تھا اور ابھی اپنا کام مکمل نہیں کر چکا تھا کہ اپنے رسوائے زمانہ فرزند یزید کو وارث بنانے کے لئے رعیت و مملک کو ہموار کرنے لگا۔ اس کی بادشاہی منوانے کے لئے جتنی تدبیریں مفید ہو سکتی تھیں سبھی سے کام لیا۔ ایک گروہ کو بلا کر خلعت و منصب عطا کیا تو ایک جماعت کو دھتکار دیا اور اس کو

اس نے وقار اقتدار سے محروم کر دیا۔ معاویہ نے لوگوں سے ان کی مرضی کے خلاف یزید کی بیعت لینے کے لئے جو ہزاروں ترکیبیں کیں ہم ان میں سے صرف ایک تدبیر کا اس مقام پر تذکرہ کرتے ہیں۔ جس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یزید اور اس کے اخلاق کی خلافتیں کس بنیاد پر مستحکم ہوئی تھیں۔

معاویہ نے ایک مجمع فراہم کیا تاکہ تمام صوبوں کے لوگ اکٹھا ہو کر اس کی زندگی ہی میں بجبر یزید کی بیعت کریں۔

جس وقت لوگ جمع ہوئے اور معاویہ بھی مع فرزند یزید کے موجود تھا تو ایک منافق یزید ابن مقنع اٹھا۔ اور کہا، امیر المومنین یہ ہیں اور معاویہ کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے بعد کہا، اگر معاویہ دنیا سے اٹھ جائیں تو یہ، اور یزید کی طرف اشارہ کیا پھر کہا، جو شخص مخالفت کرے اس کی سزا یہ ہے، اور اپنی تلوار کی طرف اشارہ کیا۔ معاویہ نے کہا بیٹھ جاؤ، کیونکہ تم خطیبوں کے سردار ہو۔

اہل حجاز یزید کی بیعت پر راضی نہ تھے، وہ نہ مال پر فریفتہ ہوئے اور نہ فوجی طاقت سے خائف تھے ان لوگوں کے ساتھ معاویہ کے واقعات حیرت انگیز ہیں۔ ایک مرتبہ ان کو دھمکی دیتے ہوئے کہا۔ ''خدا کی قسم اگر تم میں سے ایک شخص بھی اس مقام پر کوئی لفظ میرے خلاف زبان سے نکالے گا تو دوسرا لفظ کہنے سے پہلے ہی تلوار سے اس کا سر جدا ہو جائے گا پس اے لوگو! اپنی جان کی فکر کرو اور اپنی موت کی خواہش نہ کرو'' حجاز کے ہر شخص کے سر پر دو نگہبان مسلط کئے، اور پولیس کے افسر سے کہا کہ۔ ان لوگوں میں سے جو شخص بھی تکذیب یا تصدیق میں لب کشائی کرے اس کی گردن ماردی جائے۔

امر خلافت اس طریقے سے یزید ابن معاویہ تک پہنچا۔

عبداللہ بن حنظلہ کہتے تھے کہ ہم لوگ اس سے ڈرے کہ اگر یزید پر خروج نہ کریں گے تو آسمان سے ہم پر پتھروں کی بارش ہوگی اور ہم سب قہر الٰہی سے ہلاک ہو جائیں گے، لہذا ہم نے اس پر خروج کیا۔

یہی وہ یزید ہے جس نے حسین ابن علی علیہما السلام کو اس جانگداز طریقے سے شہید کیا، کعبے کا محاصرہ کیا، منجنیق سے اس پر سنگ باری کی مدینے میں لوگوں کے خون اور مال کو مباح کیا، بدمستی اور لہو ولعب میں زندگی بسر کی، جو کتوں اور بندروں سے کھیلتا تھا، یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہوا پھر دوسرے بنی امیہ کا تسلط جو انہوں نے بیت المال لوٹ لوٹ کے اپنے گھر والوں اور حاشیہ نشینوں کے درمیان تقسیم کیا۔ جس قصر عدالت کی بنیاد امیر المومنین علیہ السلام نے قائم کی تھی۔ وہ ان کے ہاتھوں ویران ہوگیا اور ایک ظالم گروہ کا دور دورہ ہوگیا، ایک گروہ انتہائی دولت مند ہوگیا تھا اور رعیت کا مال ہضم کر کے ان کو بھوکا چھوڑ دیا، ایک جماعت نے ظلم و جور سے اپنی زندگی سنواری اور ہزاروں دردمندوں کو ہلاکت کے منہ میں جھوک دیا۔ کتنے ہی انسان ایسے تھے جو ایک روٹی کو ترس رہے تھے اور اموی خلیفہ نے بارہ ہزار دینار اس لئے معبد گوئیے کو بخش دیئے کہ اس نے اپنے گانے سے خلیفہ کو مسرور کیا تھا۔ امراء میں سے ہر ایک کے پاس بے شمار زرخرید غلام اور کنیزیں تھیں۔ تنہا سلیمان ابن عبدالملک نے ستر غلام اور کنیزیں آزاد کیں۔

بنی امیہ کے عہد میں نسلی، خاندانی اور جماعت تعصب کا عام رواج تھا، باوجودیکہ اسلام نے اس قسم کے تعصب کو فنا کر دیا تھا اور مولا علیؑ نے اس کی اجازت

نہیں دی تھی۔

اس زمانے میں یمن والوں اور بنی قیس کے حقوق میں فرق تھا، عرب والے اہل عجم پر اپنی فوقیت جتاتے تھے۔ اور قریشی غیر قریشی ان کے درباروں میں عیش پرست لوگوں کی کثرت تھی جو بیت المال سے طرح طرح کے ناموں سے وظیفے حاصل کرتے تھے اور بغیر کسی زحمت کے خزانے جمع کرتے۔ ولید ابن عبدالملک نے بیس ہزار سے زیادہ شاہی وظیفہ خواروں کو برطرف کیا۔

عمر ابن عبدالعزیز کے علاوہ تمام بنی امیہ کی روش یہی تھی وہ ظلم و جور کے ساتھ ممالک پر مسلط ہوتے تھے۔ اور معاویہ و یزید کا کام انجام دیتے تھے۔ عبدالملک ابن مروان اپنے حسب دل خواہ حکم جاری کرتا تھا اور لوگوں کے جان و مال کی اس کے نزدیک کوئی قیمت نہیں تھی، اس نے حکم دیا کہ بحرین کے کنویں اور چشمے بند کر دیئے جائیں تا کہ وہاں کے لوگ فقیر ہو جائیں اور حکام کی اطاعت کریں اور حجاج ابن یوسف جیسے خونخوار ظالم کو عراق پر مسلط کیا۔

امین ریحانی بنی امیہ کے بارے میں کہتا ہے کہ عدل کو جس کا پابند ہونا بادشاہ کے لئے ضروری ہے۔ اموی تخت نشینوں نے اس کو اپنی مرضی سے استعمال کیا۔ یہ ایک نالائقوں کا گروہ تھا، اگر ایک بیوقوف تھا تو دوسرا حقیر، ایک ذلیل و بے آبرو تھا تو دوسرا شراب خوار و ظالم کم سے کم اس مذموم و قبیح طرز عمل سے تو چشم پوشی نہیں کی جاسکتی اور اس کو بغیر کہے نہیں چھوڑا جا سکتا کہ علی علیہ السلام اور آپؑ کے فرزندوں کو منبروں پر بُرا بھلا کہا جاتا تھا۔

بنی امیہ میں صرف عمر ابن عبدالعزیز ایک عادل خلیفہ تھا، اس نے اپنی

حکومت ظلم کو دفع کرنے سے شروع کی اس نے چاہا کہ لوٹے ہوئے اموال کو بیت المال میں واپس لائے اور اپنی خلافت میں نیک روش اختیار کرے، لیکن اس کی قوم اس پر راضی نہیں ہوئی اور اس کو قتل کر دیا۔

بنی امیہ نے عجیب انداز سے خلافت حاصل کی اور زور وز بردستی کے ساتھ اس کو بادشاہی سے بدل دیا، اور ایسی سلطنت کی بنیاد قائم کی جس میں عدل وداد کا شائبہ بھی نہیں تھا۔

آخر کار ان کی حکومت کا محل متزلزل ہو گیا اور انہیں کے سروں پر آپڑا۔

ان کے بعد بنی عباس کی حکومت سامنے آئی اور منصف مزاج لوگوں نے بنی امیہ کو دعائے خیر سے یاد کیا۔

امین ریحانی کہتا ہے۔ بنی عباس نے قتل وخون ریزی سے ملک حاصل کیا، شام، فلسطین اور عراق میں پے در پے قتل عام ہو رہا تھا اور اس شدید تباہی وبربادی کے بعد دوسرے امراء نے بھی خون ریزی میں ابوالعباس سفاح کی تقلید کی۔

ایک شخص عمیطر شام میں لوگوں کو اپنی طرف دعوت دے رہا تھا، یمن والوں نے اس کی اطاعت کی۔ اور بنی قیس مقابلے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، عمیطر نے ان پر شب خون مارا، ان کو قتل کیا، ان کا مال اور ان کے گھر جلا دیئے۔

ایک دوسرے شخص ابن بیہلبس نے عمیطر سے جنگ کی اور دمشق پر قابض ہو کر اہل دمشق کو سزائیں دیں۔

بنی عباس کے زمانہ میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑک رہی تھی۔ تعصب کے شعلے بلند ہو رہے تھے اور تکلیف صرف ظالم وخون ریز باغیوں ہی کو نہیں پہنچ رہی تھی بلکہ بے

چاری رعیت بھی جو خراج ادا کرتی تھی اور دعوت جہاد پر لبیک کہتی، ان فتنوں کی مصیبت سے عاجز تھی۔

اس کے بعد بنی عباس کے آخری دور کی چھوٹی بڑی حکومتوں کے بارے میں امین ریحانی کہتا ہے۔

"بدنصیب تھے وہ لوگ جو اس تاریک دور میں جی رہے تھے، ہر حاکم دوسرے حاکم سے ظلم وخونریزی، تاخت وتاراج اور تباہ کاری میں بازی لگائے ہوئے تھا اور اس کی کثرت پر فخر ومباہات کرتا تھا۔ اس شہر کو تین روز کے لئے میں نے تمہارے اوپر مباح کیا۔"

یہ تھا حکام کا وہ قول جو وہ اپنے لشکر والوں سے کہتے اور کسی شہر کی لوٹ مار اور قتل وغارت کا ان کو مختار بنا دیتے تھے۔ متنبّی کا ایک شعر ہے۔

نلسبی ماالفوا والقتل ماولدوا والنهب ماجمعوا والنار مازرعوا

یعنی جن عورتوں نے ان سے الفت اختیار کی وہ اسیری کے لئے ہیں، انکی اولاد قتل ہونے کے لئے ہے جو مال انہوں نے جمع کیا وہ لٹنے کے لئے ہے اور ان کی کھیتیاں جلائے جانے کے لئے ہیں۔

حیف ہے اس زمانے پر اور اس زمانے کے لوگوں کے خوف وہراس پر۔ خدا ان بیچاروں پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور ان فرماں رواؤں اور فوجیوں پر لعنت بھیجے۔ کیا جس انسان کو خدا نے اپنا جمال ومثال پر پیدا کیا ہے وہ ایک وقت درندے

کی صورت میں مسخ ہو جاتا ہے؟ آیا یہ وحشی اس کے مستحق ہیں کہ تاریخ کے پچاس صفحے ان کے لئے سیاہ کئے جائیں؟ نہیں بلکہ ایک ہی سطر میں ان کے سارے اعمال کا خلاصہ کرنا چاہئے۔ یہ ایک دوسرے کی جان کے خواہاں ہو گئے، جنگ کی قتل کیا، لوٹا پھونکا فسق و فجور کے مرتکب ہوئے اور فساد پھیلایا دوسری عبارت میں یوں کہا جائے کہ انہوں نے لوگوں کے خون اور مال و آبرو کو حلال سمجھا۔

یہ ہیں وہ باتیں جو امین ریحانی نے عہد بنی عباس اور ان کے آخری دور کی چھوٹی چھوٹی حکومتوں کے قتل و غارت کے بارے میں کہی ہیں۔ یعنی اس وقت جب کہ عباسی خلفہ کا صرف نام باقی رہ گیا تھا۔ اور اقتدار ان کے ہاتھوں سے نکل چکا تھا۔

اب ہم بنی عباس کے عہد کا اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

پہلے ہم کہہ چکے ہیں کہ امیر المومنینؑ جس طرز کی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے اس کی مخالفت کر کے اور آپ کی عادلانہ روش ترک کر کے بنی امیہ نے حکومت کو اپنی خاندانی جائیداد قرار دے لیا تھا۔ کسی کو بھی اس حکومت میں اپنا شریک نہیں سمجھتے تھے۔ انہوں نے ایسی فسطائیت برتی اور ایسا طریقہ اختیار کیا جیسے یہ حکومت اور اس کے محاصل خاص ان کی ملکیت میں دوسروں کا اس میں کوئی حق نہیں نہ کم نہ زیادہ۔

جب بنی امیہ کے بعد بنی عباس اقتدار کے مالک ہوئے تو انہوں نے بھی اپنی حکومت کی بنیاد انہی تصورات پر رکھی، ان کا بھی یہی نظریہ رہا کہ بادشاہ روئے زمین پر خدا کا جانشین ہے اور حکومت اس کا پیدائشی حق ہے جو خدا نے اسے دے رکھا ہے اس حکومت میں دوسرا کوئی شخص بھی تغیر یا تبدل کرنے کا مجاز نہیں اسی نظریہ و عقیدہ کی بنا پر منصور دوانیقی بنی عباس کے دوسرے خلیفہ نے مجمع عام میں تقریر کرتے ہوئے

کہا تھا۔

''لوگو! میں خدا کی طرف سے روئے زمین کا بادشاہ ہوں، اللہ کی توفیق وتائید سے تم پر حکومت کرتا ہوں۔ خدا کے مال کا نگہبان ہوں خدا کی مشیت وارادہ سے بیت المال میں تصرف کرتا ہوں اور اسی کی اجازت سے کسی کو دیتا ہوں کیونکہ خداوند عالم نے مجھے اپنے خزانہ کا قفل بنایا ہے اگر خدا چاہے تو تمہیں دینے اور تمہاری روزی پہنچانے کے لئے اس قفل کو کھولے گا اور اگر چاہے کہ مجھے بند رہنے دے تو بند رہنے دے گا۔

یہی روش بعد میں آنے والے دیگر خلفاء بنی عباس کی بھی رہی ہر ایک زمین پر خدا کا خود جانشین تھا۔

مذکورہ بالا شواہد کی بنا پر یہ حقیقت پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ بے رحمی اور قساوت بنی عباس اور انہی کے ذیل کے دوسرے چھوٹے بڑے امراء کی حکومت کے دو انتہائی اہم رکن تھے۔ ان کے نزدیک سلطنت خداوندی عطیہ تھی۔ اور خداوند عالم جن بندوں کو محبوب اور پسندیدہ سمجھتا انہیں عنایت کرتا جس کو دوست رکھتا اسے بادشاہ بنا دیتا اور جب اس کی مشیت کو خلائق کی عافیت وآسائش منظور ہوتی اسے حلیم وعاقل اور فیاض بادشاہ عنایت کرتا۔

اس انداز فکر اور اس نظریہ وعقیدہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ سرگرمی سے اس حکومت کے وفادار رہے اور انہیں جتنی سختی یا راحت نصیب ہوئی سب کو خدا کی طرف سے سمجھ کر صبر وشکر کرتے رہے۔

بغداد جو بنی عباس کا پایہ تخت تھا اس کے خزانے زمین کی دولت واموال سے چھلکنے لگے لیکن یہ تمام دولت واموال صرف بادشاہ وقت ان کی اولاد ان کے خاندان اوران کے مقربین بارگاہ کے لئے مخصوص تھے دوسرے لوگ خواہ وہ کتنے ہی ہنرمند ہوں ملک وقوم کے لئے کتنے ہی مفید ہوں ان کی خدمات کتنی ہی لائق صلہ وستائش ہوں لیکن اگر وہ عباسی خلیفہ کی خوشامد وچاپلوسی نہ کریں ان کے آستانوں پر اپنی پیشانیاں نہ رگڑیں تو ان کا کوئی حصہ اس دولت میں نہیں تھا۔ اور ذلت وبیچارگی ہی ان کا مقدر تھی۔

اس صورت حال کے نتیجہ میں دو طرح کے طبقے پیدا ہو گئے اور ان دونوں طبقوں کے درمیان زمین وآسمان کا فرق تھا۔ ایک انتہائی دولت مند طبقہ جو سونے اور چاندی سے کھیلتا اور جی کھول کر داد عیش دیتا۔ دوسرے ناداروں کا طبقہ جو باوجود ہنرمند ہونے کے فقر وفاقہ اور موت سے بدتر زندگی گزارتا تھا۔ حکومت کے محاصل اور سرکاری خزانہ عامرہ خلفاء وامراء کے مقربین اور اہل کاروں کے قصور ومحلات اوران کی تفریح ودل بستگی کے سامانوں پر صرف ہوتا تھا یہ لوگ اپنے گھروں میں لاکھوں لاکھ اپنے حاشیہ نشینوں، جی حضوریوں پر لٹاتے اور کنیزوں اور خواجہ سراؤں پر صرف کرتے

تو خلفاء امراء اور سرکاری کارندوں کا طبقہ عباسی عہد کے معاشرہ میں بلحاظ دولت وثروت سب سے اونچا طبقہ تھا دوسرے نمبر پر تجارت پیشہ افراد تھے اگرچہ ان کی جان ومال کو بھی بڑے لوگوں کی طرف سے ہر وقت خطرہ لاحق رہتا۔ لیکن بڑے لوگوں کے بعد دولت انہی لوگوں کے پاس تھی۔ رہ گئے عوام الناس تو اَن کا حصہ فقط ذلت وبے چارگی اور کرسنگی وہلاکت تھی۔ بغداد میں اونچے اونچے محلات سے ملے ہوئے

غریبوں کے خستہ حال جھونپڑے بھی تھے گویا جنت و جہنم ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو تھے۔

اس زمانہ کا ایک شاعر بغداد کے متعلق لکھتا ہے۔

یہ بغداد صرف سرمایہ داروں کے رہنے کے لائق ہے فقیر و مفلس کے لئے نہیں۔

اگر قارون ایسا دولت مند بھی بغداد آ جائے تو وہ بھی فکر و اندوہ میں مبتلا ہو جائے۔

بغداد وہی بہشت ہے جس کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے مگر قبل از وقت ان لوگوں کو ہاتھ لگ گئی جن کو کھانے کو بھی نصیب ہے اور پہننے کو بھی۔

اس بغداد میں حور و غلمان بھی ہیں اور ہر وہ چیز جو تم چاہو نہیں ہے تو انسان نہیں ہے۔

ایک سرمایہ دار اور عیش کا پروردہ وہ کہتا ہے۔

زمین کے طول و عرض میں تم نے بغداد سا بھی کوئی شہر دیکھا۔ یہ بغداد زمین کی جنت ہے۔

بغداد میں عیش کا چشمہ پاک و صاف اور خوشی کا درخت سرسبز ہے لیکن دوسری جگہوں کی زندگی نہ صاف ہے نہ پر مسرت ہے۔

بغداد میں زندگی دراز ہوتی ہے اس کا آب روانہ لذیذ و خوشگوار ہے اس میں شک نہیں کہ بعض زمینوں کا آب ودانہ دوسری زمینوں سے لذیذ و خوشگوار ہوتا ہے۔

یہ کوئی عیب نہیں کہ بغداد عباسی عہد میں بلکہ ہر زمانہ میں روئے زمین کی بہشت رہا ہو وہاں عیش کا چشمہ پاک صاف اور خوشی و مسرت کا درخت سرسبز ہو آب و ہوا وہاں کی لذیذ و خوشگوار ہو۔ عمریں وہاں طولانی ہوتی ہوں۔ ان میں سے کوئی بات عیب نہیں انسان ہمیشہ کوشش کرتا ہے کہ ایسی بہشت میں زندگی بسر کرے جس میں عیش و آرام کے وسائل میسر ہوں۔ پھل پھول اور ہر اچھی چیز موجود ہو۔ لیکن یہ تمام لذائذ و نعمات یہ تمام عیش و عشرت کے سامان اسی وقت گوارا ہو سکتے ہیں۔ جب کہ غریبوں ناداروں پر ظلم و زیادتی کر کے لوٹے نہ گئے ہوں زور زبردستی کر کے یتیموں اور بیواؤں سے نہ چھینے گئے ہوں۔ یہ عیش و عشرت کی زندگی اور اس کے لوازم بغداد میں آئے کہاں سے حالانکہ اسی بغداد میں ہزاروں بھوکے، ننگے اور بے خانمان افراد تھے جنہیں مرتے دم تک بغداد کی عشرتیں نصیب نہ ہوئیں۔ مشہور شاعر ابوالعتاہیہ عوام کی ترجمانی کرتا ہوا اپنے وقت کے خلیفہ سے کہتا ہے:

کون ہے جو میری متواتر و مسلسل نصیحتیں خلیفہ تک پہنچا دے۔
میں لوگوں کی زندگی کے نرخ کو دیکھتا ہوں کہ انتہائی گراں ہے۔
اور آمدنی انتہائی قلیل ضرورت و احتیاج حد سے زیادہ ہے اور غم ہائے روزگار کی صبح و شام ان پر یورش ہوتی ہے۔
ایتام اور بیوائیں اجاڑ گھروں میں خالی ہاتھ بیٹھی ہیں۔ مرد بھی تجھ سے لو لگائے۔ تیرے احسانات کی طرف ہاتھ پھیلائے ہیں اور عورتیں بھی۔
سب ہی اپنی زندگی کی تلخیوں کے شاکی ہیں اور کمزور صدائیں

فریاد کی بلند کر رہے تیرے الطاف وعنایات کے امیدوار ہیں
تا کہ اپنی مصیبتوں سے نجات پائیں اور عافیت کا منہ دیکھیں۔
بچوں والی مائیں رات بھر گرسنگی میں بسر کرتی ہیں اور دن بھی فاقہ
میں گزارتی ہیں کون ہے جوان کے گرسنہ شکموں کو سیر کرے اور
ان کے عریاں تنوں کو لباس پہنائے۔
میں رعیت کی طرف سے صحیح حالات تیرے پاس روانہ کر رہا
ہوں۔

ایک شخص خلیفہ واثق باللہ سے ملنے آیا اس نے خلیفہ کا جاہ وحشم اور اس کے
محل کی جو شان وشوکت دیکھی اس کی تصویر کشی کرتا ہوا بیان کرتا ہے (یہ ملحوظ رہے کہ
صرف ایک محل کی شان وشوکت)

مجھے ایک خادم نے دوسرے خادم کے حوالہ کیا دوسرے نے
تیسرے کے اسی طرح متعدد خادموں کے ہاتھوں ہوتا ہوا۔ میں
ایک ایسے مکان میں پہنچا جس کے صحن اور دیواروں پر منقش
زربفت کے کپڑے آویزاں تھے پھر میں شاہی ایوان میں پہنچا
اس ایوان کا فرش اور دیواریں بھی اسی طرح منقش زربفت کے
کپڑوں سے ڈھکی ہوئی تھیں ایوان کے صدر میں واثق تخت پر
بیٹھا ہوا تھا۔ تخت موتیوں سے مرصع تھا۔ اس کی کنیز فریدہ ہاتھ
میں ستار لیئے بیٹھی تھی۔ واثق کے جسم پر بھی زربفت کا قیمتی لباس
تھا اور کنیز کے جسم پر بھی۔

یہ دولت سے اس طرح کھیلنا اور سرمایہ دارانہ شان وشوکت متعدی بیماری تھی جس میں اونچے طبقے والے سبھی مبتلا تھے۔ خلفاء وسلاطین بھی ان کے عزیز واقارب، حاشیہ نشین اور ملازمین بھی نیز بہت سے تجار بھی لہوولعب، تفریح ودل بستگی نیز اور بہت سی ناگفتہ بہ حرکتیں جو ان محلات میں عمل میں لائی جاتی تھیں ان کا تو ذکر ہی بیکار ہے۔

غلاموں، کنیزوں کی درہم ودینار کے عوض خرید وفروخت جس کی نہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی تھی نہ مولا علیؑ نے، ہر شہر میں ایک مخصوص بازار ہوا کرتا تھا جس میں صرف غلاموں اور کنیزوں کی خرید وفروخت ہوتی تھی۔ بغداد میں جو عباسیوں کا پایہ تخت تھا۔ خیابان دار الرقیق مشہور جگہ ہے۔ بردہ فروش ہر نسل اور ہر رنگ کے غلام اور کنیزیں رکھتے۔ سیاہ فام غلاموں کے جھنڈ کے جھنڈ جنوب کی طرف سے عباسی شہروں میں لائے جاتے اور دوسو درہم (تقریباً پچاس پچپن روپے) میں فروخت کر دیئے جاتے اور سپید رنگ کے غلام اور کنیزیں سمرقند سے لائی جاتیں جو سپید رنگ کے غلاموں، کنیزوں کی بہت بڑی منڈی تھی کنیزوں کی بہت سی قسمیں تھیں کچھ کنیزیں قندھار اور سندھ کی ہوتیں۔ دبلی، پتلی سیاہ چشم اور لمبے گیسوؤں والی۔ کچھ کنیزیں جو مدینہ کی تربیت یافتہ ہوتیں وہ ناز وانداز شوخی وکرشمہ میں مشہور اور گانے بجانے میں ماہر ہوتیں اور مکہ میں پرورش پائی ہوئی کنیزیں دست وبازو کی نزاکت اور مستانہ نگاہی میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں اور کچھ کنیزیں مغربی ممالک کی ہوتیں۔

ابو عثمان ولال جو اس زمانہ کے غلاموں اور کنیزوں کی خوبیوں کی پوری واقفیت رکھنے والا تھا کہتا ہے۔

کنیز بربر میں پیدا ہو اور ۹ برس کی عمر میں اپنے وطن سے جدا

ہو جائے ۳ سال مدینہ میں رہے، ۳ سال مکہ میں اور سولہ سال کی
عمر میں عراق آئے تا کہ معاشرہ کے آداب وہاں سیکھے اور ۲۵
برس کی عمر میں فروخت ہو۔ ایسی کنیز پیدائشی ملاحت مدینہ کے
ناز و ادا۔ مکہ کی لطافت اور عراق کی تہذیب وشائستگی اور اخلاق
و آداب کی جامع ہوگی۔ اور ابو عثمان افسوس کہ ایسی کنیز کی قیمت
بیان کرنا بھول گیا۔

بربری کنیزوں کے علاوہ حبشی، ترکی صقلبی، رومی، ارمنی کنیزیں جو تھیں جو ان کا ذکر ہی بے کار ہے ہر جگہ کی کنیزیں علیحدہ علیحدہ صفات اور امتیازی خصوصیات کی حامل ہوتیں جن کے بیان میں اس زمانہ کے ماہروں نے کافی تفصیل سے کام لیا ہے۔

عباسی عہد حکومت میں غریبوں کا تو ذکر ہی کیا جو ارباب ثروت و دولت تھے ان کی بھی یہ کیفیت تھی کہ کسی کی اپنی جان و مال کی طرف سے ایک دن بھی اطمینان نصیب نہیں رہتا۔ خلائق کی جانیں بادشاہ کے قبضہ اختیار میں تھیں بادشاہ کے ایک اشارہ پر جان سے ہاتھ دھونے پلک جھپکنے مال ومتاع۔ چھن جانے کا خطرہ رہتا اس لئے کہ اس زمانہ میں خلفاء اور امراء کے جود وسخا بذل وعطا کی کوئی حد نہ تھی اسی طرح خلائق کے مال کو بے سبب ہتھیا لینے کا بھی کوئی ٹھکانہ نہ تھا کبھی بادشاہ گانے والے کا گانا سن کر ایک شعر پر وجد میں آکر کوئی برجستہ جواب یا شیریں فقرہ سن کر ہزاروں ہزار اشرفیاں انعام دے دیتے اور کبھی کوئی بات ناگوار ہوتی تو فوراً گردن اڑا دینے او رمال و اسباب ضبط کر لینے کا حکم صادر فرما دیا۔

عتابی نے اپنے زمانہ کی اس کیفیت کی بڑی اچھی تصویر کشی کی ہے اس سے

پوچھا گیا کہ تم نے ادبی صلاحیتیں رکھتے ہوئے دربار میں رسائی حاصل کرنے کی کیوں نہیں کوشش کی اس نے جواب دیا۔

''میں خلیفہ کو دیکھتا ہوں کہ بے سبب بے وجہ کسی کو ہزاروں ہزار اٹھا کر دے دیتا ہے اور بے قصور کسی کو بام قصر سے زمین پر پھینکوا دیتا ہے۔ اگر میں دربار میں رسائی حاصل کروں تو نہیں کہہ سکتا کہ مجھے ان دونوں شخصوں میں سے کس شخص کا انجام نصیب ہوگا۔''

جس وقت خلیفہ مہدی کا قاصد مفضل ضبی کو بلانے پہنچا مفضل ڈرے کہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے مہدی سے میری چغلی کھائی ہے۔ انہوں نے کپڑوں کے نیچے کفن پہن لیا اور مرنے کے لئے تیار ہو کر چلے۔ دربار میں پہنچ کر مہدی کو سلام کیا۔ مہدی نے جواب سلام دیا یہ خاموش کھڑے رہے تھوڑی دیر کے بعد دل کی دھڑکن ٹھہری اور اطمینان ہوا کہ مہدی نے قتل کرنے کے لئے نہیں بلایا ہے۔ مہدی نے ان سے پوچھا کہ فخر و مباہات میں سب سے اچھا شعر عرب میں کس نے کہا ہے اسی طرح کچھ اور باتیں بھی پوچھیں۔ مفضل نے ہر ایک کا مناسب جواب دیا۔ مہدی کو جب جوابات پسند آئے تو اس کے حالات پوچھے۔ مفضل نے اپنی غریبی کی شکایت کی۔ مہدی نے ۳۰ ہزار درہم دیئے جانے کا حکم دیا۔

جس وقت مامون نے اپنے وزیر فضل بن سہل کو قتل کرا کر احمد بن ابی خالد کو اپنی وزارت پیش کی تو اس نے قبول نہیں کیا لوگوں نے جب وجہ پوچھی تو کہا:

''میں نے یہی دیکھا کہ جب بھی کوئی اس عہدہ پر فائز ہوا اس

نے اپنی جان سے ہاتھ دھویا۔''

دولت و ثروت کی افراط اور بہتات کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیاشیوں کی انتہا نہ رہی اوباشی و ہوسنا کی ہمہ گیر وبا کی صورت میں پھیلی ہوئی تھی۔ گھر میں گانے بجانے ناز و انداز میں ماہر کنیزوں کا ہجوم تھا۔ شراب خواری، قمار بازی فیشن بن چکی تھی۔ دولت مند و سرمایہ دار لہو و لعب تفریح و دل بستگی عیاشی و اوباشی کی نت نئی صورتیں پیدا کرتے جب ایک قسم کی عیاشی سے تھک جاتے تو دوسری قسم کی عیاشی ایجاد کر لیتے۔ بعضوں کی سرمستی و بے خودی کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی اچھا گانا سن کر آپے سے باہر ہو جاتے کہ سمجھ میں نہ آتا کہ کیا کریں جو چیز سامنے پڑ جاتی اسی سے اپنا سر پھوڑ لیتے جیسا کہ ابوالفرج اصفہانی اور دیگر مورخین نے اس قسم کے متعدد واقعات آغانی وغیرہ میں نقل کئے ہیں۔ اس آپے سے باہر ہو جانے کی وجہ یہی تھی کہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اپنی مسرت و شادمانی کا اظہار کس طرح اس لئے آئے دن نت نئی حرکتیں کرتے رہتے۔

دوسری طرف بے شمار افراد ایسے تھے جو فقر و ناداری غربت و بے چارگی کی اذیتوں میں مبتلا تھے ایک طبقہ فرط مسرت و شادمانی سے مرا جاتا تھا۔ دوسرا طبقہ کثرت اندوہ مصائب سے کچھ ایسے تھے جو زندگی ہی سے بیزار ہو گئے تھے انہیں زندگی سے بھی نفرت تھی اور سماج و معاشرہ سے بھی انہیں خلائق کی حالت سدھرنے کی امید ہی باقی نہ رہ گئی تھی ابوالعتاہیہ ایسے ہی لوگوں کی ترجمانی کرتا ہوا کہتا ہے۔

سوکھی روٹی جو گوشہ میں بیٹھ کر تم کھاؤ۔

اور ایک تنگ مکان جس میں تم زندگی کے دن بسر کر لو۔

یا کسی مسجد کا گوشہ جس میں تم لوگوں سے الگ تھلگ رہ سکو۔

بہتر ہے ان محلات سے جو اونچے محلات کے سایہ میں گزاریں۔
یہ وصیت ہے اس کی جو حقیقت حال سے پوری طرح باخبر ہے۔
خوش حال اس کا جو میری اس نصیحت کو سنے اپنی زندگی کی قسم یہ
نصیحت اس کے لئے کافی ہے۔
ناصح مشفق کی یہ نصیحت سنو جسے ابوالغناہیہ کے نام سے یاد کیا
جاتا ہے۔

دونوں حالتیں فرط شادمانی ومسرت سے خودکشی یا دنیا کو ترک کر کے خودکشی فطرت انسانی کے خلاف ہے خداوند عالم نے انسان کو نہ اس کے لئے پیدا کیا ہے نہ اس کے لئے لیکن بنی عباس کے عہد میں یہ دونوں خرابیاں انسانی معاشرہ میں عام تھیں۔

یہ تو بہت ہلکی سی جھلک تھی بنی عباس کے ابتدائی دور حکومت میں عوام الناس کے حالات کی۔ بعد کے زمانوں میں تو عوام کی زبوں حالی اس حد تک جا پہنچی جس کا اندازہ بھی کرنا ممکن نہیں۔ یہ دولت مند وارباب ثروت پہلے سے کہیں زیادہ عیاش ہو چکے تھے اور ناداروں کی غربت و بے چارگی بد سے بدتر ہوگئی تھی۔ مالداروں کے پاس دولت ذخیرہ ہو کر رہ گئی تھی اور فقر وفاقہ نے ناداروں کے یہاں ڈیرہ ڈال رکھا تھا۔

جس طرف نظر اٹھا کر دیکھو یا جس گھر کا جائزہ لو یا تو انتہائی دولت مند وخوش حال کو دیکھتے جو لعو ولعب اور عیاشی میں غرق ہوتا یا ایسے فقیر ونادار نظر آتے جو ایک روٹی اور ایک کمبل کے لئے بھی محتاج تھے۔

وہ لوگ جو دولت مند اور خوش حال تھے اور جن کی زندگی تمام تر تفریح ودل

بستگی میں گزرتی ان کی تعداد بہت کم تھی لیکن ناداروں محتاجوں کی بہتات تھی۔ جان و مال کی طرف سے اطمینان ان دونوں میں سے کسی کو بھی حاصل نہ تھا۔ مطمئن لوگ بس گنتی کے تھے یعنی بادشاہ کے عزیز واقارب اور حاشیہ نشین افراد ان کے سوا جتنے دولت مند تھے ان میں سے اطمینان کسی کو بھی حاصل نہ تھا ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا کہ کہ بادشاہ ان سے ناراض ہو جائے اور چشم زون میں مال بھی ضبط ہو اور سر بھی تہ تیغ اس ظلم وخودسری کی ابتداء متوکل کے عہد سے ہوئی جس نے جہنم کے پہلو بہ پہلو بہشت بنائی تھی۔

دولت مندوں نے شرم وحیاء کے ہر پردے کو چاک کر دیا تھا ایسی بیہودگی اور اوباشی پر اتر آئے تھے جو پہلے کبھی دیکھی سنی نہ گئی تھی۔ وہ شراب پیتے خوشی سے دیوانے ہو جاتے۔ عیش وطرب کی محفلیں اپنے محلات میں منعقد کرتے، جی بھر کر چیخ پکار مچاتے۔ اچھل کود کرتے۔ یہاں تک کہ شراب کے نشہ میں بدمست ہو کر یا فرط مسرت سے بے خود ہو کر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالتے۔ زمین پر گرا کر لڑھکنیاں لگانے لگے آنکھیں نچاتے کبھی چیختے چلاتے فریاد وواویلا کرتے نشہ کی وجہ سے نہ اپنے پر قابو رہتا نہ نیک وبد کی تمیز باقی رہتی۔ برے سے برا کام کرنے سے بھی باز نہ رہتے۔ کوئی خوشی وبدمستی میں خیال کرتا کہ میں نے اپنے پیروں سے زمین میں زلزلہ پیدا کر دیا ہے۔ اس قسم کی بے شمار حکایتیں ابوحیان توحیدی نے اپنی کتاب المتاع والموالتہ میں درج کی ہیں۔

کنیزوں کی اس زمانہ میں اتنی بہتات ہوگئی تھی جتنی پہلے کبھی نہ ہوئی تھی متوکل جس نے ارباب عقل وخرد اور غیرت مند وباحمیت انسانوں کو ذلیل وخوار کر رکھنے

میں کسر اٹھا نہ رکھی۔ قبر حسینؑ کو غرقاب کرنے کی پوری کوشش کی تھی جس نے بیہودہ اور اوباش انسانوں کو اجازت دے رکھی تھی کہ اس کے دربار میں علیؑ ابن ابی طالب کا مذاق اڑائیں ان پر طعن و تشنیع کریں اس متوکل کی حالت یہ تھی کہ اس کے قصر میں کئی کئی ہزار کنیزیں تھیں۔ بعض عباسی خلفاء کے یہاں تو دس ہزار سے بھی زیادہ کنیزیں تھیں۔ کنیزوں کے علاوہ خواجہ سراؤں سے بھی شاہی محلات بھرے رہا کرتے۔

اونچے طبقہ کے افراد اور دولت مند لوگ عورتوں کی حفاظت کے لئے خواجہ سراؤں کو رکھا کرتے۔ امین کے عہد میں خواجہ سراؤں کی بے حد زیادتی ہوگئی تھی۔ خلیفہ مقتدر گیارہ ہزار خواجہ سرا رکھتا تھا۔ متوسط طبقہ میں بھی غلاموں کی کثرت تھی جو بہت ہی بے شرم و بے حیا تھے وہ غلاموں سے شرم ناک خدمات لیتے۔

ان تمام خرابیوں کا اصل سبب یہ تھا کہ ان لوگوں نے پیغمبرؐ خدا اور مولا علیؑ کے دستور کو بالائے طاق رکھ دیا تھا اور خلائق کو ایک دوسرے کے برابر نہیں سمجھتے تھے دولت مند اور صاحبان اقتدار اپنے کو رعیت سے بلند اور برتر سمجھنے اور رعیت کی کمائی کو لوٹ کر اپنے عیش و طرب کا سامان بہم پہنچاتے۔

ہم عباسی عہد کے ارباب دولت و اقتدار کے عیاشی و فحاشی اور غریبوں کی ناداری و بے چارگی کی مزید وضاحت کے لئے اس زمانہ کے لوگوں کے اخلاق و عادات کا پھر تذکرہ کرتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ دونوں ہی چیزیں عیش و عشرت اور فقر و ناداری اس سماج میں جس کے افراد زیادہ تر محتاج و نادار ہوں اسی قاعدہ کے مطابق جنم لے سکتی ہیں جس کی طرف مولا علیؑ نے اس فقرہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

میں نے کسی کے پاس دولت کی بہتات نہیں دیکھی مگر یہ کہ اس

کے پہلو میں کسی حق کو ضائع ہوتے بھی دیکھا۔

وہ اونچے اونچے محلات جن میں دولت کی ریل پیل تھی جن کی تعمیر میں بے اندازہ سرمایہ صرف ہوا تھا ان کی شان وشوکت کا اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ متوکل نے ایسے ایسے قصور ومحلات تعمیر کئے تھے جن کی عظمت وجلالت اور حسن و جمال کی توصیف کسی انسان سے ممکن نہیں۔

ایک محل میں بیگمات اور کنیزان حرم کی پیراکی کے لئے بڑا سا تالاب بنایا گیا تھا۔ مشہور شاعر بحتری نے جب یہ محل دیکھا تو اس کی وسعت اس کے باغات، رنگارنگ مکانات اور نادر حیرت انگیز تعمیرات دیکھ کر اسے گمان ہوا کہ جنوں اور دیووں نے اس محل کو بنایا ہے وہ اس محل کی تصویر کشی کرتا ہوا کہتا ہے۔

گویا حضرت سلیمانؑ کے تابع فرمان دیووں نے اس محل کی تعمیر
کی ہے اور ہر چیز میں انتہائی محنت اور دیدہ ریزی سے کام لیا ہے
اگر اتفاقاً بلقیس بلکہ سبا کا گزر اس قصر سے ہو جائے تو حضرت
سلیمانؑ کے محل سے انتہائی مشابہت کی وجہ سے یہی گمان کریں
کہ یہ وہی قصر سلیمانؑ ہے۔

رات میں اس تالاب پر ستاروں کا عکس پڑتے دیکھ کر تم یہی سمجھو
گے کہ تالاب آسمان ہے اور ستارے اسی آسمان میں ٹکے ہوئے
ہیں۔

مچھلیاں تالاب کے کنارے تک نہیں پہنچنے پاتیں کیونکہ تالاب
کی ابتداء وانتہا میں کافی فاصلہ ہے۔

یاقوت حموی معجم البلدان میں لکھتے ہیں۔

سامرا میں جتنی شان دار عمارتیں متوکل نے بنوائیں کسی بھی خلیفہ نے ویسی عمارتیں نہیں بنوائیں۔ من جملہ ان عمارتوں کے ایک قصر عروس تھا۔ جس کی تعمیر میں ۳ کروڑ درہم خرچ کئے۔ ایک قصر جعفری تھا۔ جس میں ایک کروڑ درہم خرچ ہوئے ایک قصر غریب تھا جس پر ایک کروڑ درہم صرف ہوئے قصر شیدان تھا جس پر ایک کروڑ درہم صرف ہوئے قصر ملیح تھا جس پر پچاس لاکھ درہم صرف ہوئے قصر برج تھا جس پر ایک کروڑ درہم خرچ ہوئے، قصر صبح تھا جس پر ۵۰ لاکھ درہم خرچ ہوئے۔ قصر بستان ابتاخیہ تھا جس پر ایک کروڑ درہم خرچ ہوئے۔

اسی طرح یاقوت حموی نے ایک طویل فہرست ان محلات کی گنائی ہے اس کے بعد لکھتے ہیں:

ان تمام محلات کی تعمیر میں تقریباً ۳۰ کروڑ صرف ہوئے۔

علی بن جہم متوکل کے قصر جعفری کی توصیف میں کہتا ہے۔

ایسی نو بہ نو اور تازہ بہ تازہ صنعتیں ہیں اس قصر میں کہ روم و فارس کی سلطنتوں نے اپنی اس طولانی حکومت کے زمانہ میں بھی اس کی نظیر نہ دیکھی ہوں گی۔

ایسے وسیع و عریض صحن ہیں جن کے عجائب و نوادر دیکھنے کے لئے آنکھوں کو ایک مدت تک سفر کرنا پڑے۔

اور ایسے بلند گنبد ہیں جنہیں دیکھ کر تم کہو کہ ستارے ان گنبدوں
سے سرگوشیاں کر رہے ہیں۔

ابن معتز نے ایک محل بنوایا تھا جس کا نام کامل رکھا اس کی چھتیں سونے کی اینٹوں سے پاٹی گئی تھیں۔ اور گردا گرد درخت لگائے گئے تھے۔ بحتری شاعر ان ہواؤں کی تعریف میں جو محل میں چلتیں اور ان درختوں کے متعلق جو ہر طرف جھومتے رہتے کہتا ہے:

اس کی چھتیں سونے کی بنی ہوئی اور روشن وتابندہ تھیں۔ اپنی تابندگی سے تاریکیوں کو منور بنا رکھا تھا۔ بادصباء اس میں اٹھکیلیاں کرتی پھرتی اور پھل دار اور بے ثمر ہر قسم کے درخت ہر طرف جھومتے تھے۔ جیسے رات کے وقت نازک انداز دوشیزائیں تفریح کے لئے نکلی ہوں۔ بعض کے ہاتھ میں زیور ہو بعض بے زیور کے ہوں۔

قصر ثریا خلیفہ معتضد کے بنائے ہوئے محلات میں سے ایک محل تھا بہت ہی وسیع وکشادہ اور اتنا حسین وجمیل اور ساز وسامان سے آراستہ وپیراستہ کہ ابن معتز بھی جس نے خود عظیم الشان محل تعمیر کیا تھا اسے جنوں کی صناعی وکاری گری قرار دیتا تھا۔

مورخ خطیب بغدادی نے سفیر روم اور خلیفہ مقتدر کے ملاقات کے تذکرہ کے سلسلہ میں مقتدر کے قصر کی بڑی جامع منظر کشی کی ہے۔ لکھتے ہیں:

مقتدر کے پاس گیارہ ہزار خواجہ سرا تھے ان کے علاوہ اور بھی کئی ہزار سسلی رومی اور حبشی غلام تھے۔ یہ تو محل کی صرف ایک چیز کا

ذکر ہے۔ زیب وزینت کے اور دیگر سامان اس مناسبت سے
بے حد وحساب تھے مقتدر کا حکم تھا کہ سفیر کو قصر کی پوری سیر کرائی
جائے اور توشہ خانوں میں بھی لے جایا جائے۔ جہاں ایک سے
ایک بیش قیمت اور نادر چیزیں اس طرح سجائی ہوئی تھیں۔ جیسے
دلہن کے جہیز کا سامان ہو پردے پڑے ہوئے تھے اور انتہائی
بیش قیمت موتی ڈبیو میں رکھے ہوئے تھے اور ان ڈبیوں پر سیاہ
منقش ریشمی کپڑے منڈھے ہوئے تھے۔ گھماتے پھراتے اس
سفیر کو اس دالان میں لایا گیا جس میں خالص چاندی کا بنا ہوا
درخت استادہ تھا اور اس کا وزن ۵ لاکھ درہم تھا سفیر اس درخت
کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس درخت پر چاندی کے بنے ہوئے
طیور بھی تھے جو ہوا کے جھونکوں سے حرکت میں آتے اور سیٹیاں
بجانے لگتے۔ اس منظر کو دیکھ کر سفیر ہر چیز سے زیادہ متحیر ومتعجب
ہوا۔

اس قصر میں جتنے پردے آویزاں تھے ان کی تعداد ۳۸ ہزار تھی وہ تمام
پردے ریشم وزربغت کے تھے جن پر گوناگوں نقش ونگار اور ہاتھی گھوڑے اونٹ
درندے اور کشتیوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ بڑے بڑے پردے ارمنیا واسطہ اور
بہنس کی کاریگیری وصناعی کے اعلیٰ نمونے تھے۔ جن میں کچھ سادے تھے کچھ
منقش۔

پھر وہ سفیر اس مکان میں لے جایا گیا جو اصطبل خانہ کے نام سے

موسوم تھا وہ ایسا مکان تھا۔ جس کے رواق زیادہ تر سنگ مرمر کے ستونوں پر قائم تھے۔ دائیں حصے میں ۵۰۰ گھوڑے تھے ہر گھوڑے پر گنگا جمنی زین اور لگام تھی۔ بغیر زین پوش کے اور بائیں طرف بھی ۵۰۰ گھوڑے تھے۔ ہر گھوڑے پر گنگا جمنی زین اور لگام تھی۔ اور ریشمی زین پوش بھی، ہر گھوڑے کے لئے بہترین وردی پہنے ایک خادم تھا۔

پھر وہ سفیر اس مکان میں لے جایا گیا جس میں طرح طرح کے جنگلی جانور سدھارے ہوئے رکھے تھے۔ وہ جانور سفیر کے پاس آتے انہیں سونگھتے اور ان کے ہاتھ سے کھاتے۔

پھر وہ سفیر اس جگہ لایا گیا جہاں چار ہاتھی بندھے تھے۔ ہر ہاتھی پر ریشمی منقش پوشش تھی۔

پھر وہ سفیر اس مکان میں لایا گیا جہاں حیوانات درندہ رکھے جاتے تھے۔ تقریباً سو جانور تھے۔ پچاس دائیں طرف پچاس بائیں طرف۔

پھر وہاں سے اس جگہ لایا گیا جو جوسق کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہ ایسی جگہ تھی جس کے چاروں طرف باغات تھے اور بیچ میں رانگے کا حوض جدید بنا ہوا تھا اور اس حوض کے چاروں طرف بھی رانگے کی نہر بنی ہوئی تھی چاندی سے زیادہ خوبصورت، حوض کا طول ۳۰ ہاتھ اور عرض ۲۰ ہاتھ تھا۔ اس حوض میں چار کشتیاں پڑی

ہوئی تھیں جن پر زریں کرسیاں بیٹھنے کے لئے تھیں، اس حوض
کے چاروں طرف باغات جن میں ۵۔۵ ہاتھ کے درخت ہائے
خرما چار سو کی تعداد میں لگے ہوئے تھے۔ ہر درخت کو جڑ سے
لے کر چوٹی تک منقش آبنوس سے ڈھانک دیا گیا اور اس میں
پیتل کے حلقے بنائے گئے تھے۔ اس مکان کے کنارے حوض
کے دائیں طرف ۱۵ مجسمے بنے ہوئے تھے یہ پندرہ گھوڑوں پر
سوار پندرہ سپاہی کے مجسمے تھے۔ ہر مجسمہ ریشم وغیرہ کا لباس پہنے
تھا۔ ہر سوار کے ہاتھ میں نیزے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ یہ
سپاہی محاذ جنگ پر صف بستہ دشمن پر حملہ کر رہے ہیں بائیں طرف
بھی اسی طرح کے ۱۵ مجسمے تھے۔

جب سفیر روم کو اسی طرح ۲۳ قصروں میں گھما پھرا لیا گیا تب اس
صحن میں لایا گیا جس کا نام تسعینی تھا۔ اس صحن میں نوخیز غلام
پورے ہتھیار سجائے کھڑے تھے۔ پھر سفیر کو خلیفہ مقتدر کے حضور
لایا گیا جو دجلہ کے کنارے تھرناج میں بیٹھا ہوا تھا سر پر تاج پہنے
جس کا طویلہ تھا۔ سر سے پیر تک ریشم وزربفت کے لباس میں
ڈوبا ہوا تخت آبنوس کا تھا جس کا فرش بھی منقش ریشمی وزربفتی
تھا۔ تخت کے دائیں طرف نو ہار موتیوں کے آویزاں تھے۔
بائیں طرف بھی نو ہار تھے۔ ایسے ایسے بیش قیمت موتی جن کی
روشنی دن کی روشنی پر غالب آتی تھی۔ (ضحیٰ الاسلام جلد اول،

ص ۱۰۰،۱۰۲)

اسی طرح تمام خلفائے بنی عباس سے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر دونوں ہاتھوں سے دولت لٹاتے رہے ایک کے بعد جب دوسرا خلیفہ ہوا۔ اس کی یہی کوشش رہی کہ اسراف اور فضول خرچی میں دوسرے سے بڑھ جائے یہاں تک کہ مہتدی خلیفہ ہوا یہ زہد پسند انسان تھا لیکن اسے جینا نصیب نہیں ہوا۔ اس کے عزیز واقارب ہی نے اس کا کام تمام کر دیا۔

وزراء بھی اسراف اور فضول خرچی میں خلفاء سے کم نہ تھے۔

متوکل کے وزیر فتح بن خاقان نے ایسے ایسے اونچے محلات تعمیر کئے جن کے کنگرے آسمان سے باتیں کرتے تھے۔ بحتری کہتا ہے۔

آسمان میں کنگرے دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بلند فضا میں بلند پرواز سپید کبوتروں کے پروبال ہوں۔

ابن مقلہ وزیر نے اتنی قسموں کے وحوش وطیور اپنے قصر میں اکٹھا کئے تھے کہ کسی حکومت کا خزانہ اتنے وحوش وطیور کے مصارف کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

وزیر ابن فرات بے شمار زمینوں، جائیدادوں اور بے تھاہ دولت کا مالک تھا بلور کے چمچوں سے کھانا کھاتا۔ ایک چمچے کو دوبارہ استعمال میں نہ لاتا۔ ہر لقمہ کے لئے ایک چمچہ ہوتا اس کے دستر خوان پر ۳۰ سے زیادہ چمچے رکھے جاتے۔

وزیر مہلبی گلاب کے پھولوں کا دلدادہ تھا ایک شخص جس نے مہلبی کو دیکھا تھا بیان کرتا ہے کہ:

مہلبی کے لئے تین دن میں ہزار دینار کے گل سرخ خریدے گئے اور اس کی

بزم میں نچھاور کئے گئے اور اس کے محل کے وسیع حوض میں چھڑکے گئے اس حوض میں عجیب وغریب فوارے بنے ہوئے تھے گلاب کے پھول حوض میں ڈالے جاتے اور فوارہ ان پھولوں کی مہلی کی بزم میں منتشر کرتا اور وہ پھول بزم میں بیٹھنے والوں کے سر پر گرتے جب وہ بزم ختم ہونے لگتی تو پھول لوٹ لئے جاتے۔

خلیفہ مقتدر کی ماں کی جوتیوں کے لئے دبیز قسم کا ریشمی کپڑا خریدا جاتا جسے ثیاب النعال کہتے تھے۔ یہ اوپر کا حصہ بھی اسی ریشمی کپڑے کا ہوتا اور استر بھی اسی کا اور دونوں کے بیچ میں مشک وعنبر پگھلا کر بھرا جاتا تاکہ دونوں خوب اچھی طرح چپک جائیں ان جوتیوں کو مادر مقتدر دس روز سے زیادہ نہیں پہنتی۔ دس روز کے بعد ان جوتیوں کو نوکر چاکر لے لیتے اور اس کا مشک وعنبر نکال کر کام میں لاتے۔

وزراء وعمال کی بھی یہی کوشش ہوتی کہ شان وشوکت اور دولت وسرمایہ کی بہتات میں خلفاء سے پیچھے نہ رہیں۔

علی بن احمد راضی گورنر جند نیشاپور، سوس، اور ماذریا نے اپنے مرنے پر سونے، چاندی، یاقوت، موتی، ہیرے بلور، اسلحے، سازوسامان وعطریات، پوشاکیں، قیمتی ظروف، محلات ومکانات، گھوڑے اسی تعداد میں چھوڑے کہ اگر انہیں غریبوں میں تقسیم کردیا جاتا تو وہ سبھی دولت مند ہوجاتے۔ نیز اس نے غلاموں، خواجہ سراؤں، کالے، گورے نوکروں کی اتنی بڑی فوج چھوڑی کہ اگر اس فوج کے ذریعہ کسی ملک پر چڑھائی کرتا تو وہ ملک فتح کرلیتا۔

علی بن راضی سے باقی دوسرے گورنروں کی دولت وسرمایہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ یہی حالت دولت مند تاجروں کی بھی تھی۔ رہ گئے غریب عوام الناس تو وہ

ان کی زندگی خلیفہ کے کسی ایک صاحب یا وزیر یا گورنر کے ایک مختصر لفظ یا آنکھ کے ایک اشارہ پر موقوف تھی۔ انہیں امن وسلامتی اور جان کی امان بس اسی وقت تک نصیب تھی جب تک ارباب اقتدار ان پر ناراض نہ ہوں۔

یہ دولت ثروت عیش وعشرت کے ساز وسامان دولت مندوں کو کہاں سے حاصل ہوئے۔ اسے کیا کہا جا سکتا ہے کہ ان دولت مندوں نے تمام عوام الناس کی بضاعت اور پونجی لوٹ لی تھی۔ ان کی کمائی ہتھیا کر اپنا گھر بھر لیا تھا اور انہیں بدبختی و بے چارگی کے حوالے کر دیا تھا۔ سرکاری محصولات حاصل کرنے اور مال ودولت اکٹھا کرنے کا انتہائی ظالمانہ طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔ خلفاء وزراء یا عمال لگان اور ملک میں جتنے ٹیکس نافذ تھے سب ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر دیتے وہ شخص کروڑ دس کروڑ روپے سرکاری خزانہ کو ادا کر دیتا اور خود جتنا جی چاہتا ظلم وزبردستی کر کے لگان اور ٹیکس عوام الناس سے وصول کر لیا کرتا جیسا کہ ترکی کے سلطان اپنے دور حکومت میں ان اسلامی ملکوں میں کیا کرتے جو ان کے زیر نگین تھے۔

عدالت کا محکمہ بھی اسی طرح درہم برہم تھا۔ ارباب حکومت برابر عدالت کے کاموں میں دخل واثر انداز ہوا کرتے کسی منصف وقاضی کی مجال نہ تھی کہ حکام کی مرضی کے خلاف کوئی فیصلہ کر سکے۔ رشوت کا شدت سے رواج تھا خلائق کی ناداری واحتیاج روز بروز بڑھتی جاتی اور بدبختی پر بدبختیوں کا اضافہ تھا۔ اس حد تک کہ اگر کوئی مرجاتا تو وہ مبارکباد دیئے جانے کا سزاوار ہوتا نہ کہ لائق تعزیت۔

ابن لنکک بصری کہتا ہے۔

ہم زمانہ کی عجیب نیرنگیاں دیکھ رہے ہیں جو کچھ جیتے جاگتے دیکھ

رہے اگر خواب میں کہیں دیکھ لیں تو گھبرا کے بیدار ہو جائیں۔

لوگ بدحالی کے اس درجہ کو پہنچ گئے ہیں کہ اگر کوئی مر جائے تو وہ

مبارکباد دیئے جانے کے قابل ہے۔

ابن لنکک خدا سے دعا کرتا ہے کہ لوگوں کو صبر ایوبؑ عطا کرے خود ان پر حضرت یعقوبؑ کی طرح گریہ وزاری کرتا ہوا کہتا ہے۔

خدا کی قسم ہم ظالم و چیرہ دست زمانہ کے قبضہ میں گرفتار ہیں اور

خدا سے صبر ایوبؑ کا سوال کرتے ہیں۔

زمین اپنے حسن و جمال سے خالی ہو چکی ہے۔ لہذا اس پر

حضرت یعقوبؑ کی طرح گریہ وزاری کرو۔

لیکن علماء و اہل عقل اور قدر و قیمت رکھنے والے افراد جن کے متعلق مولا علیؑ نے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ کو وصیت کی تھی کہ تم ان کی صحبت اختیار کرنا ان کی باتیں توجہ سے سننا اور ان کے درجہ و مرتبہ کو پہچاننا اور عمال وولاۃ کو تاکید کی تھی کہ ان لوگوں سے ہر کام میں رائے مشورے کرتے رہنا انہیں خصوصی تقرب عطا کرنا، ان کی قدر و قیمت کو بڑھانا اس لئے کہ یہ مسلمانوں کے درمیان تابندہ نور ہیں اور جب تک دنیا باقی رہے گی یہ بھی زندہ رہیں گے۔ یہ خود بھی ہر آفت سے محفوظ ہیں اور خلائق بھی ان کی عقل و دانش کی وجہ سے محفوظ رہے گی۔

یہی علماء باوجود اپنی اس شان و مرتبہ کے اس عباسی عہد میں انتہائی کسمپرسی، ناداری اور ذلت و بے چارگی کے عالم میں تھے۔ سو ان صاحبان علم کے جنہوں نے اپنے چہروں کا پانی عباسی خلفاء کے آستانوں پر بہا دیا تھا۔ ابوحیان جو بڑا دانشمند اور

لائق وفائق مصنف گزرا ہے۔ اور بڑی پسندیدہ مصنفات کا مالک ہے۔ اپنی کتاب الامتاع والموانسۃ میں لکھتا ہے۔

"میں مجبور ہو گیا اس پر کہ اپنے دین ومروت کو بیچ ڈالوں اور ریاکاری ونفاق سے کام لوں اور ایسے نازیبا کام کروں جنہیں کوئی شریف آدمی قلم بند کرنا پسند نہ کرے۔"

یہ شخص آخر عمر میں دنیا اور زندگی سے اتنا بیزار ہو گیا تھا اور حکومت سے اتنی مایوسی ہو گئی تھی کہ اس نے اپنی کتابیں جلا ڈالیں۔

ابو علی قالی بھی مجبور ہوا کہ اپنی کتابوں کو جو اس کی عزیز ترین دولت تھی بیچ ڈالیں۔

اس کے متعلق کہتا ہے۔

بیس سال تک یہ کتابیں میری دل بستگی کا سامان رہیں اور اس کے بعد میں نے انہیں بیچ ڈالا۔ بیچنے کے بعد میرے حزن واندوہ کا ٹھکانہ نہ رہا۔

میرے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ میں ان کتابوں کو بیچنے کا ارادہ کروں گا۔ چاہے قرضوں کی وجہ سے برابر میں قید خانہ ہی میں پڑا رہتا۔

لیکن انتہائی محتاج ونادار ہو کر اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ بھرنے کے لئے ان کتابوں کے بیچنے پر مجبور ہو گیا۔

خطیب تبریزی کے پاس ازہری کی کتاب تہذیب اللغۃ کا ایک نسخہ کئی

جلدوں میں تھا۔ اس کی خواہش ہوئی کہ ماہر فن سے اس کتاب کو پڑھوا کر سنے اور اس کے مطالب کی تحقیق کرے۔ لوگوں نے ابوالعلائے معری کا نام لیا۔ اس نے کتاب کو اپنی پیٹھ پر لادا اور معرۃ النعمان کی طرف پاپیادہ چل کھڑا ہوا۔ یہ خطیب تبریزی زمانہ کی شکایت میں کہتا ہے۔

دوسرے سفر سے تھک جاتے ہوں گے میں قیام سے تھک گیا
ہوں۔

عراق میں ایسے لوگوں میں رہنا ہوا جو سب کے سب کمینے اور
کمینوں کی اولاد ہیں۔

زمانہ کی کج نگاہی اور شریف انسانوں کے ساتھ اس کی بے شرمی اور بدرفتاری کے متعلق ابن لنکک بصری کہتا ہے۔

اے وہ زمانے کے جس نے شریف انسانوں کو ذل وخواری کا
لباس پہنایا ہے۔

میں تجھے زمانہ نہیں سمجھتا بلکہ تو زمانہ ہے (یعنی تو ایسا مرض ہے جو
چلنے پھرنے سے معذور بنا کر زمین گیر بنا دیتا ہے)

تجھ سے نیکی کی امید کیوں کر کی جائے کہ تو کمال وہنر کو ننگ سمجھتا
ہے۔

ہم جو تیری یہ کیفیت دیکھ رہے ہیں اس کی اصلیت کیا ہے دیوانگی
ہے یا بے شرمی وشوخ چشمی۔

بنی عباس کے تمام زمانہ بادشاہت میں خواہ وہ ابتدائی زمانہ ہو یا درمیانی یا

آخری عوام الناس دو طبقوں میں منقسم رہے۔ ایک مالداروں کا طبقہ، ایک ناداروں کا طبقہ اور دونوں طبقوں میں اپنے اپنے حالات کے لحاظ سے بے شمار اخلاقی خرابیاں رہیں۔ بنی عباس کے آخری زمانہ میں بھی ایسی اخلاقی پستی تھی۔ جیسا کہ ابتدائی زمانہ میں تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

مال داروں کے یہاں عیش وعشرت کی افراط تھی۔ نت نئے طریقوں سے مزے اٹھاتے۔ طرح طرح سے دادِ عیش دی جاتی تھی اور ناداروں میں کینہ، حسد، کذب، دروغ بیانی مکر، فریب کی گرم بازاری تھی۔ فقر وناداری کے عام ہونے کی وجہ سے زہد وتصوف کی بھی کثرت تھی لیکن حقیقی وواقعی تصوف نہیں جو تحصیل اخلاق حمیدہ کی رغبت اور اس دنیا کو ناپائیدار سمجھنے سے پیدا ہوتا ہے بلکہ یہ وہ تصوف تھا جو عاجزی، ناکامی اور ناامیدی کا نتیجہ ہوتا ہے۔

اسی فقر وناداری کے عام ہونے کی وجہ سے دوسری بری عادتیں بھی کثرت سے لوگوں میں پیدا ہوگئی تھیں جیسے جادو شعبدہ بازی، خرافات اور اسی قسم کی دوسری بیہودہ باتیں کہ جب انسان حقیقی وسائل سے روزی حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے تو مجبوراً ان چھوٹے وسائل کا سہارا لیتا ہے۔

جو حکومتیں بنی عباس کی سلطنت کے زوال کے بعد منظر عام پر آئیں ان میں طبقاتی اختلافات پہلے سے بھی زیادہ تھے اور اخلاقی خرابیاں زیادہ ہولناک تھیں۔

جس وقت سے دست جفا کار مولا علیؑ کی طرف بڑھا اور حقوق عامہ کے حامی ومحافظ مولا علیؑ کو شہید کیا گیا۔ مصائب وآلام کا ہمیشہ کے لئے تسلط قائم ہوگیا۔

☆☆☆

مولا علیؑ کا نظام حکومت

حقوق انسانی کا اعلان

''خبردار ایسی چیزوں میں ترجیحی حقوق کی خواہش نہ کرنا۔ جن چیزوں میں سبھی لوگ برابر کے حق دار ہیں۔ (الامام علیؑ)۔

یہ جاننے کے بعد کہ انسانی سماج اور معاشرہ کے ساتھ مولا علیؑ کا ایسا محیر العقول عادلانہ برتاؤ تھا اور بنی آدم کے باہمی تعلقات و روابط کو عدل و انصاف کی بنیادوں پر استوار بنانے کے لئے آپ کی ایسی پاکیزہ روش تھی۔ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس عہد نامہ کے کچھ حصے بھی یہاں پیش کر دیں جو مولا علیؑ نے مالک اشتر کو مصر کا گورنر مقرر کرتے وقت تحریر فرمایا تھا۔ یہ عہد نامہ آپ کے تمام عہد ناموں میں سب سے زیادہ مبسوط اور عظمت و شان کے لحاظ سے انتہائی اہم ہے۔

ہم نے مولا علیؑ کی سیرت پر روشنی ڈالتے وقت مولا علیؑ کے اکثر خطوط اور عہد ناموں سے کام لیا ہے کیونکہ آپ نے اپنے سب ہی خطوط و فرامین میں افراد اور جماعت کے حقوق بیان فرمائے ہیں لہذا ممکن ہی نہیں کہ ہم اس موقع پر مالک اشتر کے نام آپ کا وہ عہد نامہ نہ درج کریں جو آپ کا منتخب اور جامع ترین عہد نامہ ہے اور انسانی معاشرہ کے متعلق آپ کے جملہ عقائد و نظریات کو اپنے میں سمیٹے ہے۔

اس عظیم الشان عہد نامہ میں ولاۃ و عمال کے لئے آپ کا مکمل نظام حکومت

مذکور ہے۔

یہاں موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس بہترین و نفیس دستور حکومت کے چند اجزاء پیش کرتے ہیں جو عقل و ضمیر کی پیداوار اور انسانوں کے درمیان ملی و قومی روابط پیدا کرنے میں اپنی آپ نظیر ہے۔

مولا علیؑ مالک اشتر کے نام اپنے عہدنامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اے مالک! یہ سمجھ لو کہ میں تم کو ان شہروں کی طرف بھیج رہا ہوں جہاں تم سے پہلے صاحب عدل اور صاحب جور حکومتیں گزر چکی ہیں (یاد رکھو) کہ لوگ تمہارے امور کو بھی اسی طرح دیکھیں گے جس طرح تم اپنے پیش رو والیان ملک کے امور کو دیکھتے رہے ہو اور تمہاری بابت بھی وہی باتیں کہیں گے جو تم (گزشتہ حکام) کی بابت کہتے رہے۔

اور صالحین (کی صلاحیت) پر اسی (ذکر جمیل) سے استدلال کیا جاتا ہے جو اللہ زبان خلق پر جاری کر دیتا ہے۔ پس چاہئے کہ عمل صالح کا ذخیرہ تمہارے نزدیک محبوب ترین ذخیرہ ہو۔ اپنی خواہشات نفسانی پر قابو رکھو اس کا مطلب ہے کہ نفس جن امور کو پسند کرتا ہو اور جن سے اس کی نفرت ہو ان کی نسبت اس کو انصاف پر مائل کرو اور اپنے دل میں رعیت پر لطف و محبت اور مہربانی کرنے کا جذبہ و احساس پیدا کرو اور ان کے ساتھ ضرر رساں درندہ کا سا سلوک نہ کرو جو ان کو کھا لینا ہی غنیمت سمجھتا ہے، کیونکہ ان میں دو ہی قسم کے لوگ ہیں یا تو تمہارے دینی بھائی یا وہ لوگ جو (چہرے مہرے، ہاتھ پاؤں اور جسم کی، بناوٹ کے لحاظ سے تم ہی جیسے انسان ہیں (تمہاری طرح) ان سے بھی لغزشیں ہو جاتی ہیں، اور ان کو بھی (خطا و نسیان اور سہو و عصیان)

کی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں اوران سے عمداً سہواً برائیاں سرزد ہوجاتی ہیں، پس تم ان کو اسی طرح معاف کردیا کرو اور درگزر کرتے رہو جس طرح تم چاہتے ہو کہ خدا تم کو معاف کردے اور تمہاری برائیوں کو درگزر کرے (اس دنیا میں ایک کے اوپر دوسرا نگران موجود ہے) تم ان لوگوں پر (حاکم) ہو تمہارا امیر تم پر (نگران) اور اللہ اس پر بھی (حاکم) ہے۔جس نے تم کو والی بنایا ہے، ان کے امور کا متکفل کیا ہے اوران کے ذریعہ سے تمہاری آزمائش کرنی چاہی ہے۔

اور (قوانین فطرت) اللہ سے جنگ مول لے کر اپنے نفس کو تعجب میں نہ ڈالو کیونکہ تمہارے اندر نہ اس کے عذاب کو دفع کرنے کی طاقت ہے، نہ اس کے عفو رحمت سے مستغنی ہونے کی قوت (کسی کو معاف کرکے) نادم وشرمندہ نہ ہو، (کسی کو) سزا دے کر خوش نہ ہو اور (غصہ میں کوئی ایسی بات یا کام کرنے میں جلدی نہ کرو، جس کے ترک کی گنجائش ہو اور یہ نہ کہتے پھرو کہ میں امیر ہوں یا حاکم ہوں، کیونکہ اس سے قلب فاسد اور دین کمزور ہوتا ہے، اور تغیرات دنیا قریب آجاتے ہیں، اور جب کبھی ریاست وعمارت تمہارے دل میں تکبر اور گھمنڈ پیدا کرے تو غور کرو کہ تمہارے اوپر اللہ کی حکومت کتنی عظیم الشان ہے اور خود تمہارے نفس کی ان باتوں پر وہ قدرت وتصرف رکھتا ہے جو تم نہیں رکھتے، اس سے تمہارا جوش نخوت کم اور حدت شعور دب جائے گی اور گئی ہوئی عقل واپس آجائے گی۔

دیکھنا! عظمت واقتدار میں اللہ کے مقابل اور سطوت وجبروت میں اس سے مشابہ بننے سے بچتے رہنا کیونکہ وہ ہر جبار کو ذلیل اور ہر متکبر کو خوار کردیتا ہے۔

اپنے نفس، اپنے خاص اعزا واقارب اوران افراد رعیت کے مقابلہ میں جن

کی طرف تم کو خاص میلان طبع ہو خدا اور عامۃ الناس کے ساتھ انصاف ملحوظ رکھو۔

اگر تم ایسا نہ کرو گے تو ظالم ٹھہرو گے اور جو شخص بندوں پر ظلم کرتا ہے اللہ خود اپنے بندوں کی طرف سے اس کا مخالف بن جاتا ہے اور جس سے وہ مخالفت ومخاصمت کرے اس کی حجت کو وہ باطل کر دیتا ہے اور جب تک وہ باز نہ آئے اور توبہ نہ کرے وہ اس سے برسرِ جنگ رہتا ہے اور ظلم سے زیادہ کوئی چیز اس کی نعمت کو بدلنے اور اس کے عذاب کو قریب کر دینے والی نہیں ہے، کیونکہ وہ مظلوموں کی دعاؤں کو سننے والا ہے اور ظالموں کی گھات میں رہتا ہے۔

جمہور کی رضامندی

اور تم کو وہی امر سب سے زیادہ پسند ہونا چاہئے جو بلحاظ حق سب سے زیادہ وسط میں واقع ہو، بلحاظ عدل سب سے زیادہ عمومیت رکھتا ہو اور رعایا کی رضامندی کا سب سے زیادہ جامع ہو، کیونکہ عامۃ الناس کی ناراضگی خواص کی رضامندی کو بے اثر و بے سود بنا دیتی ہے اور عامۃ الناس کی رضامندی کے ساتھ خواص کی ناراضگی ناقابل التفات ہو جاتی ہے، تمام رعایا میں طبقہ خواص سے زیادہ (حسب ذیل برائیاں) رکھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔

(۱) خوش حالی کے وقت والی کے لئے سب سے زیادہ بار خاطر۔

(۲) مصیبت کے وقت سب سے کم مدد کرنے والا۔

(۳) انصاف وعدل سے نفرت کرنے والا۔

(۴) سوال کرنے میں بے حد اصرار کرنے والا۔

(۵) اگر عطیات ملیں تو سب سے کم شکر گزار۔

(۶) نہ ملیں تو قبول عذر میں بہت سست۔

(۷) حوادث زمانہ پر سب سے کم صبر کرنے والا۔

(طبقہ خاص کا تو یہ حال ہے، برخلاف اس کے) عامۃ الناس ستون دین اور نظام مسلمین ہوتے ہیں دشمنوں کے مقابلے میں تیار فوج کا کام دیتے ہیں۔ پس تمہارا رجحان خاطر اور میلان طبع انہی کی طرف ہونا چاہئے۔

چغل خور سے بچو

تم کو چاہئے کہ رعیت کا جو آدمی لوگوں کی عیب جوئی میں زیادہ مشغول رہتا ہو۔ اس کو اپنے پاس سے بہت دور رکھو، کیونکہ لوگوں میں عیوب تو ضرور ہوتے ہیں اور والی سے زیادہ ان کی پردہ پوشی کا حق کس کو ہوسکتا ہے۔ پس جو عیوب تمہاری نظر سے پوشیدہ ہیں۔ ان کی تلاش نہ کرو، کیونکہ تم پر تو انہیں عیوب کا ازالہ فرض ہے جو ظاہر ہوں اور جو تمہاری نظر سے پوشیدہ ہوں ان کا فیصلہ خداوند عالم کرے گا پس حتی الامکان لوگوں کے عیوب پر پردہ ڈالو تاکہ خدا بھی تمہارے وہ عیوب چھپائے جن کو تم رعیت سے مخفی رکھنا چاہتے ہو۔

(لوگوں کے دلوں سے) ہر قسم کے حسد اور کینہ کی گرہ کھولتے اور ہر طرح کی عداوت کے سبب کو دفع کرتے رہو اور جو امور تمہارے لئے مناسب نہیں ان کو نظر انداز ہی کرتے رہو اور چغل خور کی باتوں کی تصدیق کرنے میں جلدی نہ کرو کیونکہ ایسا شخص دل کا کھوٹا ضرور ہوتا ہے اگرچہ وہ ناصح (مشفق) ہی کے لباس میں کیوں نہ نظر آئے۔

مشیر کیسا ہونا چاہئے

اپنے مشورہ میں بخیل کو ہرگز داخل نہ کرو جو تم کو (رعایا پر) تفضل کرنے سے روکے اور فقیر ہو جانے کا خوف دلائے۔ اور نہ اس بزدل کو (شریک کرو) جو تم کو انصرام امور میں کمزور بنائے اور نہ اس حریص کو (شریک کرو) جو حرص وطمع کو تمہاری نگاہ میں زینت دے۔ بات یہ ہے کہ بخل، جبن اور حرص ہیں تو مختلف طبعی (خصائل) مگران کا جامع اور قدر مشترک اللہ کی طرف سے سوءِ ظن ہے۔

انتخاب وزراء

تمہارا سب سے برا وزیر وہ شخص ہوگا جو تم سے پہلے اشرار کا وزیر اور معاصی میں ان کا شریک رہ چکا ہو پس لازم ہے کہ وہ تمہارے خواص میں داخل نہ ہونے پائے، کیونکہ ایسے لوگ گنہگاروں کے مددگار اور ظالموں کے بھائی ہوتے ہیں، تم کو ان کے خلاف میں وہ لوگ مل سکتے ہیں جو انہی کی طرح صائب الرائے اور صاحب نفوذ واثر ہوں اور ان کی طرح گناہوں کا بار بھی اپنی گردن پر نہ رکھتے ہوں (یہ ایسے لوگ ہوں گے) کہ انہوں نے کسی ظالم کی مدد ظلم میں اور کسی گنہگار کی تائید اس کے گناہ میں نہ کی ہوگی، وہ لوگ تمہارے لئے نہایت سبک بارہ اچھے مددگار اور سب سے زیادہ مہربان ثابت ہوں گے، ان کو تمہارے اغیار سے بہت کم الفت ہوگی، پس تم انہی لوگوں کو خلوت اور جلوت میں خاص ہم نشین بناؤ اور ان میں سے بھی اس شخص کو ترجیح دو جو حق کی تلخ باتیں سب سے زیادہ کہنے والا ہو اور ایسے امور میں تمہاری مساعدت سب سے کم کرنے والا ہو جن کو خداوند عالم اپنے دوستوں کے لئے پسند نہیں کرتا خواہ وہ

تمہاری خواہش دل کے کتنے ہی مطابق نہ ہوں۔

خوشامد پسند نہ بنو

اہل ورع اور صدق سے ملو اور ان کو اس کا عادی بنالو کہ تمہاری زیادہ تعریف نہ کیا کریں اور کسی ایسے کام کو جو تم نے کیا نہ ہو جھوٹ موٹ تمہاری طرف منسوب کر کے تمہارا دل خوش نہ کریں، کیونکہ مدح وثنا کی کثرت عجب ونخوت پیدا کرتی ہے اور کبر وغرور سے قریب کردیتی ہے۔

اچھے اور برے کا فرق

نیک عمل اور بدکار دونوں تمہارے نزدیک برابر نہ ہوں اس لئے کہ ایسا کرنا نیکوں کا اچھے کام سے روگرداں اور بدکاروں کو برے کام کا خوگر بنادیتا ہے۔ اسی لئے ہر شخص کو اسی (چیز) کا مستحق قرار دو جس کو اس نے اپنے نفس کے لئے لازم کرلیا ہے۔

حسن ظن کیونکر پیدا ہوسکتا ہے؟

یہ جان لو کہ اس سے زیادہ کوئی شے حاکم کے دل میں رعیت کی طرف سے حسن ظن پیدا کرنے والی نہیں ہے کہ وہ ان کے ساتھ احسان کرے اور ان کے بار کو ہلکا کرتا رہے، اور ایسے امور پر ان کو مجبور کرنا چھوڑ دے جو ان کے بس کے نہیں ہیں۔ پس تم سے وہی بات ظاہر ہو جو تمہارے دل میں رعیت کی طرف سے حسن ظن پیدا کرسکے۔ یہ حسن ظن تمہارے بہت سے تعب کو دور کردے گا اور درحقیقت وہی شخص تمہارے حسن ظن کا زیادہ حق دار ہے جس کے ساتھ تم نے نیک سلوک کیا ہے اور سوءِ ظن کا حقدار وہ ہے جس کے ساتھ تم نے برا سلوک کیا ہے۔

قدامت پسندی اور تجدد

اور تم اس اچھی سنت (طریقہ وقاعدہ) کو نہ توڑو جس پر اس امت کے اگلے لوگ عمل کرتے رہے ہیں، جس سے امت کے درمیان رشتہ محبت قائم ہے اور جس پر رعی کی صلح وصفائی کا دارومدار ہے، اور کوئی نیا طریقہ ایسا نہ ایجاد کرو جو (ان اچھی) سنن قدیمہ میں سے کسی کو نقصان پہنچائے کیونکہ اجر تو اس کو ملے گا جس نے یہ سنت جاری کی تھی اور اس کے توڑ دینے کا سارا وبال تمہاری گردن پر ہوگا۔

اور ان امور کے ثابت وقائم رکھنے کے لئے جن کی وجہ سے تم سے پہلے (اس ملک کے) شہروں کے معاملات رو بہ اصلاح رہے اور وہاں رہنے والے لوگوں کی خوشحالی قائم رہی۔ علماء وحکماء سے بکثرت مشورے کرتے رہا کرو۔

اپنی فوجوں پر اس شخص کو افسر مقرر کرو جو سب سے زیادہ صاف باطن ہو اور بلحاظ علم وعقل سب سے افضل ہو، اس کو دیر میں غصہ آتا ہو، اور عذر قبول کر لیتا ہو، ضعیفوں پر مہربان اور قوی لوگوں پر سخت ہو قساوت کی وجہ سے تند مزاج اور کمزوری کی وجہ سے عاجز نہ ہو جاتا ہو۔

ان لوگوں کے امور کو ایسی دیکھ بھال کرتے رہو جیسے والدین اپنی اولاد کی (نگہداشت) کرتے ہیں اور تم اپنے دل میں کسی ایسی چیز کو جس کے ذریعہ سے تم نے ان کو قوت پہنچائی ہے بڑا نہ سمجھو (کہ وہ اس سے بڑے احسان کے اہل ہیں) اور کسی مہربانی کو جو تم نے ان کے ساتھ کی ہو حقیر نہ سمجھو اگرچہ (واقعی) وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو کیونکہ وہ بھی ان کے دل میں تمہاری طرف سے خلوص وحسن ظن پیدا کرنے کا باعث

ہوتی ہے۔

اوران کے چھوٹے چھوٹے امور کی خبر گیری کرنا اس بھروسہ پر نہ چھوڑو کہ تم نے ان کے بڑے امور کی دیکھ بھال کرلی ہے۔ کیونکہ تمہاری تھوڑی مہربانی بھی برمحل ہوتی ہے کہ اس سے وہ متنفع ہوتے ہیں اور بڑی عنایت بھی باموقع ہوتی ہے جس سے وہ بے نیاز نہیں ہوسکتے اور فوج کے افسروں میں سے اسی کو تمہارے حضور میں ترجیح ہونی چاہئے جو (فوجیوں) کی غم خواری کرتا ہو۔ اور اپنے مال و دولت سے ان کو اتنا فیض پہنچاتا ہو کہ ان کے لئے اور ان کے اہل وعیال کے لئے جن کو وہ پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں کافی ہو سکے یہاں تک کہ ان کو ایک ہی فکر باقی رہ جائے یعنی دشمن سے جہاد، اور پس ان کے حال پر تمہاری یہ توجہ ان کے قلوب کو تمہاری طرف مائل کرے گی۔

اور والیان ریاست کے لئے بہترین خنکی چشم (اور مسرت قلب) کا باعث یہی ہو کہ شہروں میں عدل وانصاف قائم ہو اور رعیت کی محبت ومودت ظاہر ہونے لگے، اور جب تک ان کے دل سالم اور صاف نہ ہوں ان کی طرف سے محبت ظاہر نہیں ہوتی۔ اور ان کا اخلاص اس وقت تک درست (وقابل اعتبار نہیں) ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے والی کے تحفظ پر آمادہ نہ ہوں، اس کے عہد دولت کو گراں سمجھنا اور یہ خیال کرنا نہ چھوڑ دیں کہ اس کی مدت حکومت ختم ہونے میں بڑی دیر لگی پس تم ان کی امیدوں کو پورا کرنے میں وسعت سے کام لو اور برابر ان کی مدح وثنا کرتے رہو اور ان کے بہادروں نے جو بڑے بڑے کام انجام دیے ہوں ان کا ایک ایک کر کے شمار و اظہار کرتے رہو کیونکہ اچھے کاموں کا کثرت سے ذکر کرنا شجاع کو حرکت میں لائے گا اور پست ہمت کو جرأت دلائے گا۔ انشاء اللہ

پھر یہ واقفیت حاصل کرتے رہو کہ کس نے کون سا بڑا کام انجام دیا ہے۔ اور ایک کے کارنامے کو دوسرے کی طرف منسوب نہ کرو، اور اس کارنامے کی وجہ سے وہ جس انعام واکرام کا مستحق ہو اس میں کمی نہ کرو (اور دیکھنا ایسا نہ ہو کہ) کسی آدمی کی وجاہت و شرافت تم کو اس طرف مائل کر دے کہ تم اس کے چھوٹے کاموں کو بڑا سمجھنے لگو اور کسی کی کم چشتی اس بات کی ترغیب لائے کہ تم اس کے بڑے کاموں کو بھی حقیر جاننے لگو۔

محکمہ قضا (عدالت)

لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے ایسے شخص کو منتخب کرو جو تمہارے خیال میں تمہاری ساری رعیت میں افضل ہو، معاملات کی پیچیدگی اس کو تنگی میں نہ ڈالتی ہو، جھگڑا کرنے والوں کی (ردوقدح) اس کو غضبناک نہ کرتی ہو اور وہ عطا پر (اس کے ظاہر ہونے کے بعد) قائم نہ رہتا ہو اور حق پر مطلع ہو جانے کے بعد اس کی طرف بازگشت کر لینے سے تنگ نہ ہوتا ہو اور اپنے نفس کو طمع (کے غار) میں نہ گرا دیتا ہو اور معاملات میں انتہائے فہم سے کام لینے کے بجائے (سرسری نظر اور) معمولی فہم پر اکتفا نہ کرتا ہو۔ مواقع شبہات میں جہاں کوئی نص صریح نہ مل سکے اٹکل پچو حکم صادر کرنے والا نہ ہو (بلکہ) سب سے زیادہ توقف و تائل کرنے والا ہو اور اپنے (فیصلوں میں) دلائل (شرعیہ) و براہین (قطعیہ) سے تمسک کرنے والا ہو مقدمہ پڑنے والے کی جوابدہی سے بہت کم تنگ دل اور حقائق امور کو منکشف کر لینے کی (زحمت) پر صبر کرنے والا اور حکم صحیح ظاہر ہو جانے کے بعد (نزاع و خصومت) کو قطع کرنے والا ہو۔

وہ ان لوگوں میں سے ہو جو دوسروں کی مدح وثنا (اور خوشامد) کرنے سے پھول نہ جاتے ہوں اور کسی کے ابھارنے سے (ناحق کرنے پر) مائل نہ ہوتے ہوں (دنیا میں) ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں پھر تم (اس کی طرف سے غافل نہ رہو بلکہ) اس کے فیصلوں کی اکثر دیکھ بھال کرتے رہو۔ اور اس کے ساتھ بذل وعطا میں اتنی وسعت دو کہ اس کی ضرورتیں پوری ہو جائیں اور اس کو لوگوں کی احتیاج باقی نہ رہے (اور طبیعت رشوت ستانی پر مائل نہ ہو) اپنے نزدیک اس کو وہ قرب ومنزلت عطا کرو جس کی تمہارے خواص میں سے کوئی دوسرا طمع نہ کرسکتا ہو۔ تاکہ وہ تمہارے ہاں لوگوں کی بدگوئی سے محفوظ رہے اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ اس پر خوب غور وفکر ہو کیونکہ یہ دین پہلے اشرار کے ہاتھوں میں گرفتار تھا۔ ہوائے نفس کے حکم کے مطابق اس پر ہاتھ صاف کیا جاتا تھا۔ اور اس کو مطلب ودنیا کا وسیلہ بنایا جاتا تھا۔

عمال سلطنت

اب اپنے عاملوں کے امور پر غور کرو (دیکھنا) ان کا تقرر جانچنے پرکھنے کے بعد کرنا، (ایسا نہ ہو کہ) اپنے استبداد اور خودداری سے محض بطور پرورش وامانت کسی کو حکم مقرر کرو (کیونکہ کسی خصوصیت کی بنا پر یا بطور پرورش اپنی رائے سے حاکم مقرر کر دینا) طرح طرح کی خیانت اور ظلم وجور کو جمع کر دیتا ہے۔ تم ان کو پورا پورا رزق عطا کرو کیونکہ اس کی بدولت انہیں اپنے نفس کے لئے طلب اصلاح کی قوت اور اپنے قبضہ میں رہنے والے اموال پر تصرف کرنے سے استغنا ہو جائے گا۔ اور (اس کے باوجود) اگر وہ تمہارے حکم کی مخالفت کریں اور تمہاری امانت میں خیانت کریں تو تم کو ان پر

ایک حجت ہاتھ آ جائے گی، اور یہ نہ ہو کہ تم ان کا تقرر کر کے بالکل غافل ہو جاؤ) بلکہ ان کے کاموں کے متعلق تحقیق و تفتیش بھی کرتے رہو۔ اور ایسے (جاسوس اور) نگراں ان پر مقرر کر دو جو صاحب صدق ان کے امور کی جانچ کے لئے خفیہ پولیس کا مقرر کر دینا ان کو امانت داری اور رعیت کے ساتھ رفق و مدارا کرنے پر آمادہ کرتا رہے گا۔

صیغہ مال گزاری

پھر معاملات خراج کی چھان بین اس طریقہ سے کرو اہل خراج کی بہبودی کا باعث ہو سکے۔ کیونکہ خراج اور اہل خراج ہی کی بہبودی کے ساتھ دوسروں کی بہبودی وابستہ ہے اور انہیں کے ذریعہ سے دوسروں کی حالت درست ہو سکتی ہے۔ کیونکہ کل آدمیوں کی معیشت اور گزر بسر کا دارومدار خراج اور اہل خراج پر ہے۔ اور (دیکھنا) خراج کی وصولی سے زمین کی آبادی یعنی کاشت وغیرہ ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ خراج بغیر آبادی کے نہیں حاصل ہو سکتا۔ اور جس نے زمین کو آباد کئے بغیر خراج طلب کیا اس نے ملک کو خراب اور بندگان خدا کو برباد کیا اور اس کی حکومت چند دن سے زیادہ نہ چل سکے گی اگر (کاشتکار) مقدار خراج کے بھاری ہونے یا کسی آفت ناگہانی اور زراعتی بیماری (ٹڈی دل کا گزرنا، کیڑا لگ جانا وغیرہ) یا آبپاشی کے بند ہو جانے، بارش نہ ہونے، زمین کے غرقاب رہنے یا بخوبی سیراب نہ ہو سکنے سے بوئے بیج کے خراب ہو جانے کی شکایت کریں تو (ان کے خراج) سے اتنی مقدار جس سے ان کی اصلاح حال کی توقع ہو کم کر دو۔ یہ تخفیف تم پر گراں نہ گزرے کیونکہ یہ ایک ذخیرہ (Investment) ہے جس کو وہ تمہارے ملک کی آبادی اور ولایت کی زیب

وزینت کی شکل میں تم کو واپس کردیں گے، اس کے ساتھ ہی ساتھ تم کو ان کی مدح وثنا بھی حاصل ہوگی اور ان میں عدل وانصاف جاری کرنے سے تم کو مسرت وشادمانی بھی نصیب ہوگی، ان کو راحت پہنچا کر جو کچھ تم نے ان کے پاس ذخیرہ (Invest) کیا ہے۔ وہ خوشحالی اور فراوانی کے (زمانہ میں) ان کی بچی ہوئی روزی سے وصول کرکے (عندالضرورت) سہارا بنا سکو گے۔ ان کے ساتھ نرمی کرکے اور ان کو اپنے عدل وانصاف کا عادی بنا کر ان کا اعتماد بھی حاصل کرلو گے اس کے بعد اگر ناگہانی امور پیش آئیں گے۔ اور تم ان سے مدد طلب کرو گے تو وہ بخوشی اس کا بار اٹھا سکیں گے، کیونکہ (ملک کی آباد) وخوشحالی ہر بار اٹھا سکتی ہے اور زمین والوں کا افلاس ہی زمین کی تباہی کا باعث ہوتا ہے اور افلاس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ حکام کے نفوس (مال ودولت جمع) کرنے پر مائل ہوجاتے ہیں۔ ان کو اپنے عہدوں پر باقی رہنے کا اطمینان نہیں رہتا اور (زمانے کے) عبرتناک (واقعات) سے بہت کم نفع حاصل کرتے ہیں

سیکریٹری ایٹ

پھر تم اپنے کاتبوں (دبیروں، سیکریٹریوں) کے حالات پر نظر کرو، ان میں سے بہتر شخص کو اپنے (خاص) امور پر معین کرو، کیونکہ جو اپنے نفس کی قدر وقیمت سے ناواقف ہے۔ وہ دوسرے کی قدر سے کیا واقف ہوگیا (تم کو چاہیئے کہ) محض اپنی عقل وفراست، اعتماد اور حسن ظن کی بنا پر ان کا انتخاب نہ کرو، کیونکہ بسا اوقات لوگ محض تصنع اور حسن خدمت (چاپلوسی) ہی کو حکام کی نظر فراست میں تعارف وروشناسی کا ذریعہ بناتے ہیں۔ حالانکہ باطن میں اخلاص ودیانت کا پتہ بھی نہیں ہوتا، پس ان کا انتخاب

ان خدمات کی بنا پر کرو جو انہوں نے تم سے پہلے گزرے ہوئے صالح (حکام) کے لئے انجام دی ہیں، اس شخص کو (مقرر) کرنے کا قصد کرو جو عامۃ الناس میں سب سے زیادہ با اثر اور امانت داری میں مشہور ہو، پس جب تمہارے کاتبوں میں نقص ہوگا اور تم اس سے تغافل کرو گے تو اس کا الزام تمہارے ذمہ عائد ہوگا۔

تجار و صنّاع (تجارت)

پھر تم سوداگروں کی بابت عام اس سے کہ وہ مقیم ہوں یا مال لے کر شہروں میں پھرنے والے ہوں نیز اہل صنعت و حرفت کی بابت (جو اپنے ہاتھ پاؤں ہلا کر روزی کماتے ہیں) سفارش قبول کرو اور اپنے (عمال) کو ان کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرو، کیونکہ (تجار و صناع) یہی لوگ منافع کے مواد اور فوائد کے اسباب ہیں ان کو وہ دور دنست مقامات، بحر و بر، دشت و کوہ سے کھینچ کر لاتے ہیں، تم ان کے امور کی تفتیش و نگرانی اپنے سامنے اور اطراف بلاد میں کرتے رہو۔ مگر ان کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن نشین رکھو کہ ان میں سے اکثر لوگوں میں بلا کی تنگ دلی اور بخل کی قبیح خصلت بھی موجود ہوتی ہے نفع کمانے کے لئے احتکار کرتے ہیں اور بیچنے میں تحکم کرتے ہیں (یعنی کم تولتے ہیں اور دام زیادہ لیتے ہیں) یہ امر عامۃ الناس کے لئے نقصان رساں اور احکام کے لئے عیب ہے۔ پس تم ان کو احتکار سے باز رکھو کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے اور چاہیئے کہ خرید و فروخت سہل اور موازین عدل کے مطابق ہو اور ایسے نرخ پر ہو جو فریقین میں سے کسی کو خسارہ میں نہ رکھے۔ جو شخص تمہاری طرف سے ممانعت صادر ہونے کے بعد بھی احتکار کا مرتکب ہو

اس کی تعزیر اور سزا دو، مگر دیکھنا اس میں ظلم و زیادتی نہ ہو۔

سماج کا سب سے پست طبقہ

پھر خدا سے اس طبقہ ادنی کی بابت ڈرو جو بیچارہ لوگوں، مسکینوں، فقیروں، بیماروں اور اپاہجوں پر مشتمل ہے۔ ان کے لئے اللہ کا وہ حق محفوظ رکھو۔ جس کی حفاظت کا اس نے تم کو حکم دیا ہے (ان کی امداد دو مدوں سے کرو) ایک تو اپنے بیت المال سے اور ایک ہر خطہ کی ان زمینوں کے غلوں سے جو غنیمت حاصل ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان میں دور رہنے والوں کا بھی ویسا ہی حق ہے، جیسا قریب رہنے والوں کا، اور تم ہر ایک کے حق کے نگران و محافظ بنائے گئے ہو، پس (نعمت و دولت کا) غرور تم کو غافل نہ کرے کیونکہ صرف اس وجہ سے کہ تم اہم امور کو محکم طور پر سرانجام دے چکے ہو قلیل و حقیر امور کو ضائع کر دینے پر معذور نہیں سمجھے جا سکتے۔ پس تم ان کی جانب سے اپنی توجہ کو نہ ہٹاؤ اور اپنا چہرہ ان کی طرف سے نہ موڑو اور ان میں سے جو تم تک نہ پہنچ سکتے ہوں ان کے امور کا تجسس کرو۔

تمام رعیت میں یہ لوگ سب سے زیادہ انصاف کے محتاج ہیں۔ اور ان یتیموں اور سن رسیدہ لوگوں کی خبر گیری کرو جو نہ خود (اپنی معاش کے لئے) کوئی حیلہ رکھتے ہیں اور نہ دست سوال پھیلانے کے لئے دوسروں کے آگے کھڑے ہوتے ہیں

دربار عام

اور (اپنے اوقات کا) ایک حصہ اہل حاجت کے لئے مخصوص کر دو جس میں تم اپنی ذات کو (دوسرے کاموں سے) فارغ کر لو ایک مجلس عام میں آ بیٹھو اور اس

خدا کی خوشنودی کے لئے جس نے تم کو خلق کیا ہے، اس مجلس عام میں متواضع اور منکسر المزاج رہو، اپنی فوج، پولیس اور چوکیداروں کو اہل حاجت کے ساتھ عرض کرنے سے باز رکھو تاکہ بولنے والے بے خوف و دہشت تم سے کلام کرسکیں، میں نے بہت سے مواقع پر رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ وہ امت جس میں بے خوف وخطر قوی سے ضعیف کا حق نہیں لیا جاتا خدا کی تقدیس نہیں کرتی ان کی سخت کلامی وبدزبانی کو برداشت کرو اور تنگ دلی اور استکبار کو ان کی طرف سے دور کرو۔

تمہارے معاملات میں بعض ایسے بھی ہوں گے جن کو تمہیں بذات خود انجام دینا پڑے گا (مثلاً) عمال کے (ایسے مراسلوں کا) جواب دینا جس کے جواب سے تمہارے سکریٹری (ناواقفیت کی وجہ سے) عاجز ہوں یا عامۃ الناس کی دن کے دن حاجت روائی کردینا (کہ اکثر اس امر سے) تمہارا معین و مددگار عملہ تنگ ہو جاتا ہے۔ (اور اپنی اغراض کی بنا پر اس کو ٹال دینا چاہتا ہو ہر دن کے لئے مخصوص کام ہوتے ہیں، اس لئے ہر روز کا کام اسی روز تمام کر دیا کرو۔

گوشہ نشینی

ان تمام باتوں کے علاوہ یہ خیال رکھو کہ بہت طویل مدت تک رعیت سے چھپے نہ رہا کرو، کیونکہ والی کا رعیت سے مخفی رہنا (امور متعلقہ میں) تنگی اور قلت اطلاع کا باعث ہوتا ہے، ان سے حجاب میں رہنا باہر کی باتوں کے علم کو قطع کر دیتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بڑی باتیں چھوٹی اور چھوٹی باتیں بڑی ہو جاتی ہیں، اچھے کام برے اور بری باتیں اچھی معلوم ہونے لگتی ہیں۔ اور حق باطل سے مخلوط اور مشتبہ ہو

جاتا ہے آخر والی بھی بشر ہی ہے وہ ان امور کو نہیں جان سکتا جن کو لوگ اس کی نظروں سے چھپائے رہتے ہیں۔ اور حق (کی پیشانی) پر ایسی کھلی ہوئی کوئی علامت بھی نمودار نہیں ہوتی جس کی وجہ سے صدق کی اقسام کو کذب سے علیحدہ پہچان لیا جائے۔ ظاہر ہے کہ تم دو میں سے ایک ہی قسم کے آدمی ہو یا تو ایسے شخص ہو جس کا نفس حقوق عطا کرنے میں سخی ہے تو پھر چھپنے کی کیا وجہ ہے؟ آیا اس حق واجب کی وجہ سے جس کو تم عطا کر رہے ہو، یا اس اچھے عمل کی وجہ سے جس کی بخشش تم عام کئے ہوئے ہو؟ یا تم بخل کے مرض میں مبتلا ہو (اگر ایسا ہے) تو لوگ (دو چار ہی دن آئیں گے) پھر مایوس ہو کر جلدی ہی سوال سے باز آجائیں گے اور پھر لوگوں کی بہت سی حاجتیں ایسی بھی تو ہوتی ہیں جن کا تم پر کوئی بار نہیں پڑتا، جیسے کسی ظالم کی شکایت، یا کسی معاملہ میں انصاف چاہنا۔

اپنے خواص واقارب کو دوسروں پر مسلط ہونے کا موقع نہ دو

پھر (یہ واضح رہے) کہ والی کے بعض خاص لوگ اور اقارب ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو دوسرے کی ہانڈی اتار کر اپنی چڑہانے) لوگوں (کے اموال پر) دست درازی کرنے اور معاملات میں ناانصافی برتنے کی عادت ہوتی ہے، پس ان تمام (خرابیوں) کے اسباب کو دفع کر کے ان کے مادہ (شر) ہی کو ختم کر دو (یعنی ان کو وہ اختیارات ہی نہ دو جن کی بدولت وہ یہ زیادتیاں کر سکیں) اپنے حاشیہ نشینوں اور حامیوں کے لئے کوئی جاگیر نہ مقرر کرو اور ان کو اپنی طرف سے کسی ایسی جائیداد کی طمع نہ دلاؤ جس سے آس پاس کے لوگوں کو آبپاشی یا کسی اور مشترک کام میں ضرر پہنچے

کا امکان ہو کہ وہ نقصان کا بار دوسروں کے سر ڈالیں گے، اس طرح خوش گوار فائدہ تو ان کو ہوگا اور دنیا و آخرت میں تم پر مفت میں اس کا الزام رہے گا۔

اور ہر اس شخص کے لئے جس پر واجب ہو حق کو لازم کرو عام اس سے کہ یہ شخص تم سے قریب ہو یا بعید، اور تم مستقل مزاج رہو، خواہ اس حق (کا اثر) تمہارے خواص و اقابر ہی پر کیوں نہ پڑے) عاقبت کی بہتری کا قصد کرو کہ اس وقت تو یہ امر تم پر گراں ہوگا مگر انجام اس کا بہتر ہوگا۔

رعایا کے سامنے صفائی پیش کرو

اور اگر رعیت کو تمہاری طرف کسی ظلم کا سوء ظن پیدا ہو جائے۔ تو تم اپنا عذر اس کے سامنے ظاہر کرو اور اس کے شبہات کو دور کر دو، اس عذر طلبی سے تمہارے نفس کی ریاضت ہوگی۔ اور رعیت پر مہربانی اور شفقت، اور تمہارا یہ مقصود بھی پورا ہو جائے گا کہ وہ (راہ) حق پر قائم ہو جائے۔

دعوت صلح

اور تم کسی ایسی (دعوت) صلح کو رد نہ کرو جو دشمن کی طرف سے پیش ہو اور خدا کی مرضی اور خوشنودی بھی اس میں ہو، اس لئے کہ صلح سے فوج کو آرام ملے گا۔ تم کو فکروں سے راحت ہوگی اور بلاد (ملک) کو امن نصیب ہوگا۔

اگر تم اپنے دشمن سے کچھ شرائط طے یا اس سے کوئی معاہدہ کرو تو وفا کر کے اس کا بار اپنی گردن سے اتارو اور جو ذمہ داری تم نے لی ہے اس کا امانت داری کے ساتھ لحاظ کرو اور جو کچھ تم نے عہد کر لیا ہے اس کی حفاظت کے لئے اپنے نفس کو سپر بناؤ

تم جو ذمہ لے لو اس کو نہ چھوڑو جو عہد کر لو اس میں خیانت نہ کرو دشمنی کو فریب نہ دو۔

عہد شکنی

اور تم کوئی ایسا معاہدہ نہ کرو جس میں تاویل کر کے توڑ دینے کی گنجائش ہو، اور اس (عہد نامہ) کی تائید و توثیق کے بعد (اس کے خلاف عمل درآمد کرنے کے لئے) کسی لفظی غلطی کی طرف مائل نہ ہو اور اس عہد کی وجہ سے اگر کسی امر میں کوئی تنگی پیش آئے تو وہ تم کو اس عہد کے ناحق فسخ کرنے پر مائل نہ کرے۔

فساد اور خوں ریزی

ناجائز خونریزی سے اپنی سلطنت کو قوت دینا نہ چاہو کیونکہ وہ ضعف و خلل پیدا کرتی ہے، بلکہ اس کو فنا اور (دوسرے کی طرف) منتقل کر دیتی ہے، اگر تم عمداً قتل کرو گے تو میرے اور خدا کے نزدیک کوئی عذر پیش نہ کر سکو گے۔

احسان نہ جتاؤ، وعدہ خلافی نہ کرو

اور تم رعیت پر احسان جتانے یا اپنے کاموں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے سے پرہیز کرو، اور خبردار ایسا نہ کرو کہ ان سے وعدہ کرو اور پھر خلاف وعدہ کر بیٹھو۔ کیونکہ احسان جتانا احسان کو ملیا میٹ کر دیتا ہے اور اپنے کاموں کو بڑھا چڑھا کر دکھانا سچائی کی روشنی زائل کرتا ہے اور وعدہ خلافی خدا اور عامۃ الناس دونوں کے نزدیک ملامت اور سرزنش کا مستحق بنا دیتی ہے۔

وقت پر کام کرو

خبردار جلد بازی کر کے کاموں کو ان کے وقت (و موقع) سے پہلے نہ کر ڈالو،

اور جب ان کے ہونے کا امکان اور موقع آ جائے تو ان کے کرنے میں تساہل نہ کرو، اور جب ان کی خرابی معلوم ہو جائے تو ان کے کرنے میں سستی کرو، ہر امر کو اس کے مقام پر رکھو اور ہر کام کو اس کے موقع پر انجام دو۔

تخصیص اور ضبط نفس

اور تم کسی ایسی چیز کو اپنے لئے مخصوص نہ کرو جس میں سب لوگوں کے حقوق برابر ہوں اور (لوگوں کے) ان مہتم بالشان امور میں تغافل کرنے سے پرہیز کرو جو نگاہوں کے سامنے عیاں ہو چکے ہیں، کیونکہ ان امور کا تمہارے غیر کے لئے تم سے مواخذہ کیا جائے گا اور تھوڑی سی دیر میں جملہ امور کے اوپر سے پردے ہٹ جائیں گے اور مظلوم کا انتقام تم سے لے لیا جائے گا۔ اپنے جوش تکبر، ہیجان غضب ہاتھوں کی سطوت اور زبان کی تیزی کو قابو میں رکھو اور ان سب کے (شر) سے اپنی ذات کا تحفظ کرو، بے اختیار صادر ہونی والے امور کی روک تھام کرو اور حملہ آوری میں تاخیر کرو یہاں تک کہ تمہارا غصہ ساکن ہو جائے اور تم ضبط پر قابو پا جاؤ۔

ماضی سے سبق لو

تمہارے لئے ضروری ہے کہ ان باتوں کو یاد رکھو جو تم سے پہلے لوگوں پر گزریں خواہ وہ حکومت عادلہ سے متعلق ہوں یا کسی طریقہ فاضلہ سے، احادیث رسول ﷺ ہوں یا کتاب اللہ میں بیان کیا ہوا فریضہ اور اس کی اسی طرح پیروی کرو جیسے تم نے ہم کو کرتے دیکھا ہے۔ اس عہد نامہ میں کچھ احکام میں نے تمہارے ذمہ عائد کئے ہیں ان کی اور اپنے نفس کی (برأت) کے لئے جو حجتیں میں نے تم پر مسلط

ومستحکم کر دی ہیں، ان کی پیروی کرنے میں جدوجہد کرنا، تاکہ جب تمہارا نفس ہوا وہوس کی طرف سبقت کرے تو تمہارے لئے کوئی عذر باقی نہ رہ جائے اور میں اللہ سے اس کی رحمت کی وسعت اور ہر مرغوب چیز عطا کرنے پر اس کی عظیم قدرت کا واسطہ دے کر اس امر کا سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تم کو اپنے نزدیک اور اپنی مخلوق کے نزدیک اس عذر پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جس میں اس کی رضا ہو، ساتھ ہی ساتھ اس کے بندوں (کی زبان پر بھی) ہماری مدح وثنا رہے اور قطار زمین پر ہمارا نقش قائم ہو۔ (ندائے عدالت انسانی صفحہ ۱۸۷)

☆☆☆

خلافت راشدہ

امام ابو یوسفؒ خلیفہ کو بنی امیہ و بنی عباس کی قیصری و کسروی روایات سے ہٹا کر ہر پہلو سے خلافت راشدہ کی روایات کے اتباع کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اگر چہ کہیں یہ نہیں کہا ہے کہ وہ اپنے پیش رووں کی روایات چھوڑ دے، لیکن کسی جگہ انہوں نے بھولے سے بھی بنی امیہ تو درکنار خود ہارون الرشید کے باپ دادا کے طرزِ عمل اور فیصلوں کو بھی نظیر کی حیثیت سے پیش نہیں کیا ہے۔ ہر معاملہ میں وہ یا تو قرآن وسنت سے استدلال کرتے ہیں، یا پھر نظائر لاتے ہیں تو ابو بکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ و علیؓ کے دورِ حکومت سے، اور بعد کے خلفاء میں سے اگر کسی کے اعمال کو انہوں نے نظیر بنایا ہے تو وہ المنصور یا المہدی نہیں بلکہ بنی امیہ کے خلایفہ عمرؒ بن عبدالعزیز ہیں۔ اس کے صاف معنی یہ تھے کہ سلطنتِ عباسیہ کا یہ آئینِ سلطنت مرتب کرتے وقت انہوں نے (عمر بن عبدالعزیز کے ڈھائی سال کو مستثنیٰ کر کے) حضرت علیؓ کی وفات سے لے کر ہارون الرشید کے زمانہ تک تقریباً ۱۳۲ سال کی حکومت کے پورے رواج وتعامل کو نظر انداز کر دیا۔ یہ کام اگر کسی حق گو فقیہ نے محض وعظ ونصیحت کے طور پر بالکل غیر سرکاری حیثیت میں کیا ہوتا تو اس کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی، لیکن یہ دیکھتے ہوئے اس کی بہت بڑی اہمیت ہو جاتی ہے کہ اسے ایک چیف جسٹس اور وزیر قانون نے اپنی پوری سرکاری حیثیت میں خلیفۂ وقت کی سپرد کردہ ایک خدمت انجام دیتے ہوئے کیا تھا۔

۱۔ حکومت کا تصور

امام ابو یوسف خلیفہ کے سامنے حکومت کا جو تصور پیش کرتے ہیں وہ ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے:

"اَے امیر المومنین، اللہ تعالیٰ نے، جو حمد و ثنا کا ایک ہی مستحق ہے، آپ پر ایک بڑے بھاری کام کا بار ڈالا ہے۔ اِس کا ثواب سب سے بڑا اور اِس کی سزا سب سے زیادہ سخت ہے۔ اُس نے اس امت کی سربراہی آپ کے سپرد کی ہے اور آپ شب و روز ایک خلق کثیر کے لئے تعمیر کرتے ہیں۔ اس نے آپ کو ان کا راعی بنایا ہے، ان کی امامت آپ کے حوالے کی ہے، ان کے ذریعہ آپ کو آزمائش میں ڈالا ہے، اور ان کے معاملات چلانے کی ذمہ داری آپ کو سونپ دی ہے۔ جو تعمیر خوفِ خدا کے سوا کسی اور چیز پر کی جائے وہ کچھ دیر نہیں ٹھیرتی کہ اللہ اسے جڑ سے اکھاڑ کر اُسی پر گرا دیتا ہے جو اس کا بنانے والا اور اس تعمیر میں اس کی مدد کرنے والا ہو...... راعیوں کو اپنے رب کے سامنے اُسی طرح حساب دینا ہے جس طرح دنیا میں کوئی چرواہا گلّے کے مالک کو حساب دیتا ہے...... ٹیڑھی راہ نہ چلیے کہ آپ کا گلّہ ٹیڑھا چلنے لگے...... تمام لوگوں کو خدا کے قانون میں یکساں رکھیے خواہ آپ سے قریب ہوں، یا دور...... کل خدا کے حضور آپ اس طرح نہ حاضر ہوں کہ آپ زیادتیاں کرنے والوں میں سے ہوں، کیونکہ یوم الدین کا حاکم لوگوں کے فیصلے ان کے اعمال کی بنا پر کرے گا نہ کہ مرتبوں کی بنا پر...... اِس سے ڈریئے کہ آپ اپنے گلّے کو ضائع کریں اور گلّے کا مالک اس کا پورا پورا بدلہ آپ سے لے۔" (الخراج ص ۳۔۴۔۵)

اس کے بعد وہ پوری کتاب میں جگہ جگہ ہارون الرشید کو یہ احساس دلاتے ہیں کہ وہ ملک کا مالک نہیں بلکہ اصل مالک کا خلیفہ ہے، اگر وہ امام عادل بنے تو بہترین انجام دیکھے گا اور امام ظالم بن کر رہے تو بدترین عذاب سے دوچار ہوگا۔ ایک جگہ وہ اسے حضرت عمرؓ کا یہ قول سناتے ہیں کہ "کوئی حق والا بھی دنیا میں اس مرتبے کو نہیں پہنچا ہے کہ خدا کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے۔" (ایضاص ۱۱۷)

۲۔ روحِ جمہوریت

وہ صرف خدا ہی کے سامنے نہیں بلکہ خلق کے سامنے بھی خلیفہ کے جواب دہ ہونے کا تصور پیش کرتے ہیں اور اس کے لئے مختلف مقامات پر انہوں نے احادیث اور اقوالِ صحابہ نقل کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے فرمانروا اور احکام کے سامنے آزادانہ تنقید کا حق حاصل ہے اور اس آزادئ تنقید ہی میں قوم اور حکومت کی خیر ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مسلمانوں کا حق بھی ہے اور فرض بھی، اور اس کا دروازہ بند ہو جانے کے معنی یہ ہیں کہ قوم آخرکار عذاب عام میں مبتلا ہو جائے۔

فرمانروا میں اتنا تحمل ہونا چاہئے کہ وہ حق بات سنے۔ اُس کے تُند خو اور بے برداشت ہونے سے بڑھ کر ضرر رساں کوئی چیز نہیں۔

مسلمانوں کو حق ہے کہ رعیّت کے جو حقوق فرمانروا پر ازروئے شرع عائد ہوتے ہیں اور عوام کے مال کی جو امانتیں اس کے سپرد ہیں، ان پر اس سے محاسبہ کریں۔

۳۔ خلیفہ کے فرائض

انہوں نے خاص طور پر خلیفہ کے جو فرائض بیان کیے ہیں وہ یہ ہیں:

حدود اللہ کو قائم کرنا۔

حق داروں کے حقوق ٹھیک ٹھیک تحقیق کر کے ان کو دلوانا۔

صالح حکمرانوں کے دستور العمل کو (جسے ماضی کی ظالم حکومتوں نے ترک کر دیا تھا) زندہ کرنا۔

ظلم کو روکنا اور عوام کی شکایات کو تحقیق کے بعد رفع کرنا۔

اللہ کے احکام کے مطابق لوگوں کو طاعت کا حکم دینا اور معصیت سے روکنا

خدا کے قانون کو اپنے اور غیر سب پر یکساں نافذ کرنا اور اس معاملے میں اس بات کی پروانہ کرنا کہ اس کی زد کس پر پڑتی ہے۔

جائز طور پر لوگوں سے محاصل لینا اور جائز راستوں میں انہیں خرچ کرنا۔

۴۔ مسلم شہریوں کے فرائض

دوسری طرف وہ اپنے حکمرانوں کے معاملے میں مسلمانوں کے جو فرائض بتاتے ہیں وہ یہ ہیں:

ان کی اطاعت کریں، نافرمانی نہ کریں۔

ان کے خلاف ہتھیار نہ اُٹھائیں۔

ان کو بُرا بھلا نہ کہیں۔

ان کی سختیوں پر صبر کریں۔

ان کو دھوکا نہ دیں۔

ان کے ساتھ سچے دل سے خیر خواہی برتیں۔

ان کو بُرائیوں سے روکنے کی کوشش کریں۔

اور صحیح کاموں میں ان کی مدد کریں۔

۵۔ بیتُ المال

بیت المال کو وہ بادشاہ کی ملکیت کے بجائے خدا اور خلق کی امانت قرار دیتے ہیں اور خلیفہ کو متعدد مواقع پر حضرت عمرؓ کے وہ اقوال سناتے ہیں جن میں انہوں نے کہا ہے کہ حکومت کے خزانے کی حیثیت خلیفہ کے لئے ایسی ہے جیسے ولی یتیم کے لئے یتیم کے مال کی حیثیت ہوتی ہے۔ اگر وہ غنی ہو تو اسے قرآن کی ہدایت کے مطابق مالِ یتیم میں سے کچھ نہ لینا چاہئے اور فی سبیل اللہ اس کی جائیداد کا انتظام کرنا چاہئے۔ اور اگر وہ حاجت مند ہو تو معروف طریقہ سے اُتنا حق الخدمت لینا چاہئے جسے ہر شخص جائز تسلیم کرے۔

وہ حضرت عمرؓ کے اِس طرزِ عمل کو بھی خلیفہ کے سامنے نمونے کے طور پر رکھتے ہیں کہ وہ بیت المال سے خرچ کرنے میں اُس سے بھی زیادہ جزرسی برتتے تھے جتنی کوئی شخص اپنے مال سے خرچ کرنے میں برتتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کوفہ کے قاضی، امیر اور افسر مالگزاری مقرر کرتے ہوئے تینوں کے خاندان کی خوراک کے لئے روزانہ ایک بکری دینے کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ”جس زمین سے روز ایک بکری افسروں کے لئے لی جائے وہ تو جلدی برباد

ہو جائے گی۔"

وہ خلیفہ سے یہ بھی کہتے ہیں کہ اپنے حکام کو سرکاری مال ذاتی استعمال میں لینے سے روک دے۔

۶۔ضربِ محاصل کے اُصول

ٹیکس عائد کرنے کے بارے میں جو اصول وہ بیان کرتے ہیں وہ یہ ہیں:

لوگوں کے صرف زائد از ضرورت اموال پر ٹیکس عائد کیا جائے۔

ان کی رضامندی سے ان پر بار ڈالا جائے۔

کسی پر اس کی قوتِ برداشت سے زیادہ بار نہ ڈالا جائے۔

مال داروں سے لیا جائے اور غریب طبقوں پر خرچ کیا جائے۔

محاصل کی تشخیص اور ان کی شرح کی تعیین میں اس بات کا پورا خیال رکھا جائے کہ مومت لوگوں کا خون نہ چوس لے۔

تحصیل میں ظالمانہ طریقوں سے کام نہ لیا جائے۔

از روئے قانون مقرر کئے ہوئے محاصل کے سوا کسی قسم کے ناجائز ٹیکس نہ حکومت لے اور نہ مالکانِ زمین یا اپنے عاملوں کو لینے دے۔

جو ذمّی مسلمان ہو جائیں ان سے جزیہ نہ لیا جائے۔

اس سلسلے میں وہ خلفائے راشدین کے طرزِ عمل کو بطور نمونہ و نظیر پیش کرتے ہیں۔ مثلاً حضرت علیؓ کا یہ واقعہ کہ انہوں نے اپنے عامل کو عوام کے سامنے ہدایات دیتے ہوئے تو یہ کہا کہ ان سے پورا پورا اخراج وصول کرنا اور ذرا رعایت نہ کرنا، مگر

علیحدگی میں بلا کر اسے سخت ہدایت کی کہ خبردار، کسی کو مار پیٹ کر یا دھوپ میں کھڑا کر کے خراج وصول نہ کرنا اور نہ ایسی سختی کرنا کہ وہ سرکاری واجبات ادا کرنے کے لئے اپنے کپڑے یا برتن یا جانور بیچ ڈالنے پر مجبور ہو۔ اور حضرت عمرؓ کا یہ طریقہ کہ وہ اپنے افسرانِ بندوبست پر جرح کر کے یہ اطمینان کر لیتے تھے کہ کاشت کاروں پر مالگزاری تشخیص کرنے میں ان کی کمر توڑ دینے سے اجتناب کیا گیا ہے، اور جب کسی علاقے کے محاصل آتے تھے تو عوام کے نمائندوں کو بُلا کر گواہیاں لی جاتی تھیں کہ کسی مسلمان یا ذمّی مزارع پر ظلم ڈھا کر تحصیل نہیں کی گئی ہے۔

۷۔ غیر مسلم رعایا کے حقوق

اسلامی ریاست کی غیر مسلم رعایا کے بارے میں امام ابو یوسفؒ حضرت عمرؓ کے حوالہ سے تین اصول بار بار اس کتاب میں نقل کرتے ہیں:

(۱) جو عہد بھی ان سے کیا گیا ہو اسے پورا کیا جائے۔

(۲) مملکت کے دفاع کی ذمہ داری ان پر نہیں بلکہ مسلمانوں پر ہے اور

(۳) اُن کی طاقت سے زیادہ ان پر جزیہ اور مالگزاری کا بوجھ نہ ڈالا جائے۔

پھر وہ بتاتے ہیں کہ مسکین، اندھے، بوڑھے، راہب، عبادت گاہوں کے کارکن، عورتیں اور بچے جزیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ ذمّیوں کے اموال اور مواشی پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ ذمّیوں سے جزیہ وصول کرنے میں مار پیٹ اور جسمانی ایذا سے کام لینا جائز نہیں۔ عدم ادائیگی کی پاداش میں زیادہ سے زیادہ صرف قید کیا جا سکتا ہے۔ منفرد جزیہ

سے زائد کوئی چیز اُن سے وصول کرنا حرام ہے۔ اور معذور محتاج ذمّیوں کی پرورش حکومت کے خزانہ سے کی جانی چاہئے۔

وہ تاریخی واقعات پیش کر کے یہ بات ہارون الرشید کے ذہن نشین کرتے ہیں کہ ذمّیوں کے ساتھ فیاضانہ اور شریفانہ سلوک کرنا خود سلطنت کے لئے مفید ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اِسی برتاؤ کی وجہ سے شام کے عیسائی خود اپنے ہم مذہب رومیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کے وفادار و خیر خواہ ہو گئے تھے۔

۸۔ زمین کا بندوبست

زمین کے بندوبست کے سلسلہ میں امام ابو یوسفؒ زمینداری کی اُس قسم کو حرام قرار دیتے ہیں جس میں حکومت کاشتکاروں سے مالگزاری وصول کرنے کے لئے ایک شخص کو ان پر زمیندار بنا کر بٹھا دیتی ہے اور اسے عملاً یہ اختیار دے دیتی ہے کہ حکومت کا لگان ادا کرنے کے بعد باقی جو کچھ جس طرح چاہے کاشتکاروں سے وصول کرتا رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ رعیت پر سخت ظلم اور ملک کی بربادی کا موجب ہے اور حکومت کو یہ طریقہ کبھی اختیار نہ کرنا چاہئے۔

اسی طرح وہ اس طریقے کو بھی قطعی حرام قرار دیتے ہیں کہ حکومت کسی کی زمین لے کر کسی کو جاگیر میں دیدے۔ وہ کہتے ہیں کہ "امام اس کا مجاز نہیں ہے کہ کسی مسلمان یا ذمّی کے قبضے سے کوئی چیز نکال لے جب تک کہ ازروئے قانون اس پر کوئی ثابت یا معروف حق واجب نہ آتا ہو۔" من مانے طریقے پر لوگوں کی ملکیتیں چھین کر دوسروں کو عطا کرنا ان کے نزدیک ڈاکہ مار کر بخشش کرنے کا ہم معنی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ زمین کے عطیے صرف اُس صورت میں جائز ہیں جبکہ غیر آباد اور غیر مملوکہ زمینیں، یا لاوارث متروکہ اراضی، آبادکاری کی اغراض کے لئے، یا حقیقی اجتماعی خدمات کے صلے میں انعام کے طور پر، معقول حد کے اندر دی جائیں۔ اور اس طرح کا عطیہ بھی جس شخص کو دیا جائے وہ اگر تین سال تک اس کو آباد نہ کرے تو اس سے واپس لے لیا جانا چاہئے۔

۹۔ ظلم وستم کا انسداد

پھر وہاں ہارون الرشید سے کہتے ہیں کہ ظالم اور خائن لوگوں کو حکومت کی خدمات میں استعمال کرنا اور انہیں محکموں کا افسر یا علاقوں کا حاکم مقرر کرنا آپ کے لئے حرام ہے۔ اس صورت میں جو ظلم بھی وہ کریں گے اس کا وبال آپ کے اوپر پڑے گا۔

وہ بار بار کہتے ہیں کہ آپ صالح، متدیّن اور خداترس لوگوں کو اپنی حکومت کے کاموں میں استعمال کریں، جن لوگوں کو بھی سرکاری خدمات کے لئے چُنا جائے ان کی اہلیت کے ساتھ ان کے اخلاق کی طرف سے بھی اطمینان کرلیا جائے، اور پھر ان کے پیچھے قابلِ اعتماد مخبر لگا دیئے جائیں تا کہ اگر وہ بگڑیں اور ظلم وستم یا خیانت کرنے لگیں تو بروقت خلیفہ کو ان کے اعمال کا حال معلوم ہو جائے اور ان سے محاسبہ کیا جا سکے۔

وہ ہارون سے یہ بھی کہتے ہیں کہ خلیفہ کو خود براہِ راست عوام کی شکایت سننی چاہئیں۔ اگر وہ مہینے میں ایک دن بھی اجلاسِ عام کرے جس میں ہر مظلوم آ کر اپنی

شکایت پیش کر سکے اور حکومت کے افسر جان لیں کہ خلیفہ تک براہِ راست ان کے افعال کی اطلاعات پہنچ سکتی ہیں تو ظلم وستم کا سدِ باب ہو جائے۔

۱۰۔عدلیہ

عدلیہ کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ اس کا فریضہ انصاف اور بے لاگ انصاف ہے۔ جو سزا کا مستحق ہو اسے سزا نہ دینا، اور جو مستحق نہ ہو اسے سزا دینا دونوں یکساں حرام ہیں۔ شبہات میں سزا نہ دی جانی چاہیے۔ معاف کرنے میں غلطی کرنا سزا دینے میں غلطی کرنے سے بہتر ہے۔ انصاف کے معاملے میں ہر قسم کی مداخلت اور سفارش کا دروازہ بند ہونا چاہیے۔ اور کسی شخص کے مرتبے یا حیثیت کا قطعاً لحاظ نہ ہونا چاہیے۔

۱۱۔ شخصی آزادی کا تحفظ

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی شخص کو محض تہمت کی بنا پر قید نہیں کیا جا سکتا۔ لازم ہے کہ جس شخص کے خلاف کوئی الزام ہو اس پر باقاعدہ مقدمہ چلایا جائے۔ شہادتیں لی جائیں۔ اگر جرم ثابت ہو تو قید کیا جائے ورنہ چھوڑ دیا جائے۔ وہ خلیفہ کو مشورہ دیتے ہیں کہ تمام لوگ جو قید خانوں میں محبوس ہیں ان کے معاملے کی تحقیقات ہونی چاہیے۔ بلاثبوت وشہادت جو لوگ بھی قید ہوں انہیں رہا کر دینا چاہیے، اور آئندہ کے لئے تمام گورنروں کو احکام دینے چاہئیں کہ کسی شخص کو محض الزامات اور تہمتوں کی بنا پر مقدمہ چلائے بغیر قید نہ کیا جائے۔

وہ اس بات کو بھی پورے زور کے ساتھ کہتے ہیں کہ ملزموں کو محض تہمت کی بنا

پر مارنا پیٹنا خلاف قانون ہے۔ شرعاً ہر آدمی کی پیٹھ اس وقت تک محفوظ ہے جب تک عدالت سے وہ ضربِ تازیانہ کا مستحق نہ قرار پا جائے۔

۱۲۔ جیل کی اصلاحات

انہوں نے جیل کے بارے میں جو اصلاحات تجویز کی ہیں ان میں وہ کہتے ہیں کہ جس شخص کو قید کیا جائے اس کا یہ حق ہے کہ اسے حکومت کے خزانے سے روٹی کپڑا دیا جائے۔ وہ شدت کے ساتھ اُس طریقے کی مذمّت کرتے ہیں جو بنی اُمیہ و بنی عباس کی حکومتوں میں رائج ہو گیا تھا کہ قیدیوں کو روزانہ ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے ساتھ باہر لے جایا جاتا تھا اور وہ بھیک مانگ کر روٹی، کپڑا اپنے لئے لاتے تھے۔ وہ خلیفہ سے کہتے ہیں کہ یہ طریقہ بند ہونا چاہئے اور قیدیوں کو سرکار کی طرف سے گرمی جاڑے کا کپڑا اور پیٹ بھر کھانا ملنا چاہئے۔

اسی طرح وہ اس بات کی بھی سخت مذمت کرتے ہیں کہ لاوارث قیدی جب مر جاتا ہے تو اسے بلا غسل و کفن اور بلا نماز جنازہ گاڑ دیا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اہلِ اسلام کے لئے یہ بڑے شرم کی بات ہے۔ ایسے قیدیوں کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کا انتظام سرکار کی طرف سے ہونا چاہئے۔

انہوں نے یہ بھی سفارش کی ہے کہ جیل میں کسی قیدی کو، قتل کے مجرمین کے سوا، باندھ کر نہ رکھا جائے۔

ان کے کام کی اصل قدر و قیمت

یہ خلاصہ ہے اُن آئینی تجاویز کا جو امام ابو یوسفؒ نے اب سے ۱۲ سو برس

پہلے ایک مطلق العنان فرمانروا کے سامنے اس کے وزیر قانون اور قاضی القضاۃ کی حیثیت سے پیش کی تھیں۔ اگر اِن کو اسلامی ریاست کے بنیادی اصولوں اور خلافتِ راشدہ کے دستور العمل اور خود اُن کے استاد امام ابو حنیفہؒ کی تعلیمات کے مقابلہ میں دیکھا جائے تو یہ اُن سے بہت کم نظر آتی ہیں۔ اِن میں انتخابی خلافت کے تصور کا شائبہ تک نہیں ہے۔ ان میں شوریٰ کے ذریعہ سے حکومت کرنے کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔ یہ اِس تصور سے بھی خالی ہیں کہ امام ظالم کو حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے اور خلق اس کی مجاز ہے کہ اس کی حکومت کی جگہ بہتر حکومت لانے کی کوشش کرے۔ اسی طرح دوسری متعدد حیثیات سے بھی یہ تجاویز اصل اسلامی تصور کے مقابلے میں بہت ناقص ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے تصور ریاست کی وسعت بس اُتنی ہی ہے جتنی کتاب الخرج کی ان تجاویز میں پائی جاتی ہے اور وہ درحقیقت اُس سے زیادہ کچھ نہ چاہتے تھے جو انہوں نے اس کتاب میں بیان کر دیا ہے۔ بلکہ دراصل یہ وہ زیادہ سے زیادہ چیز تھی جس کی ایک عملی مفکّر کی حیثیت سے وہ سلطنت عباسیہ کے اُس دور میں توقع کر سکتے تھے۔ ان کے پیشِ نظر محض ایک ایسا خیالی نقشہ پیش کرنا نہ تھا جو تصور کی حد تک مکمل ہو مگر واقعی حالات میں اس کو جامۂ عمل پہنانے کے امکانات نہ ہوں۔ اس کے بجائے وہ ایک ایسی آئینی اسکیم مرتب کرنا چاہتے تھے جو اسلامی ریاست کے کم سے کم جوہرِ مطلوب کی حامل بھی ہو اور اس کے ساتھ اسے ان حالات میں روبعمل بھی لایا جا سکتا ہو۔

)

☆☆☆

منشور اقوام متحدہ اور حقوق انسانی

مولا علی علیہ السلام کا دستور اس سے بلند و بہتر نظر آتا ہے۔

ناظرین، حقوق انسانی کو جنہیں علی علیہ السلام نے بیان فرمایا اور لوگوں کو ان کی تعلیم دی۔ دوبارہ ان کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے لہذا اگر چاہیں تو ان کا ایک اجمالی جائزہ لے سکتے ہیں۔ اور ان کا خلاصہ پیش نظر رکھ کر ان کے مختلف پہلوؤں پر غور کر سکتے ہیں۔

ہم نے آپکے ان عہد ناموں، مکتوبوں، وصیتوں اور فرمانوں کو جو آپ نے اپنے ولاۃ و عمال کے نام صادر فرمائے اور حقوق عامہ و خاصہ کے بارے میں آپ کے خیالات و نظریات کو اچھی طرح سمجھ کے ہر ایک کو جداگانہ باب میں درج کیا ہے اور ہر ایک کی تشریح و تفصیل میں کافی کوشش کی ہے۔ چنانچہ ان کا مطالعہ کرنے والے کیلئے با آسانی ممکن ہے کہ پھر ان ابواب کی طرف رجوع کر کے بغیر کسی زحمت کے حقوق انسانی کے بارے میں علی علیہ السلام کے منشور سے پوری آگاہی حاصل کرے۔

ہم نے اس مقصد سے کہ ان حضرات کے عقائد و تصورات کو نمایاں کر سکیں اور بہتر و واضح تر طریقے سے معلوم کر سکیں کہ کس قوت قدسیہ کے ساتھ یہ ہدایتیں صادر ہوئی ہیں، مناسب سمجھا کہ اقوام متحدہ کے منشور اور حقوق انسانی کے اعلانیہ میں سے ان اہم اصولوں کا اس مقام پر ذکر کر دیں جن کا تمام قوموں کے نمائندوں نے اعتراف کیا ہے۔ اگر علی علیہ السلام کے دستور اور اس منشور کے درمیان کوئی فرق ہوگا

تو اس کو ناظرین خود سمجھ لیں گے۔ اور اس کا سبب معلوم کر لیں گے۔

مفہوم کے اعتبار سے امام علیہ السلام کے دستور اور حقوق انسانی کے بارے میں منشور اقوام متحدہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اور اگر کوئی فروعی اور ظاہری فرق نظر بھی آئے تو وہ اصطلاحات زمانہ میں تغیر واقع ہو جانے کی وجہ سے مجبوراً ہے نہ کہ بنیادی اور اصولی حیثیت سے۔

اس منشور میں کوئی باب ایسا نہیں ہے جس کی نظیر علی علیہ السلام کے دستور میں نہ پائی جاتی ہو، بلکہ حضرت علیؑ کے دستور میں اس سے بہتر اور بالاتر چیزیں موجود ہیں۔

دونوں دستوروں کے درمیان جو کچھ فرق ہے وہ میرے نزدیک چار بروجہوں سے ہے۔

اول: یہ کہ اقوام متحدہ کے منشور کو دنیا کے ہزاروں عقل مندوں نے مرتب کیا ہے جو اکثر ممالک بلکہ تمام ملکوں سے اکٹھا ہوئے تھے لیکن دستور علوی کو صرف ایک ذات نے نافذ کیا ہے اور وہ ہیں علی ابن ابی طالب علیہ السلام۔

دوسری یہ کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام اس سے چودہ سو برس قبل تشریف لائے تھے۔

تیسری یہ کہ اقوام متحدہ کے منشور کے وضع کرنے یا درحقیقت اس کا مواد اکٹھا کرنے والوں نے بے ہودہ لاف وگراف اور اس قدر خودستائی سے کام لیا کہ لوگ سنتے سنتے تھک گئے اور پھر ان کے کاندھوں پر اپنے ہزاروں احسانات کا بار گراں بھی لادا۔

لیکن علی علیہ السلام نے بارگاہ خداوند میں خشوع وخضوع اور لوگوں کے

سامنے فروتنی اختیار کی۔ نہ آپ نے اپنی برتری چاہی نہ بزرگی تلاش کی۔ آپ اللہ تعالیٰ اور انسانوں سے یہ خواہش رکھتے تھے کہ آپ کی کردہ اور ناکردہ باتوں کے مقابلے میں درگزر کریں۔

چوتھی وجہ جو ان تینوں سے اہم ہے یہ کہ اقوام متحدہ میں سے جنہوں نے حقوق انسانی کے منشور مرتب کرنے میں شرکت کی اس کو تسلیم کیا اکثر نے خود ہی اس کو توڑ دیا اور اس عہدنامے کو پارہ پارہ کرنے اور ان حقوق کو باطل کرنے کے لئے لڑائی کے میدانوں میں فوجیں اتار دیں۔ لیکن علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے جس مقام پر قدم رکھا، جس موقع پر بات کہی اور جس وقت تلوار بے نیام کی ہمیشہ جور واستبداد کا پردہ چاک کیا، ظلم وستم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور زمین کو ہموار کیا کہ تا کہ اس پر آسانی سے قدم بڑھائے جاسکیں، یہاں تک کہ انسانی حقوق کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے درجہ شہادت پر فائز ہوئے، باوجود اس کے آپ اپنی زندگی میں ہزاروں بار شہید ہو چکے تھے۔

اب ہم منشور اقوام متحدہ کی سب سے بڑے باب کو کتاب، ''تاریخ اعلان حقوق انسان'' سے جو ایک فرانسیسی اہل قلم بیر بابیہ کی تالیف ہے، جس کا محمد مندور نے عربی میں ترجمہ کیا ہے اور جس کو متحدہ عرب جمہوریہ نے شائع کیا ہے، نقل کرتے ہیں۔

(۱) افراد بشر ذاتی شرافت اور حقوق میں ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ سب قوت غور وفکر اور تشخیص خیر وشر کی صلاحیت کے ساتھ پیدا کئے گئے ہیں...... لہذا سب کو آپس میں بھائی چارے کا برتاؤ رکھنا چاہئے۔

(۲) ہر انسان کو تمام حقوق اور اس منشور میں درج کی ہوئی آزادیوں سے بہرہ

اندوز ہونا چاہئے، ان کے درمیان نسل ورنگ یا زبان، مذہب، سیاسی عقائد، وطن، اجتماعی اصول، دولت مندی، فقیری، نسب اور خاندان کے اختلاف کی وجہ سے کوئی فرق نہیں۔

(۳) یہ حقوق جو اس منشور میں ذکر کئے گئے ہیں۔ ان ممالک کے لوگوں کے لئے بھی مسلم ہیں جو دوسرے ممالک کے ماتحت ہیں اور ان ممالک میں بسنے والوں کے لئے بھی جن کی حکومتیں دوسری حکومتوں کے تابع ہیں۔ پس ان خطوں کے باشندے آزاد ملکوں میں رہنے والوں کے برابر ہیں۔

(۴) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وسیلہ معاش رکھتا ہو اور امن وامان کے ساتھ زندگی بسر کرے۔

(۵) غلامی انسان کے لئے جائز نہیں ہے۔ غلامی اور بردہ فروشی بہر صورت ممنوع ہے۔

(۶) افراد انسانی کی ایذا رسانی اور ان پر بے جا دباؤ جائز نہیں ہے۔ جو بات کسی کی آبروریزی اور ہتک حرمت کا باعث ہو وہ ممنوع ہے۔

(۷) ہر انسان حق رکھتا ہے کہ وہ جس ملک میں بھی ہو اس کی قانونی حیثیت تسلیم کی جائے۔

(۸) تمام انسان قانون کے سامنے برابر ہیں۔ ہر شخص حق رکھتا ہے کہ قانون کی حمایت کا سہارا لے۔ افراد بشر کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ ہر انسان کو حق ہے کہ ہر اس فرق و امتیاز کی مخالفت کرے۔ جو اس منشور کے برخلاف ہو۔

(۹) ہر شخص کو اس کا حق ہے کہ اس با قاعدہ عدالت میں اپنی شکایات پیش کرے جو حقوق اور مقررہ قوانین میں دست اندازی کا فیصلہ کرنے کے لئے قائم کی جاتی ہے۔

(۱۰) کسی شخص کو گرفتار قید اور شہر بدر نہیں کیا جا سکتا۔

(۱۱) یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی شخص حق کے برخلاف کسی دوسرے کی ذاتی، خاندانی یا گھریلو زندگی یا اس کی خط وکتابت میں مداخلت کرے۔ کوئی شخص کسی کی آبرو اور شرافت پر حملہ نہیں کر سکتا، اور ہر شخص حق رکھتا ہے کہ زیادتی اور مداخلت کے موقع پر قانونی محکموں سے چارہ جوئی کرے۔

(۱۲) ہر شخص حق رکھتا ہے کہ اپنے ملک میں آزادی سے سفر کرے اور جہاں چاہے سکونت اختیار کرے۔ اور ہر شخص جس شہر سے چاہے ہجرت کر سکتا ہے اور پھر وہاں واپس آ سکتا ہے۔

(۱۳) ہر انسان کو حق حاصل ہے کہ جب اس پر ظلم وتعدی ہو تو دوسرے ملک میں جا کر پناہ لے۔

(۱۴) ہر شخص ذاتی یا اشتراکی حیثیت سے مالکانہ حق رکھتا ہے اور کسی کو زور زبردستی کے ساتھ اس کی ملکیت سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

(۱۵) ہر شخص آزادی کے ساتھ سوچنے سمجھنے کا حق رکھتا ہے اور حکومتوں کو لوگوں کے مذہبی عقائد واعمال میں مدخلت کا حق نہیں ہے۔

(۱۶) ہر شخص آزاد رائے رکھنے اور اس کو ظاہر کرنے کا حق دار ہے اور ضمنی طور پر کوئی شخص اس کی رائے کی بنا پر اس کو تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔

(۱۷) ہر شخص حق رکھتا ہے کہ ملک کے محکمہ امور عامہ میں مداخلت کرے، خواہ اس طریقے سے کہ آزادی کے ساتھ اپنا نمائندہ منتخب کرے۔ ہر شخص عام مشاغل میں مساوی شرائط کے ساتھ حصہ لے سکتا ہے اور لوگوں کو خود ارادیت اقتدار حکومت کی

اصل و بنیاد ہے۔

(۱۸) ہر شخص مستحق ہے کہ ایک دوسرے کے بارے میں افراد جماعت کی فطری ذمہ داریوں سے فائدہ اٹھائے۔ ہر شخص کی مناسبت سے اقتصادی، اجتماعی، ترتیبی اور علمی حقوق جس حد تک اس کی پرورش کے لئے ضروری ہوں اس کے لئے مسلم ہیں، اور ساری قوم نیز حکومتوں کا تعاون ان حقوق کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے۔

(۱۹) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ جس کام کا چاہے انتخاب کرے اور اس کا کام کے لئے کافی اور مبنی بر انصاف شرائط کا مطالبہ کرے۔ نیز وہ حق دار ہے کہ بے کاری سے چھٹکارا دلانے میں اس کی مدد کی جائے۔ تمام اشخاص بلا امتیاز، اس کے مستحق ہیں کہ اپنی محنت کے عوض مناسب اجرت کا مطالبہ کریں۔ ہر کام کرنے والا اتنی مزدوری طلب کرنے کا حق رکھتا ہے جو اس کے اور اس کے گھر والوں کے لئے کافی ہو، اور جس سے انسانی شرافت کے لحاظ سے اپنی زندگی کی تعمیر کر سکے۔ اگر کسی وقت ایسی ضرورت پیش آ جائے کہ معمولی مزدوری اس کے لئے کفایت نہ کرے تو کسی اجتماعی وسیلے سے اس کی تلافی ہونی چاہئے۔

(۲۰) ہر فرد اس کا حق رکھتا ہے کہ خود وہ اس کا خاندان فلاح و بہبود اور سلامتی کے ساتھ زندگی بسر کرے، خصوصاً خوراک، لباس، مکان، صحت اور اجتماعی امور ہیں۔ نیز یہ کہ بے کاری ناتوانی، ضعیفی، بیوگی اور ہر اس حالت میں جب کام اور کسب معاش کے وسائل اور ناچاری کی بنا پر ہاتھ سے جاتے رہیں۔ اس کی حمایت کیجئے۔

(۲۱) ہر شخص کو حق ہے کہ علم حاصل کرے۔ تعلیم مفت اور ابتدائی تعلیم جبری ہونا چاہئے۔ تعلیم کی غرض انسانی شخصیت کی تربیت نیز حقوق اور سیاسی آزادی کا احترام

ہونا چاہئے۔ اور ضروری ہے کہ قوموں کے درمیان باہمی مفاہمت درگزر اور دوستی کی تقویت پہنچائے اور صلح و آشتی کے لئے اقوام متحدہ کی کوشش میں مدد دے۔

(۲۲) افراد ہیئت اجتماعی کے بارے میں کچھ ذمہ داریاں رکھتے ہیں جو ان کو پوری کرنا چاہئے۔ کیونکہ افراد کی شخصیت ہیئت اجتماعی میں پرورش پاتی ہے۔

(۲۳) افراد بشر کو اپنے حقوق کے مطالبے اور آزادی سے بہرہ اندوز ہونے سے کوئی مانع باز نہیں رکھتا، سوا ان چیزوں کے جو دوسروں کے حقوق کی حفاظت، ان کی آزادی اور ان کے احترام کے لئے قانون کی رو سے وضع ہوئی ہیں، یا محاسن اخلاق کے تحفظ، نظم حکومت اور آسائش عامہ کے لئے جمہوری قوم نے مقرر کی ہیں۔

ان حقوق اور آزادیوں کو کسی حالت میں اقوام متحدہ کے اغراض و مقاصد کے اندر مخل نہ ہونا چاہئے۔

(۲۴) اس منشور کے جملوں اور عبارتوں کی تشریح اس طریقے سے نہ ہونا چاہئے کہ اس سے کسی حکومت یا جماعت یا فرد کو کوئی ایسا عمل انجام دینے کا حق ملتا ہو، جس سے مندرجہ منشور بالا آزادیاں عملی طور پر لغو قرار پائیں۔

یہ وہ اہم ترین مطالب ہیں جو منشور اقوام متحدہ کے اندر انسان کے حقوق اور اس کی آزادی کے بارے میں درج ہیں۔ یہی حقوق ہیں جن کو متحدہ حکومتیں ان کی حمایت اور اجراء کی مدعی ہونے کے باوجود برابر توڑتی رہتی ہیں۔

ناظرین نے امام علیہ السلام کے دستور سے ان ہدایات کی مناسبت کا اندازہ کر لیا ہوگا۔ اور ان کی مشابہت کو سمجھ لیا ہوگا۔ علاوہ ان اصطلاحات کے جو مرور زمانہ کی وجہ سے بدل چکے ہیں، اور ان نظریات کے جو اس دور ترقی کی مناسبت سے رونما

ہوئے ہیں پھر بھی بنی نوع انسان کے جو عطوفت و مہربانی مولا علی علیہ السلام کے دستور میں نظر آتی ہے وہ اقوام متحدہ کے منشور میں ناپید ہے۔

ہم مولا علی علیہ السلام کے اخلاق اور فضائل نفسانی کو بیان کریں گے اور کوشش کریں گے کہ آپؑ نے اس رابطہ حیات کو جو زندہ موجودات کے درمیان قائم ہے۔ کیونکر پیش نظر رکھا اور اپنی گفتار و کردار کے اندر کس طرح سے اس کا لحاظ فرمایا۔

زندگی کے روابط

مولا علیؑ نے فرمایا:۔

تمہارے درمیان میری مثال ایسی ہے جیسے اندھیرے میں چراغ، تاکہ جو شخص اندھیرے میں آئے اس چراغ سے روشنی حاصل کرے۔

اگر کسی پیمانے میں کوئی چیز رکھی جائے تو اس کی گنجائش کم ہو جاتی ہے۔ سوا پیمانہ علم کے کہ اس میں جس قدر علم بھرا جائے اس کی وسعت بڑھتی جاتی ہے۔

خدا نے جاہل کو علم حاصل کرنے کا مکلف نہیں بنایا جب تک علماء پر تعلیم دینے کا فرض عائد نہیں کر دیا۔ اپنی اولاد کو اپنی عادت سیکھنے کا پابند نہ کرو۔ کیونکہ وہ دوسرے زمانے کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

دوسروں کے لئے بھی وہی چاہو جو اپنے لئے چاہتے ہو اور جو کچھ اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرو۔

جب تم اپنے بھائی پر عتاب کرنا چاہو تو اس کے ساتھ نیکی کرو اور اس پر انعام و اکرام کا دروازہ کھول دو۔ نیک اور پرہیزگار لوگوں کو گنہگاروں سے عفو و بخشش کا برتاؤ

کرنا چاہئے۔

علی علیہ السلام مظلوموں کی محرومی پر رنجیدہ ہوتے تھے، اپنے حقوق کو ثابت کرنے میں ان کی مدد فرماتے تھے، ان کو ان کا حق پہنچواتے تھے اور زمانے کی سختیوں میں اپنے کو بھوکے، پیاسے اور محروم کے ساتھ شریک رکھتے تھے تاکہ عدل وانصاف کی قدر معلوم ہو اور نشان عدالت بلند ہو۔ ہم نے ظلم کو دفع کرنے میں آپ کا طریقہ کار پہچانا ہم نے فرماں روائی میں آپ کا دستور سمجھا، اور معلوم ہو گیا کہ مشرق ومغرب کے تمام بڑے بڑے صاحبان عقل وفہم کے اصول وقوانین کے درمیان مولا علیؑ کا دستور کس قدر بلند وبالا شان ومرتبہ رکھتا ہے۔ مولا علیؑ لوگوں کے فطری رجحانات اور ان کے اخلاق وطبیعت کو روشن کرنے میں دوسرے افراد بشر پر فوقیت رکھتے تھے اور ایک عجیب وغریب فصاحت کے ساتھ ان کے اخلاق ورجحانات کی تصویر کشی فرماتے تھے۔ مولا علیؑ کی دبی قوتیں اور نفسانی فضائل سب ایک دوسرے سے سیر وشکر تھے اور مولا علیؑ ہر مقام پر ان کے باہمی تعاون سے ایک فکر جدید کا درخت دلوں میں نصب کرتے تھے اور اس میں تر وتازہ برگ وبار پیدا کرتے تھے تاکہ معرفت بشر کے دفتر کو مکمل فرمائیں، آپ نے اپنے مجموعہ کلام اور ان قواعد سے جن پر عربی، فقہی اور اجتماعی علوم کی بنیاد رکھی ایک ایسی نئی بنیاد قائم کی کہ دوسروں کے علوم اسی کی پیداوار ہیں۔

مولا علی علیہ السلام کے بعض حکم وامثال میں عقل نظری سے خطاب ہے، بعض میں عقل عملی سے اور بیشتر ایسے جن کا رخ دونوں کی طرف ہے۔ جن میں عقلی نظری سے خطاب ہے۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ واقع کو کیونکر دریافت کرنا چاہئے اور جو عقلی عملی سے متعلق ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ حصول سعادت کے لئے کون سا عمل

ضروری ہے۔

پہلی قسم کے بارے میں کہنا چاہئے کہ آپ نے اصل حقیقت اور واقع کی صحیح نوعیت معلوم کی، آپ کی باریک بین عقل ونظر نے زمانے کے نیک وبد کا جائزہ لیا، اس کی آزمائش کر کے درست اور قطعی نتیجہ برآمد کیا اور اپنے تجربات سے سارے حقائق کو دریافت کر کے ان کو بیان فرمایا ہے۔

آپ کے مطالب اس قدر سنجیدہ اور مطابق واقع ہیں کہ گویا مقادیر وحدود کے ساتھ علم ہندسہ کے قواعد سے استخراج کئے گئے ہیں، اور حسن تدبیر کے لحاظ سے ایسی دل آویز صورت میں جلوہ گر ہیں کہ معنوی حیثیت سے بھی اور تعبیر کی جہت سے بھی عربی زبان میں ادب کی اصل بنیاد ہیں۔ مولا علیؑ کے تمام افکار وخیالات جو نہج البلاغہ ہیں۔ اسی مرتبہ پر فائز ہیں۔

جہاں امیر المومنینؑ عقل نظری سے مخاطب ہوئے ہیں۔ لوگوں کو ان کی عقل ونظر میں آزاد رکھا ہے کہ جو کچھ صورت واقعہ ہے اس کو دریافت کریں اور اپنی فہم فراست کے مطابق عمل کریں۔

اس قسم کے اندر امر وطلب کا صیغہ نہیں پایا جاتا بلکہ ایسے مطالب ہیں جو امر ونہی کی صورت سے خالی اور لفظ خبر کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ ایسی حکمتیں ہیں جن میں دوست ودشمن، نیکوکار ومجرم، احمق وخردمند، سخی وبخیل، راست گو ومنافق، ظالم ومظلوم دور اندیش وتوانگر، اہل حق وباطل، پاک سرشت وبدخو، عالم وجاہل، سخن گو وخاموش، سفیہ وعاقل اور حریص وقانع کی سرشت وخصال کو پوری تشریح وتوضیح سے پیش کیا گیا ہے۔ معیشت کی آسانی ودشواری کے اسباب اور انقلاب زمانہ نیز لوگوں

کے اخلاق میں اس کی تاثیر کو بیان فرمایا ہے اور اسی طرح کے بہت سے مسائل ہیں
جس کی ایک باب میں گنجائش نہیں اور وہ سب کے سب اصل حقیقت وواقع کا اظہار
اور مطابق عقل ہیں۔ ان کو دیگر علمی قواعد کے مانند جن پر زمان ومکان کے اختلافات
کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ منطقی استدلال کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔
ان مطالب کے بارے میں جو عقلی عملی سے متعلق ہین یا عقل نظری و تن
دونوں سے وابستہ ہیں۔

جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ صرف حکومت کے اصول وقوانین اور نظام
حکومت امور رعیت کی تدبیر کے لئے کافی ہے وہ غلطی پر ہیں، اس لئے کہ ان اصول
وقوانین کو انسان کی وضاحت کر کے ان کی رعایت ومحافظت کی ذمہ داری لینا چاہئے
جس طرح ان کے وضع کرنے والے کو ایک عقل مند، آزمودہ کار، پاک طینت اور
مکارم اخلاق کا حامل انسان ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح ایک آدمی ان صفات کا ہونا
چاہئے کہ ان کو رائج کرے اور ان سے مطلوبہ نتیجہ برآمد کرے۔ اس لئے کہ آدمیوں
کی یہ دنیا قوانین کو نافذ کرنے والوں کے نیک یا بداخلاق وصفات کی پابند ہے۔ نیز
ان لوگوں کی عقل وتوجہ سے وابستہ ہے۔ جن کے لئے یہ نظام اور قانون وضع ہوا ہے۔
باوجود ان تمام چیزوں کے اعتراف کرنا پڑے گا کہ معاملات خلق کو درست کرنے کے
لئے جو نئے نئے اصول وقوانین بنائے گئے ہیں وہ زیادہ تر ایک دوسرے سے مختلف
ہیں، ان سارے قوانین کو نافذ کرنا ملکوں کے باہمی اختلاف کی وجہ سے بغیر جبر وقہر
کے ممکن نہیں اور نافذ کرنے والوں کو اجازت دی جاتی ہے کہ ایک حد تک ان کے نفاذ
میں پہلوتہی کریں۔ قدیم حکومتوں کے اصول وقوانین بھی زیادہ تر نافذ کرنے والوں

کے اخلاق و عادات سے مناسبت رکھتے تھے۔

الٰہی قانون کے لئے لازمی ہے کہ پیغمبر وحی کے ذریعے اس کو نافذ کرے اور لوگ عقیدے کی رو سے اس پر عمل پیرا ہوں۔

ہمارے عقیدے میں ہر وہ عمل جو انسان سے عقل عملی کی تصدیق، نفسانی شوق اور مستقل ارادے کے ساتھ بغیر جبر و اکراہ کے صادر نہ ہو اس کو کوئی انسانی عمل نہیں سمجھا جا سکتا۔ سب سے زیادہ قیمتی اور بزرگ ترین انسانی عمل وہ ہے جو انسان کے وجدان سے صادر ہو۔

کسی حکومت کے اصول و قوانین کسی صورت سے بشری روابط کو بہتر بنانے کے لئے کافی نہیں ہیں۔ سوا اس کے کہ عقل نظری و عملی بشر کو ان کے نفاذ پر قانع کر دے ایسی صورت میں لوگوں کا ارادہ اور عمل خیر دونوں ایک دوسرے کے موافق ہو کر افراد اور جماعتوں کو تمدن کے راستے میں منزل مقصود تک پہنچا دیں گے، کیونکہ ایسے اشخاص سوا عمل خیر کے اور کچھ نہیں چاہتے۔

جن لوگوں نے انسان اور تمدن کی خدمت کی ہے جب ہم ان کی تاریخ کا گہری نظر سے جائزہ لیتے ہیں تو ہمارے سامنے واضح ہوتا ہے کہ تنہا عقل باوجودیکہ ہر مطلب کو سمجھنے میں ان کی رہنما تھی لیکن ان کی تاریخ زندگی میں تنہا نہیں تھی۔ عقل نظری کی قوت جامد اور خشک ہے، یہ مقادیر و ارقام اور انواع و اقسام کے ساتھ ایک رفیق و ہمدم رکھتی ہو۔ تم کو راست کی نشاندہی کرتی ہے لیکن رفتار کی نہیں، اور تم کو راہ روی پر مجبور نہیں کرتی۔ جو چیز تم کو عمل کی منزل میں لاتی ہے وہ شوق اور میلان ہے۔

مولا علی علیہ السلام افراد بشر کے اندر نیک رجحانات کو بیدار کرتے تھے اور

اخلاق کی تربیت کے لئے وعظ ونصیحت فرماتے تھے۔ اپنی وصیتوں، خطبوں، عہد ناموں اور گفتگو میں برابر لوگوں کے وجدان کو مخاطب فرماتے تھے، کیونکہ آپ جانتے تھے کہ دنیا کی تدبیر وتنظیم اور لوگوں کے باہمی برتاؤ کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ان کے اخلاق آراستہ ہوں۔ اپنے نفس کی پاکیزگی اور تہذیب ذات انسانی کا کمال ہے اور اسی کے ساتھ عدل وانصاف کی حامی اور اس کے حدود کی محافظ ہے، نیز لوگوں کے جذبات اور شوق کی سعادت کی جانب رہبری کرتی ہے۔

مولاعلی علیہ السلام لوگوں کی نصیحت اور تہذیب کے لئے ایک مافوق العادت قدرت رکھتے تھے۔ آپ کا کلام دلوں کی گہرائیوں میں اتر جاتا تھا، ان کی خصل اور سیرت کو خوب پہچانتے تھے، ان کی سرشت اور اخلاق کو جانتے تھے، ان کے نیک وبد کا باہم موازنہ فرماتے تھے، ان کے حقائق کو اپنے بیان میں مجسم فرماتے تھے، ان کے انواع واقسام کو بیان فرماتے تھے، امر ونہی فرماتے تھے، اور خیر وشر کے درمیان لوگوں کے وجدان اور تمیز کے لئے پورا احسن ظن رکھتے تھے۔

انسانوں کے وجدان وتمیز کے بارے میں مولاعلی علیہ السلام کا حسن ظن دیگر بزرگان بشر کے مانند تھا جو عقل روشن اور مہربان دل کو باہم جمع رکھتے تھے اور نوع بشر کے حق میں ان کی محبت حد سے زیادہ تھی۔

مولاعلی علیہ السلام باوجود ان تمام صدمات اور مصائب وآلام کے جو آپ کو لوگوں سے پہنچتے تھے، ان سے اس قدر حسن ظن رکھتے لہذا برابر یہی کوشش فرماتے تھے کہ نیک اخلاق کو ان کے دلوں میں تربیت دیں۔ (ندائے عدالت انسانی صفحہ ۱۹۲)

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعزیرات اسلامی پاکستان

آغاز نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

پیش نظر مضمون پانچ آرڈی نینس اور ایک حکم امتناعی کے متن کے ترجمہ کا مجموعہ ہے۔ ترجمے کے لئے انگریزی اخبار پاکستان ٹائمز کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

بدکار عورت اور بدکار مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو اور تمہیں اللہ کے معاملہ میں ان پر ذرا رحم نہ آنا چاہئے۔ اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہئے بدکار مرد سوائے بدکار عورت یا مشرکہ کے نکاح نہیں کرے گا اور ایمان والوں پر یہ حرام کیا گیا ہے اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں اور پھر چار گواہ نہیں لاتے انہیں کوڑے مارو اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔ اور وہی لوگ نافرمان ہیں۔

(سورۃ ۲۴، النور آیت ۲ سے ۵ پارہ نمبر ۱۸)

جرم زنا (نفاذ حدود) آرڈی ننس

(آرڈیننس نمبر ۷، ۱۹۷۹ء)

زنا کے جرم کو اسلامی امتناعی احکامات کی توثیق کے مطابق لانے کے لئے آرڈی نینس۔

جبکہ یہ ضروری ہے کہ زنا کے متعلق موجودہ قانون کو اسلام کے امتناعی احکامات جیسا کہ قرآن اور سنت میں ہیں کہ توثیق میں تبدیل کیا جائے۔

اور جب کہ صدر مملکت مطمئن ہیں کہ ایسے حالات موجود ہیں جو فوری اقدام کا تقاضا کرتے ہیں۔ اب اس لئے ۵/جولائی ۱۹۷۷ء کے قوانین کے ساتھ اعلان کے مطابق جو اس وقت جاری ہے اور صدر مملکت اس ایما پر تمام اختیارات رکھتے ہوئے درج ذیل آرڈی نینس بنانے اور جاری کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔

(ا) مختصر عنوان، حد اور نفاذ

(ا) اس آرڈی نینس کو جرم زنا (نفاذ حدود) آرڈی نینس نمبر ۷ مجریہ ۱۹۷۹ء کہا جائے گا۔

(۲) اس کا دائرہ عمل پورے پاکستان پر ہوگا۔

(۳) یہ ۱۲/ربیع الاول ۱۳۹۹ھ بمطابق ۱۰/فروری ۱۹۷۹ء سے نافذ العمل ہوگا۔

تعریفیں

تاوقتیکہ اس آرڈی نینس کے متن یا سیاق وسباق میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاتی۔

(الف) ''بالغ'' سے مراد وہ شخص ہے جو مرد ہونے کی صورت میں ۱۸ سال کا اور عورت ہونے کی صورت میں ۱۶ سال کی ہو یا وہ بلوغت کو پہنچ گئے ہوں۔

(ب) ''حد'' سے مراد ایسی سزا ہے جو قرآن وسنت میں تجویز کی گئی ہو۔

(ج) (Unmarrige) غیر شادی شدہ سے مراد وہ شادی ہے جو فریقین کے شخصی قانون کے مطابق مؤثر نہ ہوئی ہو اور ''شادی شدہ'' بھی اسی طرح

(د) محصن سے مراد ہے کہ

(i) ایک مسلمان بالغ آدمی جو کہ پاگل نہیں ہے اور وہ بالغ مسلمان عورت جو پاگل نہیں ہے سے جنسی تعلق رکھے جبکہ وہ اس وقت اس سے شادی شدہ ہو۔

(ii) یا ایک مسلم بالغ عورت جو کہ پاگل نہ ہو اور وہ بالغ مسلمان مرد سے جو پاگل نہیں ہے سے جنسی تعلق رکھے جبکہ وہ اس وقت اس سے شادی شدہ ہو۔

(د) ''تعزیر'' سے مراد کوئی سزا ہے جو حد کے علاوہ ہو اور تمام دیگر شرائط اور وضاحتیں بالکل وہی مطلب رکھیں گی جیسا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۹۹/ جو کہ ایکٹ ۱۱ ۱۸۶۰ء یا مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء میں ہیں۔

(۳) دوسرے قوانین پر غالب آرڈی نینس

اس آرڈی نینس کی دفعات کا اطلاق رائج الوقت کسی دوسرے قوانین سے مقابلہ کئے بغیر غالب طور پر ہوگا۔

(۴) زنا

ایک مرد اور ایک عورت اس وقت زنا کے مرتکب ہوں گے جب وہ اپنی مرضی سے ایک دوسرے سے جائز شادی کے بغیر جنسی تعلق رکھتے ہوں۔

وضاحت

زنا کے جرم کے لئے جنسی تعلق کے لئے اتنا کافی ہے کہ دخول ہوا ہو۔

(۵) زنا جس پر حد لاگو ہوگی

(i) زنا جس پر حد کا اطلاق ہوگا وہ زنا اس وقت ہوگا جب

(الف) اس کا ارتکاب ایک بالغ مرد نے کیا ہو جو کہ پاگل نہ ہو اور اس

عورت سے کیا ہو جس کے ساتھ وہ شادی شدہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ شادی کا شبہ کیا جا سکتا ہو۔

(ب) اس کا ارتکاب ایک بالغ عورت نے جو پاگل نہ ہو اس کے مرد کے ساتھ کیا ہو جس کے ساتھ وہ شادی شدہ نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس کے ساتھ شادی کا شبہ کر سکتی ہے۔

(ii) جو کوئی زنا کا مجرم ہو جس پر حد لاگو ہوتی ہو اسے اس آرڈی نینس کی وضاحت کے مطابق

(الف) اگر وہ مرد ہو یا عورت ''محصن'' ہے اسے جائے عام پر اس وقت تک پتھر مارے جب تک کہ اس کی موت واقع ہو جائے۔

(ب) اگر وہ مرد یا عورت ''محصن'' نہیں ہے تو اسے کوڑوں کی سزا جائے عام پر دی جائے گی جن کی تعداد ایک سو ہوگی۔

(iii) کوئی سزا جو سیکشن ۲ کے تحت دی گئی ہو اس کی اس وقت تک تکمیل نہ ہوگی جب تک اس عدالت سے جس میں سزایابی کے فیصلہ کی اپیل دائر ہو توثیق نہ ہو جائے اور اگرچہ کوڑوں کی سزا بھی ہو۔ جب تک سزا کی تعمیل اور توثیق نہ ہو جائے مجرم کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے گا جیسا کہ وہ سادہ قید کی سزا یافتہ ہو۔

(۶) زنا بالجبر

زنا بالجبر کا مرتکب اسے قرار دیا جائے گا اگر وہ مرد یا عورت کے ساتھ جیسی بھی صورت ہو جنسی تعلق رکھے جس کے ساتھ وہ جائز طور پر شادی شدہ نہ ہو اور ذیل میں سے کوئی ایک صورت حال ہو۔

(الف) شکار کے ارادہ کے خلاف۔

(ب) شکار کی رضامندی کے خلاف۔

(ج) شکار کی رضامندی کے ساتھ جبکہ اس کی رضامندی موت یا ضرر کے ڈر سے حاصل کی گئی ہو۔

(د) شکار کی رضامندی کے ساتھ جبکہ مجرم یہ جانتا ہے کہ جائز طور پر شکار سے شادی شدہ نہیں ہے اور رضامندی اس لئے دی جاتی ہے کیونکہ شکار یہ یقین رکھتا ہے کہ مجرم کوئی دوسرا شخص ہے جس سے وہ شکار مرد یا عورت یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ اس سے جائز طور پر شادی کرے گا۔

وضاحت

زنا بالجبر کے ارتکاب کے لئے جنسی تعلق کے وجود کے لئے اتنا کافی ہے کہ دخول ہوا ہو۔

(۲) زنا بالجبر اسی وقت زنا بالجبر کہلائے گا جس پر حد کا اطلاق ہو گا جبکہ اس کا ارتکاب سیکشن ۵ کے سب سیکشن ۱ میں دیئے گئے حالات میں ہوا ہو۔

(۳) جو کوئی زنا بالجبر کا مرتکب یا مجرم ہو گا اس پر اس آرڈی نینس کی شرائط کے مطابق حد لاگو ہو گی۔

(الف) اگر وہ مرد یا عورت ''محصن'' نہیں ہے تو اسے سرِ عام کوڑے لگائے جائیں گے جن کی تعداد ۱۰۰ (ایک سو) ہو گی معہ ان سزاؤں کے جن میں سزائے موت بھی شامل ہے جو عدالت مقدمہ کی نوعیت کے مطابق مناسب خیال کرے۔

(۴) کوئی سزا جو سیکشن ۳ کے تحت دی گئی ہو اس وقت تک قابل تعمیل نہ ہو گی جب تک کہ اس عدالت سے جس میں سزایابی کے فیصلے کی اپیل دائر ہو توثیق نہ ہو جائے؛ گرچہ کوڑوں کی سزا بھی ہو جب تک سزا کی تعمیل اور توثیق نہ ہو جائے مجرم

کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے گا جیسا کہ وہ سادہ قید کا سزا یافتہ ہو۔

(۷) زنا اور زنا بالجبر کی سزا جبکہ مجرم نابالغ ہو

کوئی شخص جو کہ زنا یا زنا بالجبر کے جرم کا مرتکب ہے اور اگر وہ بالغ نہ ہو اسے پانچ سال تک کسی ایک قسم کی قید کی سزا دی جائے گی یا جرمانہ کیا جائے گا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی اور کوڑوں کی سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ جن کی تعداد تیس (۳۰) سے زیادہ نہ ہوگی۔ مگر شرط یہ ہے کہ زنا بالجبر کی صورت میں اگر مجرم ۱۵ سال کی عمر سے کم نہ ہو تو کوڑوں کی سزا دی جائے گی خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسری سزا دی جائے یا نہ دی جائے۔

(۸) زنا یا زنا بالجبر جس پر حد کا اطلاق ہو، کا ثبوت

زنا یا زنا بالجبر جس پر حد کا اطلاق ہوتا ہو کا ثبوت درج ذیل کسی ایک قسم کا ہوگا۔

(الف) ملزم اپنے جُرم کا اقبال مستند اختیارات کی عدالت کے سامنے کرے۔

(ب) کم از کم چار مسلم بالغ گواہ جن کے متعلق عدالت تزکیہ الشہود کے تقاضوں کے مطابق مطمئن ہو کہ وہ سچے اشخاص ہیں کبیرہ گناہوں سے باز رہے ہیں وہ جرم کے لئے ضروری دخول کے عینی گواہ ہونے کی گواہی دیں گے۔

مگر یہ بھی شرط ہے کہ اگر ملزم غیر مسلم ہو تو گواہ بھی غیر مسلم ہو سکتے ہیں۔

وضاحت

سیکشن میں تزکیہ الشہود سے مراد تحقیقات کا وہ طریق کار ہے جو عدالت گواہوں کے معتبر ہونے کے اطمینان کے لئے اختیار کرے۔

(۹) وہ صورت جس میں حد کا اطلاق نہیں ہوگا

(i) اس صورت میں جبکہ زنا یا زنا بالجبر صرف مجرم کے اعتراف ہی سے ثابت ہوا ہو "حد" یا اس قسم کی سزا جو ابھی نافذ ہوگی، اس پر نافذ نہیں کی جائے گی جبکہ وہ اپنے اعتراف سے حد کے جاری ہونے سے پہلے انحراف کرے۔

(ii) اس صورت میں جبکہ زنا یا زنا بالجبر کا جُرم صرف شہادتوں سے ثابت ہوا ہو اور کوئی گواہ اپنی شہادت سے پیچھے ہٹ جائے تاکہ عینی گواہوں کی تعداد چار (۴) سے کم رہ جائے اور ابھی حد (یا اسی قسم کی سزا جو ابھی نافذ ہوگی) بھی جاری نہ ہوئی تو اس پر حد، جاری نہیں ہوگی۔

(iii) سب سیکشن (۱) میں بیان کردہ صورت حال میں عدالت دوبارہ سماعت کا حکم دے سکتی ہے۔

(iv) سب سیکشن (۲) میں بیان کردہ صورت حال میں عدالت ریکارڈ پر شہادتوں کی بنیاد پر تعزیر لاگو کرسکتی ہے۔

(۱۰) زنا یا زنا بالجبر

(۱) سیکشن ۷ کی شرائط کے مطابق جو کوئی زنا یا زنا بالجب کا ارتکاب کرتا ہے۔ جس پر حد لاگو نہیں ہوتی یا جس کے متعلق سیکشن ۸ کے بیان کردہ ثبوت کی اقسام سے آئے ایک میسر نہ ہو اور قاضی نے استغاثہ کو حد کی سزا جاری نہ کی ہو یا اس آرڈی نینس کے تحت جس پر حد لاگو نہ ہوتی ہو۔ اس پر تعزیر لاگو ہوگی۔

(۲) جو کوئی زنا یا زنا بالجبر کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے جس پر تعزیر لاگو ہوتی ہو اسے قید بامشقت کی سزا دی جائے گی جو دس (۱۰) سال تک ہوسکتی ہے۔ اور ا...

کے ساٹھ (۶۰) کوڑوں کی سزا ہوگی جس کی تعداد تیس تک ہوگی۔ اور جرمانہ بھی کیا جائے گا۔

(۳) جو کوئی زنا بالجبر کے جُرم کا ارتکاب کرتا ہے کہ جس پر تعزیر لاگو ہوتی ہو اسے ۲۵ سال تک قید کی سزا دی جا سکتی ہے۔ اگر سزا ایک قید کی ہی ہو، اس کے ساتھ کوڑوں کی سزا بھی دی جائے گی جن کی تعداد تیس تک ہوگی۔

اغوا، عورت کو جبراً یا ترغیباً یا تحریص دیکر اغوا کر کے شادی پر مجبور کرنا وغیرہ

جو کوئی کسی عورت کو اغوا کرتا ہے یا بھگا لے جاتا ہے اس نیت سے کہ اس عورت کو مجبور کیا جا سکے گا یا یہ جانتے ہوئے کہ اس عورت کو مجبور کیا جائے گا وہ اپنی مرضی کے بغیر اس سے شادی کرے یا اس غرض کے لئے کہ اس عورت کو مجبور کیا جا سکے گا یا ورغلایا جا سکے گا کہ وہ اس سے ناجائز جنسی تعلق قائم کرے اسے عمر قید کی سزا دی جائے گی اور تیس کوڑوں تک سزا دی جائے گی اور جرمانہ بھی کیا جائے گا۔ اور جو کوئی مجرمانہ تخویف کے ذریعہ جیسا کہ مجموعہ تعزیراتِ پاکستان ۱۸۶۰ء میں بیان کیا گیا ہے یا اپنے اختیار کو غلط استعمال کرتے ہوئے یا دباؤ کے کسی طریقہ سے کسی عورت کو راغب کرتا ہے کہ وہ کسی جگہ سے جائے، اس نیت سے کہ اس عورت کو ناجائز تعلق کے لئے مجبور کیا جا سکے گا یا اس عورت کو ورغلایا جا سکے گا یا یہ جانتے ہوئے کہ وہ ناجائز تعلق کے لئے مجبور ہو جائے گی۔ یا ورغلائی جائے گی اسے بھی اوپر بیان کی گئی سزا دی جائے گی۔

(۱۲) کسی شخص کو غیر فطری خواہش کے لئے اغوا کرنا یا ترغیباً بھگا لے جانا

جو کوئی کسی شخص کو اس غرض کے لئے اغوا کرتا ہے یا ترغیباً بھگا لے جاتا ہے کہ اُسے غیر فطری خواہش کا نشانہ بنایا جائے گا یا اسے ایسے فروخت کیا جاسکے گا کہ وہ غیر فطری خواہش کا نشانہ بنایا جاسکے یا یہ جانتے ہوئے کہ وہ شخص غیر فطری خواہش کا نشانہ بن جائے گا یا غیر فطری نشانہ کے لئے فروخت ہو جائے گا اسے پچیس سال تک قید بامشقت کی سزا دی جائے گی اس کے ساتھ جرمانہ بھی کیا جائے گا۔ اور اگر صرف قید کی سزا دی جائے گی تو اس کے ساتھ تیس کوڑوں تک کی سزا بھی دی جائے گی۔

(۱۳) عصمت فروشی کے مقاصد کے لئے اشخاص کی فروخت وغیرہ

جو کوئی کسی شخص کو اس غرض کے لئے بیچتا ہے، کرایہ پر دیتا ہے یا منتقل کرتا ہے اِس نیت کے ساتھ کہ وہ شخص کسی وقت کسی شخص کے ساتھ عصمت فروشی یا ناجائز جنسی تعلق یا کسی غیر قانونی اور غیر اخلاقی مقصد کے لئے استعمال کیا جاسکے گا یا اس کام پر مامور کیا جاسکے گا یا یہ جانتے ہوئے کہ یہ شخص کسی وقت ان مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے گا یا مامور کیا جائے گا اسے موت کی سزا دی جائے گی اور ساتھ تیس کوڑوں تک سزا اور جرمانہ کی سزا بھی دی جائے گی۔

(الف) جب کسی عورت کو عصمت فروشی کے لئے فروخت کیا جاتا ہے، یا کرایہ پر دیا جاتا ہے یا کسی دوسرے طریقہ سے کسی ایسے شخص کو منتقل کیا جاتا ہے جو عصمت فروشی کا اڈہ رکھتا ہے یا اس کا منتظم ہے، وہ شخص جو ایسی عورت کو منتقل کر رہا ہو اسے مجرم کیا جائے گا کہ اس نے اس عورت کو عصمت فروشی کے لئے فروخت کیا ہے

تاوقتیکہ اس کے برعکس کوئی ثبوت مہیا نہ ہو جائے۔

(ب) اس دفعہ میں اور دفعہ ۱۸ میں "ناجائز تعلق" سے مراد جنسی ناجائز تعلق ہے جو دو شخصوں کے درمیان ہو جو آپس میں شادی شدہ نہ ہوں۔

(۱۴) کسی شخص کو عصمت فروشی کی غرض سے خریدنا

جو کوئی کسی شخص کو اس نیت سے خریدتا ہے یا کرایہ پر لیتا ہے یا کسی دوسرے طریقہ سے اس کو اپنے قبضہ میں لیتا ہے، کہ وہ شخص کسی وقت کسی شخص کے ساتھ عصمت فروشی یا ناجائز جنسی تعلق یا کسی غیر قانونی اور غیر اخلاقی مقصد کے لئے استعمال کیا جاسکے گا۔ یا یہ جانتے ہوئے کہ وہ شخص کسی وقت، ان مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ یا مامور کیا جائے گا اسے موت کی سزا دی جائے گی اور ساتھ ہی تیس کوڑوں کی سزا اور جرمانہ کی سزا بھی دی جائے گی۔

وضاحت

کوئی طوائف یا کوئی شخص جو عصمت فروشی کا اڈہ رکھتا ہو یا اس کا منتظم ہو، جو کسی عورت کو خریدتا ہے، کرایہ پر لیتا ہے یا کسی دوسرے طریقہ سے اس کو قبضہ میں رکھتا ہے اسے یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے ایسی عورت کو قبضہ میں رکھا ہوا ہے کہ اسے عصمت فروشی کے لئے استعمال کیا جائے گا تاوقتیکہ اس کے برعکس ثبوت مہیا نہ ہو جائے۔

(۱۵) کسی مرد کا قانونی اشتباہ کا دھوکے سے یقین

دلا کر مباشرت کرنا

ہر وہ مرد جو دھوکہ دہی سے کسی عورت کو جو اس کے ساتھ جائز طور پر شادی شدہ نہیں ہے اسے یقین دلاتا ہے کہ وہ قانونی طور پر اس سے شادی شدہ ہے اور اس

یقین میں اس سے مباشرت کرتا ہے اسے ۲۵ سال قید بامشقت کی سزا اور تیس کوڑوں تک کی سزا اور جرمانہ کی سزا بھی دی جائے گی۔

(۱٦) کسی عورت کو مجرمانہ نیت سے پھسلا لے جانا یا حراست میں رکھنا

جو کوئی کسی عورت کو لے جاتا ہے یا پھسلا لے جاتا ہے کہ وہ عورت کسی شخص سے ناجائز جنسی تعلق قائم کرے گی یا اس عورت کو اس نیت سے چھپائے رکھتا ہے یا حراست میں رکھتا ہے اسے سات سال تک کسی ایک قسم کی قید کی سزا دی جائے گی۔ ساتھ کوڑوں کی سزا ہو گی جو تیس سے زیادہ نہ ہوں گے اور جرمانہ بھی کیا جا سکے گا۔

(۱۷) سنگسار کرنے کی سزا کی تعمیل کا طریق کار

موت تک پتھر مارنے کی سزا جو کہ دفعہ ۵ اور دفعہ ٦ کے تحت دی جائے گی اس سزا کی تعمیل درج ذیل طریق پر ہو گی۔

وہ گواہ جنہوں نے مجرم کے خلاف گواہی دی تھی وہ حاضر ہوں گے وہ مجرم کو پتھر مارنا شروع کریں گے اور جبکہ پتھر مارے جا رہے ہوں اور مجرم کی موت واقع ہو جائے تو پتھر پھینکنے یا مارنے روک دیئے جائیں گے۔

(۱۸) جرم کرنے کی کوشش پر سزا

جو کوئی اس آرڈی نینس کے تحت جرم کا ارتکاب کرنے کی کوشش کرتا ہے جس کی سزا قید یا کوڑے ہے۔ یا جرم کے ارتکاب کا باعث بنتا ہے اور ایسی کوشش میں وہ جرم کے ارتکاب کی جانب کوئی قدم نہیں اٹھاتا ہے اسے قید کی سزا دی جائے گی جو

سزا دی جائے گی جو تمیں سے زیادہ نہ ہوں گے یا جرمانہ ہو سکتا ہے جو کہ اس جرم کی سزا میں دیا گیا ہے یا تمام سزاؤں میں سے کوئی دو سزائیں دی جائیں گی۔

(۱۹) مجموعہ تعزیرات پاکستان ۱۸۶۰ء کی متعلقہ دفعات کا اطلاق اور ترامیم

(۱) جب تک کہ اس آرڈی نینس کی کوئی اور وضاحت نہیں کی جاتی مجموعہ تعزیرات پاکستان ایکٹ 1860 XLY کے باب ۲ کی دفعات ۳۴ سے ۳۸ اور باب ۳ کی دفعات ۶۳ سے ۷۲ اور باب ۵ اور 5A کی تمام شرائط مناسب تبدیلیوں کے ساتھ اسی آرڈی نینس کے متعلقہ جرائم پر لاگو ہوں گی۔

(۲) جو کوئی اس آرڈی نینس کے تحت اعانت جرم کا مجرم ہو جس پر حد کا اطلاق ہوتا ہو اس پر ایسے ہی جرم کی تعزیر کی سزا لاگو ہوگی۔

(۳) مجموعہ تعزیراتِ پاکستان ایکٹ XLY ۱۸۶۰ میں

(الف) باب ۱۶ کی دفعہ ۳۶۶، ۳۷۲، دفعہ ۳۷۳ دفعہ ۳۷۵ اور دفعہ ۳۷۶ اور باب ۲۰ کی دفعہ ۴۹۳، دفعہ ۴۹۷ اور دفعہ ۴۹۸ منسوخ سمجھی جائیں گی۔

(ب) دفعہ ۳۶۷ میں الفاظ اور کوما "To The Unnatural or Lust of any person" چھوڑ دیئے جائیں گے۔

(۲۰) مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ کا اطلاق اور ترمیم

(۱) مجموعہ ضابطہ فوجداری ایکٹ V ۱۸۹۸ کی دفعات جو کہ اس دفعہ میں مجموعہ کے مطابق بیان کی گئی ہیں اس آرڈی نینس کے تحت متعلقہ صورتوں میں مناسب تبدیلیوں کے ساتھ لاگو ہوں گی مگر شرط یہ ہے کہ اگر شہادت سے یہ ظاہر ہو

جائے کہ مجرم نے کسی دوسرے قانون کے تحت مختلف جرم کیا ہے اور اگر عدالت اس جرم کی سماعت اور سزا دینے کی مجاز ہو تو مجرم کو اس کے جرم کی سزا دی جائے گی۔

(۲) مجموعہ ضابطہ فوجداری کی سزائے موت کی توثیق کے بارے میں دفعات اس آرڈی نینس کے تحت سزاؤں کی توثیق کے ساتھ مناسب تبدیلیوں کے ساتھ لاگو ہونگی۔

(۳) مجموعہ کی دفعہ ۱۹۸، ۱۹۹، دفعہ A ۱۹۹ یا دفعہ B ۱۹۹ کی شرائط جرم اختیار سماعت کے لئے لاگو نہیں ہونگی جو جرم اس آرڈی نینس کی دفعہ ۱۵ یا دفعہ ۱۶ کے تحت قابل سزا ہو۔

(۴) مجموعہ کی دفعہ ۳۹۱ کی ذیلی دفعہ ۳ یا دفعہ ۳۹۳ اس آرڈی نینس کے تحت دی جانے والی کوڑوں کی سزا کی صورت میں لاگو نہیں ہوں گی۔

(۵) مجموعہ کے باب ۲۵ کی شرائط اس آرڈی نینس کی دفعہ ۵ یا دفعہ ۶ کے تحت دی گئی سزاؤں کی صورت میں لاگو نہیں ہوں گی۔

(۶) مجموعہ میں دفعہ ۵۶۱ منسوخ سمجھی جائے گی۔

(۲۱) عدالت کا صدارتی افسر مسلمان ہوگا

اِس آرڈی نینس کے تحت اس عدالت کا سربراہ جس میں یہ کیس زیر سماعت ہو یا جس میں کوئی اپیل کی سماعت ہو رہی ہو وہ مسلمان ہوگا۔

مگر شرط یہ ہے کہ اگر ملزم غیر مسلم ہو تو صدارتی افسر بھی غیر مسلم ہو سکتا ہے۔

(۲۲) استثناء

اس آرڈی نینس میں سے کچھ بھی ان مقدمات پر لاگو نہیں ہوگا جو کسی

عدالت میں اس اعلان سے فوری پہلے تصفیہ طلب ہوں یا وہ جرائم جو اِس آرڈی نینس کے اعلان سے پہلے کیئے جا چکے ہیں۔

مجموعہ ضابطہ فوجداری (ترمیمی) آرڈی نینس ۱۹۷۹
آرڈی نینس نمبر ۱۰، ۱۹۷۸ء

جبکہ یہ مزید ضروری ہے کہ مجموعہ ضابطہ فوجداری ایکٹ ۱۵، ۱۸۹۸ میں پیش آنے والے مقاصد کے لئے ترمیم کی جائے۔

اور جبکہ صدر اس بات سے مطمئن ہے کہ ایسے حالات موجود ہیں جو فوری قدم کالازمی تقاضا کرتے ہیں۔

اَب اِس لئے ۵؍جولائی ۱۹۷۷ء کے قانونی اعلان ۱۹۷۷ء کی تعمیل میں اور اس سے حاصل ہونے والے تمام اختیارات کی موجودگی میں صدر درج ذیل آرڈی نینس بنانے اور جاری کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔

(۱) مختصر عنوان اور نفاذ

(۱) یہ آرڈی نینس مجموعہ ضابطہ فوجداری ترمیمی آرڈی نینس ۱۹۷۹ کہلائے گا۔

(۲) یہ آرڈی نینس ۱۲؍ربیع الاول ۱۳۹۹ بمطابق ۱۰؍فروری ۱۹۷۹ء سے نافذ العمل ہوگا۔

(۲) ایکٹ V ۱۸۹۸ کی دوسری جدول کی ترمیم

مجموعہ ضابطہ فوجداری ایکٹ V ۱۸۹۸ کی جدول دوم میں ذیلی عنوان "Offences against other laws" اور اس کے نیچے اندراجات کو اس

دوسرے قوانین کے تحت جرائم

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۱	اگر سزائے موت ہو، عمر قید ہو، جو سات سال سے زیادہ ہو، ہاتھ یا پاؤں کاٹنے کی سزا ہو، یا ہاتھ اور پاؤں دونوں کاٹنے کی سزا ہو یا ۸۰ کوڑوں کی سزا بیان کردہ کسی سزا کے ساتھ یا کسی سزا کے بغیر	گرفتاری وارنٹ کے بغیر ہوگی۔	وارنٹ	قابل ضمانت نہیں	قابل مصالحت نہیں	-	سیشن کورٹ
۲	اگر تین سال قید کی سزا ہو یا اس سے زائد ہو لیکن ۷ سال سے زیادہ نہ ہو یا ۸۰ کوڑوں کی سزا ہو اور اس کے ساتھ قید کی سزا ہو نہ ہو۔	گرفتاری وارنٹ کے بغیر ہوگی۔	وارنٹ	سوائے ان صورتوں میں جو اسلحہ ایکٹ ۱۸۷۸ کی دفعہ ۱۰ کے تحت ہو جو کہ قابل ضمانت ہو۔	قابل مصالحت نہیں	-	سیشن کورٹ یا مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت
۳	اگر ایک سال قید کی سزا ہو یا اس سے زائد ہو مگر تین سال قید سے کم ہو یا کوڑوں کی سزا ہو جن کی تعداد ۴۰ سے زیادہ نہ ہو خواہ ساتھ قید کی سزا ہو۔ یا نہ ہو۔	وارنٹ کے بغیر گرفتار نہیں کیا جائے گا۔	سمن	ایضاً	ایضاً	-	مجسٹریٹ درجہ اول. مجسٹریٹ درجہ دوم
۴	اگر سزا ایک سال سے کم ہو یا کوڑوں کی سزا جن کی تعدا ۱۰ سے زیادہ نہ ہو خواہ اس کے ساتھ قید ہو یا نہ ہو یا صرف جرمانہ ہو۔	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	-	کوئی مجسٹریٹ

جرم قذف (نفاذ حد) آرڈی نینس

''قذف کا جرم (حد کا نفاذ، آرڈی نینس ۱۹۷۹ کا نمبر ۸

یہ آرڈی نینس، قذف کے جرم کے متعلق قانونِ اسلام کے امتناعی احکامات کی توثیق میں لانے کے لئے ہے۔

جب کہ یہ ضروری ہے کہ موجودہ ''قذف'' سے متعلقہ موجودہ قانون میں ضروری تبدیلی کی جائے تاکہ اِسے اسلام کے امتناعی احکامات جیسا کہ قرآن وسنت میں بیان کیا گیا ہے کہ توثیق میں لایا جائے۔

اور جبکہ صدر اس بات سے مطمئن ہیں کہ ایسے حالات موجود ہیں کہ جو فوری قدم کا ضروری تقاضا کرتے ہیں۔

اَب اس لئے ۵/جولائی ۱۹۷۷ء کے قانونی اعلان C.M.L.Anoi ۱۹۷۷ کی تعمیل میں اور اس سے حاصل ہونے والے تمام اختیارات کی موجودگی میں صدر درج ذیل آرڈی نینس بنانے اور جاری کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔

(۱) مختصر عنوان، حد اور اس کا نفاذ

(۱) اس آرڈی نینس کو جرم قذف (نفاذ حد) آرڈی نینس ۱۹۷۹ کہا جائے گا۔

(۲) اس کا دائرۂ عمل تمام پاکستان پر ہوگا۔

(۳) یہ آرڈی نینس ۱۲/ربیع الاول ۱۳۹۹ء بمطابق ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء سے نافذ العمل ہوگا۔

(۲) تعریفیں

(الف) ''بالغ''، ''حد''، ''تعزیر''، ''زنا'' اور ''زنا بالجبر'' سے مراد بالکل وہی ہوگی جیسا کہ جرم زنا (نفاذ حدود) آرڈی نینس میں بیان کی گئی ہے۔ جو کوئی دفعہ ۳ کے متعلق نوعیت کا چھپا ہوا یا کندہ کیا ہوا مواد بیچتا ہے یا بیچنے کے لئے دیتا ہے اور اسے یہ معلوم ہو کہ اس میں ایسا مواد ہے اسے دو سال تک کسی قسم کی قید کی سزا دی جائے گی۔ یا اسے تیس کوڑوں تک کی سزا دی جائے گی یا جرمانہ کی سزا دی جائے گی۔ یا کوئی دو سزائیں یا تمام سزائیں دی جائیں گی یا تمام سزائیں دی جائیں گی۔

(۱۴) لعان

(۱) جب کوئی خاوند عدالت کے روبرو اپنی زوجہ پر الزام لگاتا ہے جو کہ ''زنا'' کی دفعہ ۵ کے مطابق ''محصن'' ہے اور بیوی اس الزام کو سچا قبول نہیں کرتی تو مندرجہ ذیل ''لعان'' کا طریق کار لاگو ہوگا۔

(الف) خاوند عدالت کے روبرو قسم کے ساتھ یہ کہے گا ''میں اللہ ذوالجلال کی قسم کھاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میں یقیناً اپنی بیوی (بیوی کا نام) کے خلاف زنا کے الزام میں سچا ہوں'' اس طرح چار مرتبہ کہنے کے بعد وہ کہے گا۔ ''مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اگر میں اپنی بیوی (بیوی کا نام) کے خلاف زنا کے الزام میں جھوٹا ہوں''۔

(ب) بیوی خاوند کے بیان جو کہ شق الف کے مطابق ہو کہ جواب میں عدالت کے روبرو قسم اٹھا کر کہے گی ''میں اللہ ذوالجلال کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میرا خاوند میرے خلاف زنا کے الزام میں یقیناً ''جھوٹا ہے'' اور ایسا چار مرتبہ کہنے کے بعد وہ کہے گی۔

''اللہ تعالیٰ کا غضب مجھ پر نازل ہو اگر یہ میرے خلاف زنا میں سچا ہے۔''

(۲) جب ذیلی دفعہ ا کے تحت طریق کار مکمل ہو جائے تو عدالت خاوند اور زوجہ کے درمیان تنسیخ نکاح کا حکم جاری کرے گی جو کہ تنسیخ نکاح کے لئے حکم کے طور پر کام کرے گا۔ اور اس کے خلاف کوئی اپیل دائر نہ ہو سکے گی۔

(۳) جبکہ خاوند یا زوجہ ذیلی دفعہ ا میں مخصوص طریق کار اپنانے سے گریز کرے اسے اس وقت تک قید کر دیا جائے گا جب تک کہ

(الف) خاوند کی صورت میں اوپر دیئے گئے طریق کار اپنانے کے لئے رضامند ہو جائے۔

(ب) تمام دوسری شرائط اور وضاحتیں جنہیں اس آرڈی نینس میں واضح نہیں کیا گیا اُن کا وہی مطلب ہوگا جیسا کہ مجموعہ تعزیراتِ پاکستان ایکٹ XLY ۱۸۶۰ یا مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ (ایکٹ ۱۸۹۸V) میں بیان کیا گیا ہے۔

(۳) قذف

جو کوئی الفاظ سے یا وہ بولے جائیں یا ان کے پڑھنے کا ارادہ کیا جائے یا اشاروں سے یا نظر آنے والی نمائندگی سے کسی شخص کے متعلق زنا کا اتہام لگائے یا شائع کرے اس ارادے سے کہ اسے تکلیف پہنچائے یا یہ جانتے ہوئے یا یقین کرنے کی دلیل رکھتے ہوئے کہ ایسا اتہام کسی خاص شخص کی شہرت کو نقصان پہنچائے گا یا اس کے احساسات کو ٹھیس پہنچائے گا سوائے ان صورتوں میں جن کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے وہ شخص قذف کا جرم کرے گا۔

وضاحت

(۱) یہ بھی قذف ہوگا کہ کسی متوفی شخص پر زنا کی تہمت لگائی جائے اگر وہ

تہمت اس کی شہرت کو نقصان پہنچائے یا اس شخص کے احساسات کو اگر وہ زندہ ہوتو نقصان پہنچائے یا اس کے خاندان کے احساسات کے لئے نقصان دہ ہو یا دوسرے قریبی رشتہ داروں کے لئے نقصان دہ ہو۔

وضاحت

(۲) کوئی تہمت متبادل کی صورت میں یا طنزیہ طور پر بیان کی جائے ''قذف'' ہو سکتی ہے۔

پہلا استثناء

(سچا الزام و تہمت) جس کے لگانے یا شائع کرنے کا بہبود عامہ تقاضا کرتی ہو۔

یہ قذف نہیں ہے کہ کسی شخص پر زنا کی تہمت لگائی جائے اور وہ سچی ثابت ہو جائے اور اسے عوامی بھلائی کے لئے لگایا یا شائع کیا گیا ہو۔ (آیا وہ عوامی بھلائی کے لئے ہے کہ نہیں یہ امر متعلقہ واقعات ہے)

دوسرا استثناء (با اختیار شخص پر نیک نیتی سے الزام لگایا جائے

اِس صورت میں استثناء قرار دیا گیا ہے کہ یہ قذف نہیں ہے کہ کسی ایسے شخص پر نیک نیتی سے زنا کا الزام لگایا جائے یا ان اشخاص پر الزام لگایا جائے جو اس شخص کے متعلق الزام کے موضوع پر قانونی اختیار رکھتے ہوں۔

(الف) ایک مستغیث عدالت میں کسی دوسرے شخص پر زنا کا الزام لگاتا ہے لیکن عدالت کے سامنے اپنی تائید میں چار گواہ پیش کرنے میں ناکام رہتا ہے۔

(ب) عدالت کی تحقیق کے مطابق ایک گواہ نے ''زنا''، یا ''زنا بالجبر'' کے

ارتکاب جُرم کی جھوٹی گواہی دی ہو۔

(ج) عدالت کی تحقیق کے مطابق ایک مستغیث نے زنا بالجبر کا جھوٹا الزام لگایا ہو۔

(۴) قذف کی دو قسمیں

ایک ''قذف'' وہ ہے جس پر حد کا اطلاق ہوگا اور ایک قذف وہ ہے جس پر تعزیر کا اطلاق ہوگا۔

(۵) قذف، جس پر حد کا اطلاق ہوگا

جو کوئی بالغ ہوتے ہوئے ارادتاً اور بغیر کسی ابہام کے کسی مخصوص شخص جو کہ ''محصن'' ہے اور جنسی تعلق قائم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے کے خلاف ''زنا'' کے ''قذف'' کا ارتکاب کرتا ہے اس آرڈی نینس کی شرائط کے مطابق اس نے ''قذف'' کا جرم کیا جس پر ''حد'' لاگو ہوگی۔

وضاحت

(۱) اس دفعہ میں ''محصن'' سے مراد ایک صحیح العقل بالغ مسلمان ہے جس نے یا تو جنسی تعلق نہ رکھا ہو یا جنسی تعلق رکھتا ہو مگر صرف اپنے قانونی شادی شدہ شوہر یا زوجہ سے۔

وضاحت

(۲) اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے متعلق پر تہمت لگاتا ہے کہ وہ شخص حرامی بچہ ہے یا اسے جائز بچہ تسلیم کرنے سے انکار کردیتا ہے تو وہ شخص اس شخص کی ماں

کے بارے میں ''قذف'' کا مرتکب ہوگا جس پر حد کا اطلاق ہوگا۔

(۶) ''قذف'' جس پر حد کا اطلاق ہوگا کا ثبوت

''قذف'' جس پر حد کا اطلاق ہوگا کا ثبوت ذیل میں دی گئی کسی ایک صورت میں ہوگا۔

(الف) جب ملزم مجاز اور با اختیار عدالت کے سامنے جرم کے ارتکاب کا اعتراف کر لیتا ہے۔

(ب) جب ملزم عدالت کی موجودگی میں ''قذف'' کے جرم کا ارتکاب کرے۔

(ج) ''قذف'' کا شکار ہونے والے کے علاوہ کم از کم دو مسلم مرد گواہ جن کے بارے میں ''تزکیہ الشہود'' کے تقاضوں کے مطابق مطمئن ہو کہ وہ سچے اشخاص ہیں اور کبائر گناہوں سے باز رہے ہیں۔ وہ گواہ قذف کے جرم کے ارتکاب کی بلاواسطہ گواہی دیں گے مگر یہ شرط ہے کہ اگر ملزم غیر مسلم ہو تو گواہ بھی غیر مسلم ہو سکتے ہیں۔

مزید یہ بھی شرط ہے کہ مستغیث یا اس کے مختار کے بیانات گواہوں کے بیانات سے پہلے ریکارڈ کئے جائیں گے۔

(۷) قذف کی سزا جس پر حد کا اطلاق ہوگا

(ا) جو کوئی قذف کا ارتکاب کرتا ہے کہ جس پر حد لاگو ہوتی ہو اسے ۸۰ کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔

(۲) جو کوئی ''قذف'' کے جرم کا مرتکب ہوا ہو کہ جس پر حد کا اطلاق ہوتا ہو اور اسے سزا بھی دی جا چکی ہو تو اس کی گواہی کسی قانونی عدالت میں قابل قبول نہ ہوگی۔

(۳) ذیل دفعہ (۱) کے تحت دی جانے والی سزا کی تعمیل اس وقت تک نہ ہوگی جب تک کہ اس عدالت سے توثیق نہ ہو جائے جس میں اس سزا کے متعلق اپیل دائر ہو اور جب تک کہ سزا کی توثیق اور تعمیل نہیں ہو جاتی مجرم کے ساتھ مجموعہ ضابطہ فوجداری ایکٹ ۱۸۹۷ کی شرائط کے مطابق جن کا تعلق ضمانت کی منظوری یا سزا کی معطلی سے ہے۔

ایسا سلوک کیا جائے گا جیسا کہ وہ سادہ قید کا سزا یافتہ ہو۔

(۸) کون استغاثہ درج کرا سکتا ہے:

اس آرڈی نینس کے تحت اس وقت تک کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی جبکہ مندرجہ ذیل میں سے کوئی پولیس کو رپورٹ کرے یا عدالت میں استغاثہ دائر کرے

(الف) اگر وہ شخص جس کے بارے میں ''قذف'' کے جُرم کا ارتکاب کیا گیا ہے اور وہ زندہ ہے یا وہ شخص یا کوئی شخص جو اس نے مختار بنایا ہو۔

(ب) اگر وہ شخص جس کے بارے میں ''قذف'' کے جرم کا ارتکاب کیا گیا ہے وہ مر چکا ہے اس کے آباؤاجداد یا اس کی اولاد سے کوئی شخص۔

(۹) وہ صورتیں جن میں ''حد نہیں لگائی جائے گی یا جاری نہیں کی جائے گی

(۱) ''حد'' مندرجہ ذیل قذف کی صورتوں میں سے کسی ایک پر بھی لاگو نہیں ہوگی۔

(الف) جب کسی شخص نے اپنی اولاد میں سے کسی کے خلاف ''قذف'' کے جرم کا ارتکاب کیا ہو۔

(ب) جبکہ جس شخص کے متعلق قذف کا ارتکاب کیا گیا ہو اور وہ مستغیث ہو اور کارروائی کے دوران سماعت وہ فوت ہو گیا ہو۔

(ج) جبکہ تہمت سچ ثابت ہو گئی ہو۔

(۲) اس صورت میں جبکہ ''حد'' کی تعمیل سے پہلے مستغیث اپنے ''قذف'' کے دعویٰ سے پیچھے ہٹ جائے یا یہ بیان دے دے کہ ملزم نے جھوٹا اعتراف کیا ہے یا یہ کہ کسی گواہ نے جھوٹی گواہی دی ہو اور اس طرح گواہوں کی تعداد دو سے کم ہو جائے تو حد جاری نہیں ہو گی لیکن عدالت ریکارڈ کی روشنی میں تعزیر، یا دوبارہ سماعت کا حکم دے سکتی ہے۔

(۱۰) ''قذف'' جس پر تعزیر لاگو ہو گی

جو کوئی قذف کا جرم کرتا ہے جس پر کہ حد کا اطلاق نہیں ہوتا یا جس کے لئے دفعہ ۶ میں بیان کردہ ثبوت کی کسی صورت سے ثبوت نہیں ملتا یا جس کے لئے دفعہ ۹ کے تحت حد کا اطلاق نہیں ہو سکتا یا حد جاری نہیں ہو سکتی وہ اس ''قذف'' کا مجرم ہو گا جس پر تعزیر لاگو ہو گی۔

(۱۱) ''قذف'' کی سزا کہ جس پر تعزیر لاگو ہو گی

جو کوئی قذف کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے جس پر تعزیر لاگو ہوتی ہو اسے کسی قسم کی سزا دی جائے گی جو دو سال سے زیادہ نہ ہو گی اور ساٹھ کوڑوں کی سزا ہو گی جو کہ

چالیس سے زیادہ نہیں ہوں گے۔

(۱۲) اس دفعہ کے مطابق جرم کی نوعیت کا مسودہ چھاپنا یا کندہ کرنا

جوکوئی ایسا مواد چھاپے یا کندہ کرے گا یہ جانتے ہوئے یا واضح وجوہ پر یقین کرتے ہوئے کہ یہ مواد اس قسم کا ہے جس کا دفعہ ۳ میں حوالہ دیا گیا ہے تو ایسے شخص کو دونوں میں سے کسی ایک قسم کی دو سال تک سزائے قید اور اس کے علاوہ تیس کوڑوں کی یا جرمانہ یا کوئی دو یا تمام سزائیں دی جائیں گی۔

(۱۳) جوکوئی ایسا کوئی مواد چھپا ہوا یا کندہ کیا ہوا جس کا دفعہ ۳ میں حوالہ دیا گیا ہے بیچ گا یا بیچنے کے لئے پیش کرے گا یہ جانتے ہوئے کہ یہ اُس موضوع پر مشتمل ہے تو ایسے شخص کو دونوں میں سے کسی ایک قسم کی دو سال تک سزائے قید اور اس کے علاوہ تمیں تک کوڑوں کی۔ یا جرمانہ یا کوئی دو یا تمام سزائیں دی جائیں گی۔

(۱۴) (۱) کوئی خاوند کسی عدالت میں اپنی بیوی کے خلاف جو دفعہ ۵ کے مترادف معنی میں ''محصن'' ہے زنا کا الزام لگائے اور بیوی اس الزام کو سچا ماننے سے انکار کرے تو اس پر مندرجہ ذیل طریق کار لعن کا اطلاق ہوگا۔

(الف) خاوند عدالت کے روبرو حلف اٹھا کر کہے گا۔

''میں قادر مطلق اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنی بیوی مسمات (بیوی کا نام) کے خلاف زنا کا الزام لگانے میں یقیناً سچا ہوں اور چار دفعہ ایسی ہی قسم کھانے کے بعد وہ کہے گا۔ ''اگر میں اپنی بیوی مسمات (بیوی کا نام) کے خلاف زنا کا الزام لگانے میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔'' اور

(ب) فقرہ بالا (الف) کے مطابق خاوند کے بیان کے بعد بیوی عدالت کے روبرو حلف اٹھا کر کہے گی ''میں قادر مطلق اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میرا خاوند میرے خلاف زنا کا الزام لگانے میں یقیناً جھوٹا ہے۔'' اور چار دفعہ ایسی ہی قسم کھانے کے بعد وہ کہے گی۔ ''اگر وہ مجھ پر زِنا کا الزام لگانے میں سچا ہے تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہو۔''

(۲) ذیلی دفعہ (۱) میں مذکورہ طریق کار مکمل ہونے کے بعد عدالت میاں بیوی کے مابین تنسیخ نکاح کا حکم جاری کرے گی۔ جو تنسیخ نکاح کی ڈگری کے مترادف مؤثر ہوگا اور اس حکم کے خلاف کوئی اپیل نہیں کی جاسکے گی۔

(۳) اگر خاوند یا بیوی اِس طریق کار پر جو ذیلی دفعہ (۱) میں مذکور ہے عمل کرنے سے انکار کرے تو خاوند یا بیوی۔ جیسا کہ صورت ہو۔ کو حراست میں رکھا جائے گا تاوقتیکہ

(الف) خاوند کی صورت میں کہ وہ مذکورہ بالا طریق کار پر عمل پیرا ہونے میں راضی ہو جائے۔

(ب) بیوی کی صورت میں یا تو وہ مذکورہ بالا طریق کار پر عمل پیرا ہونے میں راضی ہو جائے یا خاوند کے الزام کو سچا قبول کرے۔

(۴) بیوی اگر خاوند کے الزام کو سچا قبول کرے تو وہ زنا مستوجب حد کی سزاوار ہوگی اور اسے وہی سزا دی جائے گی۔ جو جرم زنا (نفاذ حد) آرڈی نینس مجریہ ۱۹۷۹ء کے تحت مقرر کی گئی ہے۔

شرح۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(ترجمہ) اور وہ جو اپنی عورتوں کو عیب لگائیں اور ان کے پاس اپنے بیان کے سوا گواہ نہ ہوں تو ایسے کسی کی گواہی یہ ہے کہ چار بار گواہی دے اللہ کے نام سے کہ وہ سچا ہے......اور یہ کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر اگر جھوٹا ہو......اور عورت سے یوں سزا ٹل جائے گی......کہ وہ اللہ کا نام لے کر چار بار گواہی دے کر مرد جھوٹا ہے اور......پانچویں یوں کہ عورت پر غضب اللہ کا اگر مرد سچا ہو۔!!!

(سورۃ النور آیات ۷ تا ۱۰)

(۱۵) اِس آرڈی نینس کے تحت قابل سزا جرم کے ارتکاب کی کوشش پر سزا

جو کوئی اس آرڈی نینس کے تحت قابل سزا جرم کی کوشش کرتا ہے یا جرم کے ارتکاب کے لئے کوشش کا باعث بنتا ہے اور ایسی کوشش میں ارتکاب جرم کے لئے کوئی عمل کرتا ہے تو اسے اس جرم کے تحت دی جانے والی طویل ترین قید کی سزا کا نصف عرصہ قید کی سزا دی جائے گی یا جرم کے تحت دی جانے والی کوڑوں یا جرمانہ کی سزا، یا ان میں سے کوئی دو سزائیں یا تمام سزائیں دی جائیں گی۔

(۱۶) مجموعہ تعزیراتِ پاکستان ایکٹ XLY ۱۸۶۰ کی متعلقہ دفعات کا اطلاق

(۱) جب تک اِس آرڈی نینس میں مزید وضاحت نہیں کی جاتی مجموعہ تعزیرات پاکستان ایکٹ XLY ۱۸۶۰ کے باب ۲ کی دفعہ ۳۴ سے ۳۸ کی شرائط، باب ۳ کی ۶۳ سے ۷۲ تک دفعات اس آرڈی نینس کے تحت متعلقہ جرائم میں مناسب

تبدیلیوں کے ساتھ لاگو ہوں گی۔

(۲) جو کوئی اعانت جُرم کا مرتکب ہوگا جس پر اس آرڈی نینس کے تحت، حد لاگو ہوتی ہو۔اس پر ایسے جرم کے لئے دی گئی ''تعزیر'' کی سزا لاگو ہوگی۔

(۱۷) مجموعہ ضابطہ فوجداری ایکٹ ۵، ۱۸۹۸ کا اطلاق

تاوقتیکہ اس آرڈی نینس میں کوئی مزید وضاحت نہیں کی جاتی مجموعہ ضابطہ فوجداری ایکٹ ۱۸۹۸۷ کی دفعات جیسا کہ مجموعہ میں بیان کی گئی ہیں۔ اس آرڈی نینس کے تحت متعلقہ صورتوں میں مناسب تبدیلیوں کے ساتھ لاگو ہوں گی۔مگر شرط یہ ہے کہ اگر شہادت سے یہ ظاہر ہو کہ مجرم نے کسی دوسرے قانون کے تحت مختلف جرم کیا ہے تو اگر وہ عدالت اس جرم کی سماعت اور سزا دینے کی مجاز ہو تو اسے اس جرم کے بدلے مجرم قرار دے سکتی ہے اور سزا بھی دے سکتی ہے۔

(۲) اس مجموعہ کی سزائے موت کے متعلق توثیق کی شرائط اِس آرڈی نینس کے تحت سزا کی توثیق میں مناسب تبدیلیوں کے ساتھ لاگو ہوں گی۔

(۳) اس مجموعہ کی دفعہ ۳۹۱ کے ذیلی دفعہ ۳ یا دفعہ ۳۹۳ کی شرائط اس آرڈی نینس کے تحت دی گئی کوڑوں کی سزا پر لاگو نہیں ہوں گی۔

(۴) اس مجموعہ کے باب ۲۹ کی شرائط اس آرڈی نینس کی دفعہ ۷ کے تحت دی گئی سزا کی بابت لاگو نہیں ہوں گی۔

(۱۸) عدالت کا سربراہ مسلمان ہوگا

وہ عدالت جس میں مقدمہ زیر سماعت ہو یا جس میں اپیل زیر سماعت ہو اس

کا سربراہ مسلمان ہوگا۔

(۱۹) دوسرا قوانین پر غالب آرڈی نینس

اِس آرڈی نینس کی شرائط موجودہ رائج الوقت کسی قانون کی کسی چیز کا مقابلہ کیئے بغیر مؤثر ہوں گی۔

(۲۰) استثناء

اِس آرڈی نینس کے اعلان سے فوری پہلے کے مقدمات جو کسی عدالت میں تصفیہ طلب ہوں یا وہ جرائم جو اس آرڈی نینس کے اعلان سے قبل کیئے جا چکے ہوں پر اس آرڈی نینس کا کوئی حصہ بھی لاگو نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(ترجمہ) اے ایمان والو شراب اور جُوا اور بت اور فال کے تیر سب شیطان کے گندے کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تا کہ تم نجات پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تم میں دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روکے سو اب بھی باز آ جاؤ۔

☆☆☆

شراب، چرس، بھنگ وغیرہ

اسلام آباد ۱۰ رفروری۔ صدر مملکت نے ہفتہ کے روز ایک حکم جاری کیا جس کا نام حکم اِمتناعی (نفاذ حد) مجریہ ۱۹۷۹ء ہوگا۔ صدارتی حکم کا متن درج ذیل ہے (آرڈر نمبر ۴ مجریہ ۱۹۷۹ء) جبکہ یہ ضروری ہے کہ موجودہ قوانین کو جو کہ منشیات کی روک تھام کے لئے ہیں انہیں اسلام کے ''حکم امتناعی کے مطابق کیا جائے جیسا کہ قرآن اور سنت میں پیش کیا گیا ہے۔ اب اس لئے ۵ر جولائی ۱۹۷۷ء کے اعلان (آرڈر ۱۹۷۷ء چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر) جو کہ جاری ہے اور اس کے تحت تمام اختیارات رکھتے ہوئے صدرِ مملکت اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مندرجہ ذیل حکم جاری کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہے۔

۱۔ مختصر عنوان، وسعت اور نفاذ

۱۔ اس حکم کو حکم امتناعی (حد کا نفاذ) مجریہ ۱۹۷۷ء کیا جائے گا۔

۲۔ اس کی حد پورا پاکستان ہوگا۔

۳۔ یہ حکم ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ بمطابق ۱۰ رفروری ۱۹۷۹ء ہی سے نافذ العمل ہوگا۔

۲۔ تعریفیں

(الف) بالغ سے مراد وہ شخص ہے جس کی عمر ۱۸ سال ہو یا بالغ ہو گیا ہو۔

(ب) مستند میڈیکل آفیسر سے مراد وہ میڈیکل آفیسر ہوگا جسے یہ عہد؛

دے کر صوبائی حکومت نے اختیارات دیئے ہوں۔

(ج) (Bottel) یا (Bottling) سے مراد نشہ آور مادہ کو کسی لگن یا نالی سے بوتل یا مرتبان یا چھوٹے منہ کی بوتل یا اس قسم کے کسی برتن میں فروخت کی غرض سے ڈالا جائے۔ اگر چہ اس میں تیاری کا کوئی مرحلہ طے ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اس میں ایک بوتل یا برتن سے دوسری میں منتقل کرنا بھی شامل ہے۔

(د) (Buy) خرید (Buying) یا خریدنا سے مراد کسی طرح حاصل کرنا خواہ تحفہ یا کسی اور طریقہ سے ہو۔

(ہ) (Collector) کلکٹر سے مراد ایسا شخص ہوگا جسے اس حکم کے تحت کلکٹر کے کچھ یا سارے فرائض یا اختیارات سونپے جائیں گے۔

(و) ''حد'' سے مراد وہ سزا ہوگی جو قرآن اور سنت نے حکم دیا ہے۔

(ز) ''منشیات'' سے مراد وہ چیزیں جو کہ شیڈول میں مخصوص ہیں اور جن میں نشہ آور شراب بھی شامل ہے اور دوسری چیزیں جو کسی شے سے تیار ہوں جسے صوبائی حکومت سرکاری گزٹ میں اس حکم کی تعمیل کے لئے ''نشہ آور'' قرار دیدے۔

(س) ''نشہ آور شراب'' میں اسپرٹ کا گرم شربت، شراب کے اسپرٹ، شراب بیئر تمام وہ محلول جن میں الکوحل اِس مقدار میں ہو جو کہ نشہ کے لئے استعمال ہوتا ہو لیکن اس میں ٹھوس نشہ آور شامل نہیں ہے جب تک کہ اُسے محلول نہ بنایا جائے۔

(ص) مینوفیکچر (تیاری) میں ہر قسم کا طریقہ خواہ وہ قدرتی ہو یا مصنوعی جس کے ذریعہ کوئی نشہ آور چیز پیدا ہو، یا تیار کی جائے یا مرکب بنایا جائے یا دوبارہ کشید کی جائے جس سے نشہ آور شراب بن جائیں۔

(ع) ''جگہ'' میں ایک گھر کوئی شیڈ، گلی، عمارت، دوکان، شامیانہ، گاڑی کوئی کشتی اور ایرکرافٹ شامل ہیں۔

(ف) ''امتناعی افسر'' سے مراد کلکٹر یا کوئی افسر جسے آرٹیکل ۲۱ کے تحت تعینات کیا گیا ہو یا اُسے اختیارات دیئے گئے ہوں۔

(ق) (Public Place) ''عوامی جگہ'' سے مراد ایک گلی، سڑک، شاہراہ پارک، باغ یا کوئی ایسی جگہ جہاں عوام باآسانی جاسکتے ہو جس میں ہوٹل، ریسٹورنٹ، موٹل (جہاں سیاح رات گزارتے ہیں) میس (مشترکہ کھانے کی جگہ اور کلب شامل ہیں لیکن ہوٹل کے وہ رہائشی کمرے شامل نہیں ہیں جو کسی شخص کے قبضہ میں ہوں۔

(ک) (Rectification) (شراب صاف کرنا) میں ہر وہ طریقہ شامل ہے جس سے ہر نشہ آور محلول کو کسی شے کے ملانے سے صاف کیا جائے، رنگ دیا جائے یا اُسے خوشبودار بنایا جائے۔

(ل) ''فروخت'' سے مراد تحفہ یا کسی اور طریقہ سے تبدیلی ہے۔

(م) تعزیر سے مراد ''حد'' کے علاوہ کوئی دوسری سزا۔

(ن) منتقلی سے مراد ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرنا ہے۔

شراب نوشی کی ممانعت اور سزائیں

(۳) منشیات کی تیاری وغیرہ کی ممانعت

(الف) جو کوئی کسی نشہ آور چیز کو درآمد کرتا ہے، برآمد کرتا ہے، منتقل کرتا

ہے یا تیار کرتا ہے۔

(ب) یا کسی نشہ آور شئے کو بوتل میں بھرتا ہے۔

(ج) یا کسی نشہ آور چیز کو بیچتا ہے یا پیش کرتا ہے۔

(د) یا اوپر دیئے گئے کسی فعل کی اجازت اپنی عمارت میں دیتا ہے جو کہ اس کی ملکیت ہے یا اس وقت اس کے قبضہ میں ہے اسے کسی قسم کی قید کی سزا دی جائے گی جو کہ پانچ سال تک ہو سکتی ہے اُس کے لئے کوڑوں کی سزا ہوگی جو کہ تیس سے زیادہ نہ ہوگی اور اسے جرمانہ بھی کیا جا سکے گا۔

(۴) منشیات کی ملکیت اور قبضہ

جو کوئی کسی نشہ آور شے کا مالک ہے یا جس کے قبضے میں ہے یا وہ اپنی حفاظت میں رکھتا ہے اُسے قید کی سزا دی جائے گی جو کہ دو سال سے زیادہ نہ ہوگی یا اُسے کوڑے لگائے جائیں گے جو تیس سے زیادہ نہ ہوں گے اور اُسے جرمانہ بھی کیا جا سکے گا۔ مگر شرط یہ بھی ہے کہ حکم کی یہ شق غیر مسلم غیر ملکی یا غیر مسلم پاکستانی شہری پر لاگو نہیں ہوگی۔ جو کہ اپنی مذہبی رسومات کے موقعہ پر نشہ آور شراب معقول مقدار میں اپنی حفاظت میں رکھتا ہے تا کہ اس رسم کو پورا کرنے کے لئے استعمال کر سکے۔

(۵) شق نمبر ۳، اور نمبر ۴ مخصوص صورتوں میں لاگو نہ ہونگی

دفعہ ۳ اور دفعہ ۴ کی کوئی شرط اس عمل پر لاگو نہیں ہوگی جو اس حکم کی دفعات کسی قانون یا نوٹیفکیشن کے مطابق ہو یا اس کے تحت ہو۔ یا اس کے تحت جاری شدہ لائسنس ہو۔

(۶) شراب نوشی

جو کہ ارادتاً اور ''اکراہ'' اور ''اضطرار'' کے بغیر کوئی نشہ آور شے لیتا ہے خواہ کسی طریقہ سے بھی ہو۔ خواہ اُس کے استعمال سے نشہ پیدا ہوتا ہو یا نہیں۔ وہ شراب نوشی کا مجرم ہوگا۔

وضاحت

(الف) ''اکراہ'' سے مراد کسی شخص کو اُسے ضرر کے خطرے یا اُس کی یا کسی اور شخص کی جائیداد یا عزت کو نقصان پہنچانے کا خطرہ ہے۔

(ب) ''اضطرار'' سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص بہت زیادہ بھوک یا پیاس یا سخت بیماری کی وجہ سے موت کے اندیشہ میں ہو۔

(۷) شراب نوشی کے دو اقسام

شراب نوشی ایسی ہے جس پر حد لاگو ہوگی یا شراب نوشی ایسی ہوگی جس پر تعزیر لاگو ہوگی۔

(۸) شراب نوشی جس پر حد لاگو ہوگی

جو کوئی بالغ مسلمان نشہ آور محلول (شراب) منہ کے ذریعہ پیتا ہے وہ شراب پینے کا مجرم ہے اس پر حد لاگو ہوگی۔ اور اُسے کوڑوں کی سزا دی جائے گی جن کی تعداد (۸۰) ہوگی۔ مگر شرط یہ ہے کہ سزا کی تعمیل اس وقت تک نہ ہوگی جب تک کہ اس کی توثیق اُس عدالت سے نہ ہو جائے جس میں سزایابی کی اپیل دائر ہو اور جب تک کہ سزا کی توثیق ہو کر تعمیل نہیں ہو جاتی اُس وقت تک مجرم مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء کی

دفعات کا پابند سمجھا جائے گا جس میں ضمانت اور سزا کی معطلی شامل ہے اُس کے ساتھ

ایسا ہی سلوک کیا جائے گا۔ جیسا کسی کو قید بلا مشقت دی گئی ہو۔

(۹) شراب نوشی کا ثبوت جس پر حد کا اطلاق ہوگا

شراب نوشی کا ثبوت کہ جس پر حد لاگو ہوگی ذیل میں سے کسی ایک قسم کا ہوگا

(الف) جب ملزم مجاز اور با اختیار عدالت کے روبرو شراب نوشی کے جرم کا

اعتراف کر لیتا ہے اس پر حد کا اطلاق ہوگا۔

(ب) کم از کم دو مسلم مرد گواہ جن کے متعلق عدالت ''تزکیۃ الشہود'' کی

صفات کو پورا کرتے ہوئے کہ وہ سچے اشخاص ہیں اور کبائر گناہ سے باز رہے ہیں

گواہی دیں گے کہ ملزم نے شراب نوشی کے جرم کا ارتکاب کیا ہے اس پر حد کا اطلاق

ہوگا۔

تزکیہ الشہود

تزکیہ الشہود کی دفعہ سے مراد وہ طریق کار ہے جو عدالت گواہوں کے معتبر

ہونے کی تحقیق کے لئے اختیار کرے۔

(۱۰) وہ صورتیں جن میں حد کا نفاذ نہیں ہوگا

(۱) درج ذیل حالات میں حد کا اطلاق نہیں ہوگا۔

(الف) جبکہ شراب نوشی صرف مجرم کے اعتراف جرم ہی سے ثابت ہوئی

ہو اور وہ اپنے جرم سے حد کی تعمیل سے قبل انحراف کرتا ہو۔

(ب) جبکہ شراب نوشی شہادتوں سے ثابت ہوئی ہو اور حد کی تعمیل سے قبل

کوئی گواہ اپنی شہادت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے تاکہ گواہوں کی تعداد دو سے کم ہو جائے۔

(۲) نمبر ا میں بیان کردہ صورتِ حال میں عدالت مجریہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء کے تحت دوبارہ سماعت کر سکتی ہے۔

(۱۱) شراب نوشی جس پر تعزیر کا اطلاق ہوگا

(الف) مسلمان ہونے کی صورت میں جب کہ وہ شراب نوشی کا مجرم ہو اور دفعہ نمبر ۸ کے تحت اُس پر حد کا اطلاق نہیں ہوتا ہو اور دفعہ نمبر ۸ کے تحت اُس پر حد کا اطلاق نہیں ہوتا ہو اور دفعہ نمبر ۹ کے تحت بیان کی گئی گواہوں کی اقسام میں سے کوئی میسر نہ ہو۔ اور عدالت مطمئن ہو کہ ریکارڈ پر موجود شہادت سے جرم ثابت ہوتا ہے۔

(ب) غیر مسلم کی صورت میں جبکہ وہ پاکستان کا شہری ہو اور وہ شراب نوشی کا مجرم ہو سوائے ان رسومات کے جن میں مذہبی طور پر شراب نوشی شامل ہو۔

(ج) غیر مسلم کی صورت میں جو کہ پاکستان کا شہری نہیں ہے۔ اُس نے شراب نوشی کے جُرم کا ارتکاب کیا جائے عام (Public place) پر کیا ہو اُس پر تعزیر کا اطلاق ہوگا۔ اور اُسے کسی قسم کی تین سال تک قید کی سزا دی جا سکتی ہے۔ یا اُسے کوڑے مارے جائیں جو تیس سے زیادہ نہ ہوں گے اور یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

(۱۲) دفعہ ۸ اور دفعہ ۱۱ کی خلاف ورزی کے شبہ پر گرفتاری

(۱) کوئی پولیس آفیسر کسی شخص کو اس شبہ پر کہ اُس نے دفعہ ۸ اور دفعہ ۱۱ کی

خلاف ورزی کرتے ہوئے نشہ آور شے لی ہے کو نہ حراست میں رکھے گا اور نہ گرفتار کر سکے گا۔ تاوقتیکہ وہ ایسے شخص کو معائنہ کے لئے کسی مستند میڈیکل آفیسر کے پاس اُس کے ساتھ جانے کو کہے اور وہ شخص اُس پولیس آفیسر کے ساتھ جانے سے یا میڈیکل پریکٹیشنر سے معائنہ کرانے سے انکار کر دے اور وہ پولیس آفیسر تصدیق کر دے کہ اس شخص نے نشہ آور شے استعمال کی ہے۔

(ج) جو کوئی شق (ا) کی دفعات کی خلاف ورزی کرتا ہے اُسے ۶ ماہ تک قید کی سزا دی جا سکے گی یا پانچ سو تک جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

(۱۳) پریشان کن تاخیر کی سزا

کوئی آفیسر یا کوئی شخص جو اس حکم کے تحت اختیارات استعمال کرتے ہوئے جو کسی گرفتار شدہ شخص اس حکم کی کسی دفعہ کو امتناعی آفیسر کے سامنے پیش کرنے میں پریشان کن اور غیر ضروری تاخیر کرتا ہے اُسے ایک ہزار روپیہ تک جرمانہ کی سزا دی جائے گی۔

(۱۴) اشیاء جن پر ضبطی کا اطلاق ہو گا

اس حکم کے تحت کسی ایسی صورت میں جس میں جرم کا ارتکاب کیا گیا ہو، نشہ آور شے، شراب کی بھٹی، برتن آلات اور تجرباتی آلات جو اس سے متعلق ہوں یا جن کے ذریعہ سے جرم کا ارتکاب کیا گیا ہو۔ ان تمام برتنوں ڈبوں (Packing) اور پردوں (Coverings) جانوروں، جہازوں، (کشتیاں) چھکڑوں یا دوسری گاڑیوں سمیت جو کہ نشہ آور شے کو قبضہ میں رکھنے یا لے جانے کے لئے استعمال کئے

گئے ہوں سب پر ضبطی کا اطلاق ہوگا۔

(۱۵) ضبطی کا حکم کیسے دیا جائے گا؟

(۱) اس حکم کے تحت کسی ایسی صورت میں جب کہ کوئی ایسی چیز اس میں آتی ہو کہ اُسے ضبط کرلیا جائے تو عدالت فیصلہ کرتے ہوئے ایسی ضبطی کا حکم دے سکتی ہے باوجود اس کے کہ اس شخص کی بریت کا جائزہ لیا جائے۔

(۲) جب کہ اس حکم کے تحت کوئی جرم کیا گیا ہے اور مجرم معلوم نہیں اور نہ اُسے گرفتار کیا جا سکا ہے یا جبکہ کوئی چیز جس کی اس حکم کے تحت ضبطی کرنا مقصود ہو اور وہ چیز کسی کے قبضہ میں نہ ہو اُس کو قابلِ اطمینان شمار نہیں کیا جائے گا۔ اس کیس کی تحقیقات کی جائے گی اور وہ کیس کلکٹر یا ضلع کے امتناعی آفیسر یا کوئی ایسا آفیسر جسے صوبائی حکومت نے اس سلسلے میں مقرر کیا ہو کے زیرِ غور ہوگا جو ضبطی کا حکم دے سکتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ کوئی ایسا حکم اس وقت تک نہیں دیا جا سکتا تاوقتیکہ ان اشیاء کو قبضہ میں لئے ہوئے جن کی ضبطی مقصود ہو پندرہ دن کی مدت گزر جانے یا ایسے اشخاص کو سنے بغیر اگر کوئی ہو جو اِس میں کسی حق کا دعویٰ کرتا ہو اور کوئی شہادت اگر ہو اور وہ اپنے دعویٰ کے لئے پیش کرنا چاہتے ہوں، ضبطی کا حکم نہیں دے سکتا۔

(۱۶) ایسے جرائم کا اختیارِ سماعت

(۱) درج ذیل جرائم قابلِ سماعت ہوں گے۔

(الف) جرم جو کہ دفعہ ۳ کے تحت قابل سزا ہو۔

(ب) جرم جو کہ دفعہ ۴ دفعہ ۸ اور دفعہ ۱۱ کے تحت قابل سزا ہو جبکہ اس کا

ارتکاب جائے عام پر کیا گیا ہو۔

(۲) کسی عدالت کو بھی اختیار سماعت نہیں ہوگا۔ اگر ایسا جرم ہو جس کی سزا حسب ذیل ہو۔

(الف) دفعہ ۱۲ اور دفعہ ۱۴ سوائے اس شخص کے استغاثہ کے جس کے متعلق جُرم کا ارتکاب کیا گیا ہو۔

(ب) دفعہ ۱۰ سوائے اس شکایت کے جو امتناعی افسر یا اس کے ایماء پر کی گئی ہو۔

ادویاتی یا اس قسم کے دوسرے مقاصد کے لئے لائسنس

(۱۷) نیک نیت ادویاتی یا دوسرے مقاصد کے لئے لائسینس

صوبائی حکومت یا صوبائی حکومت کے ماتحت کلکٹر کسی شخص کو کسی ادارہ کے لئے لائسنس جاری کر سکتا ہے۔ وہ ادارہ حکومت کے زیر انتظام ہو یا نہ ہو۔

(الف) کسی نشہ آور شے یا ایسی شے جو نشہ آور محلول (شراب) پر مشتمل ہوئی تیاری، درآمد نقل و حمل فروخت اور قبضہ کے لئے لائسنس حاصل کیا جا سکتا ہے۔ صرف اس بنا پر کہ ایسی چیز یا نشہ آور شے کی ایسے شخص کو ایسے ادارہ کو ایک نیک نیت ادویاتی، سائنسی، صنعتی یا اسی قسم کے دوسرے مقاصد کے لئے یا غیر مسلم پاکستانی شہری کے لئے جب کہ وہ اِسی کے مذہبی رسم کا حصہ ہو یا کسی غیر مسلم یا کسی غیر ملکی کے لئے ضرورت ہو۔

(ب) کسی نشہ آور شے یا چیز جو شراب پر مشتمل ہوگی برآمد کے لئے

(۱۸) لائسنس کی قسمیں اور شرائط

ہر لائسنس جو اس حکم کے تحت جاری ہوگا وہ:

(الف) مخصوص فیس کی ادائیگی، اگر کوئی ہو، مخصوص وقت کے لئے اور مخصوص شرائط پر ہوگا۔

(ب) خاص قسم کا ہوگا اور خاص تفصیلات پر مشتمل ہوگا جیسا کہ عام طور پر یا مخصوص حالت میں صوبائی حکومت ہدایت کرے۔

(۱۹) لائسنس کی منسوخی یا معطلی کے اختیارات

(۱) کلکٹر لائسنس کو معطل یا منسوخ کر سکتا ہے۔

(الف) اگر کوئی ادائیگی لائسنس یافتہ کے ذمہ ہو اور اس نے ادا نہ کی ہو۔

(ب) لائسنس ہولڈر اُس کے ملازم کسی شخص نے جو اس کے ساتھ کام کرتا ہو یا جس نے اُس کے ایماء پر اجازت لے رکھی ہو، لائسنس کی شرائط یا قواعد کی خلاف ورزی کی ہو۔

(۲) کلکٹر لائسنس کو منسوخ کر دے گا۔ اگر

(الف) لائسنس ہولڈر اس حکم کے تحت کسی جرم سے سزایاب ہو۔

(ب) اُس مقصد کے لئے جس کے لئے لائسنس جاری کیا گیا تھا ختم ہو جائے۔

(۳) جب اور جوں ہی کوئی لائسنس شق ۱، اور شق ۲ کے تحت منسوخ کیا گیا ہو وہ لائسنس ہولڈر کلکٹر کے پاس نشہ آور شراب یا ایسی اشیاء جو شراب پر مشتمل ہوں

موجودہ اسٹاک سے فوری طور پر آگاہ کرے گا اور اس اسٹاک کو اس مستند شخص کے حوالے کر دے گا جسے کلکٹر مخصوص کرے۔

(۲۰) لائسنس کی شرائط کی خلاف ورزی پر سزا

کسی لائسنس ہولڈر یا اُس کے ملازم، اُس کے ساتھ کام کرنے والے یا جس کے ایماء پر اُسے اجازت معنوی دی گئی ہو اس نے لائسنس کے قواعد و شرائط میں سے کسی ایک کی خلاف ورزی کی ہو۔ ایسے لائسنس ہولڈر کو لائسنس کو معطلی یا منسوخی کے علاوہ اور اس سزا کے علاوہ جو اُس حکم کے تحت اس پر لاگو ہوگی اُسے کسی قسم کی قید کی سزا جو ایک سال تک ہوگی دی جا سکے گی تاوقتیکہ وہ یہ نہ ثابت کر دے کہ اس نے ایسی خلاف ورزی روکنے کے لئے اپنی حتی المقدور کوشش کی ہے۔ اور کوئی شخص ایسی خلاف ورزی کرتا ہے خواہ وہ لائسنس ہولڈر کی مرضی سے کرتا ہے یا بغیر مرضی کے وہ بھی اِس قسم کی سزا کا مستحق ہوگا۔

عملہ اور روک تھام

(۲۱) آفیسرز کی تعیناتی

صوبائی حکومت وقتاً فوقتاً سرکاری گزٹ میں اعلان کے ذریعے۔

(الف) کسی افسر کو اس حکم کے تحت کلکٹر کے اختیارات کسی علاقہ کے لئے جو اعلان میں مخصوص کیا گیا ہو سونپ سکتی ہے اور اُسی علاقہ میں اس حکم کی دفعات کے نظم و نسق کے لئے مقرر کر سکتی ہے۔

(ب) مخصوص عہدوں، اختیارات اور فرائض کے لئے جو کلکٹر یا دیگر

امتناعی افسران کی مدد کے لئے جیسا صوبائی حکومت مناسب سمجھے افسران مقرر کرسکتی ہے۔

(ج) کسی امتناعی افسر کو اس حکم کے تحت تمام یا کوئی اختیار تفویض کرسکتی ہے۔

افسران وغیرہ کے اختیارات، فرائض اور طریق کار

(۲۲) تلاشی کے وارنٹ کا اجراء

(۱) اگر کوئی کلکٹر یا امتناعی افسر یا مجسٹریٹ جسے بھی اطلاع ملے اور تحقیقات کے بعد اگر وہ ضروری خیال کرے اُس کے پاس یہ یقین کرنے کی وجہ موجود ہے کہ دفعہ ۳، دفعہ ۴، دفعہ ۸ اور دفعہ ۱۱ کے تحت جُرم کا ارتکاب ہوا ہے وہ کسی نشہ آور شے، مادے، شراب کی بھٹی، برتن آلات اور تجرباتی آلات جن سے پیش کردہ جرم کا ارتکاب ہوا ہو کی تلاشی کے وارنٹ جاری کرسکتا ہے۔

(۲) کوئی شخص جس کے ذمہ اس قسم کے وارنٹ کی تعمیل ہو وہ کسی کو حراست میں رکھ سکتا ہے اور تلاشی لے سکتا ہے اور اگر دفعہ ۱۲ کی شق (۱) کی پابندی میں اگر وہ مناسب خیال کرے تو ایسے شخص کو گرفتار کرسکتا ہے جو اُس جگہ پر پایا گیا ہو جہاں تلاشی لی گئی ہو اور اس کے پاس یہ یقین کرنے کی وجہ موجود ہو کہ وہ شخص دفعہ ۳، دفعہ ۴، دفعہ ۸ اور دفعہ ۱۱ کے تحت جرم کا مرتکب ہے۔

(۲۳) امتناعی افسران کے اختیارات

اس حکم کے تحت گزشتہ دفعات میں دیئے گئے اختیارات کے علاوہ ایک

امتناعی افسر قابل دست اندازی جُرم کی تحقیقات میں ان تمام اختیارات کا مجاز ہوگا جو پولیس اسٹیشن کے افسر انچارج کے ہوتے ہیں۔

(۲۴) سابقہ سزایابی کے بعد اس جرم کی اضافہ شدہ سزا

جو کوئی عدالت اس حکم کے تحت قابل سزا جرم کی سزا پا چکا ہو اور اس جُرم کا مرتکب ہو تو اس جرم کی مجوزہ سزا کے علاوہ اُسے ہر جرم کی باری پر قید کی سزا بھی دی جائے گی۔

اس حکم کے تحت ارتکاب جرم کی کوشش پر سزا

جو کوئی اس حکم کے تحت جرم کے ارتکاب کی کوشش کرتا ہے یا اس جرم کے ارتکاب کا سبب بنتا ہے اور اس کوشش میں جرم کے ارتکاب کے لئے ایسا عمل کرتا ہے یا اسے قابلِ سزا جرم کی دفعہ ۸ کے تحت سزا دی جائے گی جو کہ ۲ سال تک قید بامشقت ہوگی اور دیگر حالات میں اس عرصہ تک قید کی سزا دی جاسکے گی جو کہ اس جرم کی سزا میں دی گئی طویل ترین قید کی سزا کا نصف تک ہوسکتا ہے یا جُرم کی سزا میں دی گئی کوڑوں کی سزا یا جرمانے کی سزا یا کوئی دو سزائیں یا تمام سزائیں دی جائیں گی۔

مجموعہ تعزیرات پاکستان ۱۸۶۰ء کی ایسی دفعات کا اطلاق

جب تک کہ اِس حکم میں اور وضاحت نہیں کی جاتی باب ۲ کی ۳۴ سے ۳۸ تک وضاحت اور باب ۳ کی ۶۳ سے ۷۲ تک وضاحت اور مجموعہ تعزیراتِ پاکستان ۱۸۶۰ء کا باب ۵، اور باب VA(FA) کی دفعات مناسب تبدیلیوں کے ساتھ اِس حکم کے تحت لاگو ہوں گی۔

(۲۷) مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۰ء کا اطلاق

(۱) جب تک اس حکم میں اور وضاحت نہیں کی جاتی مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء جیسا کہ اس مجموعے میں ہے اس حکم کے تحت مناسب تبدیلیوں کے ساتھ لاگو ہوگا۔

مگر شرط یہ ہے کہ اگر شہادت سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ مجرم نے کسی دوسرے قانون کے تحت مختلف جرم کا ارتکاب کیا ہے اور اگر عدالت اس جرم کی سماعت اور سزا دینے کی مجاز ہو تو اُسے اس جرم کی سزا دی جائے گی۔

(۲) اس مجموعہ کی دفعات جن کا تعلق سزائے موت کی توثیق سے ہے مناسب تبدیلیوں کے ساتھ سزا کی توثیق کے لئے اس حکم کے تحت لاگو ہوں گی۔

(۳) اس مجموعہ کی دفعہ ۳۹۱ کی شق ۳ یا دفعہ ۳۹۳ اس حکم کے تحت دی جانے والی کوڑوں کی سزا پر لاگو نہیں ہوگی۔

(۴) اس مجموعہ کے باب ۲۹ کی دفعات کا اطلاق اس حکم کی دفعہ ۸ کے تحت دی گئی سزا پر نہیں ہوگا۔

قانونی ذمہ داری سے برأت

کوئی مقدمہ، گرفتاری یا کوئی قانونی کارروائی صوبائی حکومت، پولیس افسر، انتناعی افسر یا کوئی دوسرا افسر یا ایسا کام جو اس حکم کے تحت یا اس حکم کے تحت بنائے ہوئے قوانین کے تحت نیک نیتی سے کیا گیا ہو کے خلاف کوئی مقدمہ، گرفتاری یا کوئی قانونی کارروائی نہیں کی جائے گی۔

(۲۹) دوسرے قوانین پر غالب حکم

یہ حکم موجودہ رائج کسی دوسرے قانون کی کسی چیز کا مقابلہ نہ کرتے ہوئے غالب طور پر مؤثر ہوگا۔

(۳۰) عدالت کا صدارتی افسر مسلمان ہوگا

اس عدالت میں جس میں مقدمہ زیرِ سماعت ہوگا یا اپیل زیر سماعت ہوگی اس حکم کے تحت اس عدالت کا صدارتی افسر مسلمان ہوگا۔

مگر شرط یہ ہے کہ اگر ملزم غیر مسلم ہو تو صدارتی افسر بھی غیر مسلم ہوسکتا ہے۔

(۳۱) قوانین بنانے کے اختیارات

(۱) صوبائی حکومت سرکاری گزٹ میں اعلان کے ذریعہ اس حکم کی دفعات کو مؤثر بنانے کے لئے قوانین بنا سکتی ہے۔

(۲) خاص طور پر اور بلاتعصب گزشتہ دفعات کی عمومیت کے لئے صوبائی حکومت درج ذیل قانون بنا سکتی ہے۔

(الف) لائسنس کے اجراء اور اس کی شرائط کے نفاذ کے لئے۔

(ب) امتناعی افسران کے اختیارات اور فرائض کو اس حکم کے مقاصد کی تائید کے لئے مقرر کرنے کے لئے۔

(ج) امتناعی افسران کے تحقیق اور تفتیش کے متعلق ان کے علاقائی اختیارات کا تعین کرنے کے لئے۔

(د) کسی افسر کو کوئی اختیار دیتے ہوئے یا فرض کی ادائیگی کے لئے مجاز

بنانے کے لئے۔

(ر) کلکٹر اور دوسرے امتناعی افسران کے اختیار کو باقاعدہ بنانے کے لئے جو انہیں اس حکم سے اور اس حکم کے تحت تفویض کئے گئے ہوں۔

(س) اس بات کو واضح کرنے کے لئے کہ کن مقدمات یا کن اقسام کے مقدمات کی فیصلے کے بعد اپیل ہو سکے گی آیا اصل یا متعلق بہ اپیل جو کہ عدالت کے علاوہ کسی اتھارٹی نے اس حکم کے تحت قوانین کے تحت منظور کی ہو۔ یا کوئی اتھارٹی ایسے احکامات کی نظر ثانی کرے گی۔ یا وقت مقرر کرنے کے لئے اور اپیل دائر کرنے کے طریقے کے متعلق اور اس کی کارروائی کے طریق کار کے متعلق۔

(ص) ضبط شدہ دفعات کو ختم کرنے کے لئے اور اس کے متعلق کارروائی کے لئے۔

(۳۲) استثناء

اِس حکم کو ان مقدمات پر لاگو تصور نہیں کیا جاسکے گا جو عدالتوں میں اس حکم کے اعلان سے فوراً پہلے تصفیہ طلب ہیں۔ یا وہ جرائم جو کہ ایسے اعلان سے پہلے کئے جا چکے ہیں۔

(۳۳) تنسیخ

مندرجہ ذیل قوانین منسوخ کر دیئے گئے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

(الف) قانون امتناعی ۱۹۷۷ء (XXIV_۱۹۷۷)

(ب) بلوچستان قانون امتناعی

(ب) بلوچستان قانون امتناعی ۱۹۷۸ء (بلوچستان آرڈی نینس نمبر ۱۱)

(ج) شمال مغربی سرحدی صوبہ امتناعی آرڈی نینس ۱۹۷۸ء

(د) پنجاب امتناعی آرڈی نینس (پنجاب آرڈی نینس نمبر ۶ ۱۹۷۸ء)

(ر) سندھ امتناعی آرڈی نینس (سندھ امتناعی آرڈی نینس ۱۹۷۸ء)

جدول

(۱) پتے، چھوٹی ڈنڈیاں، ہندوستانی پودا بھنگ یا حشیش کے پھولوں یا پھلوں کی اوپر کی کلیاں (ڈوڈے) بشمول بھنگ، سدھی یا گانجا کی تمام اقسام)

(۲) چرس جو کہ ہندوستانی بھنگ یا حشیش کے پودے سے حاصل کیا ہوا گندہ بیروزہ جسے ضروری پیکنگ اور نقل و حمل کے علاوہ کسی جگہ توڑ موڑ کر استعمال کیا گیا ہے۔

(۳) کوئی محلول جو (۱) اور (۲) میں اندراج کی گئی اشیاء کے مادی توازن یا عدم توازن سے بنا ہو۔ یا کوئی ایسا مشروب جو ان سے بنایا گیا ہو۔

(۴) افیون اور افیون سے بننے والی شے جیسا کہ خطرناک ادویات ایکٹ ۱۹۳۰ء میں بیان کیا گیا ہے۔

(۵) (Coca - Leaf) کوکین اور کوکین سے بننے والی اشیاء جیسا کہ خطرناک ادویات ایکٹ ۱۹۳۰ء میں بیان کیا گیا ہے۔

(۶) حشیش۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔

(ترجمہ)......اور چور خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کی کمائی کا بدلہ اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

چوری، ڈکیتی، راہزنی

جائیداد کے خلاف جرائم (نفاذ حدود) آرڈی نینس مجریہ ۱۹۷۹ء

۱۹۷۹ء کا نمبر ۶ آرڈی نینس سے مراد ایسے قانون کو جو جرائم خلاف جائیداد کے متعلق ہے اسے اسلام کے امتناعی احکامات کی توثیق کے مطابق لانا ہے۔

جب کہ یہ ضروری ہے کہ موجودہ ایسے قانون کو جو جرائم خلاف جائیداد کے متعلق ہے کو تبدیل کیا جائے اور اسے اسلام کے امتناعی احکامات کی توثیق میں لایا جائے جیسا کہ قرآن اور سنت میں بیان کیا گیا ہے۔

اور جب کہ صدر مطمئن ہے کہ ایسے حالات موجود ہیں جو فوری قدم کا تقاضا کرتے ہیں۔ اب اس لئے ۵ر جولائی ۱۹۷۷ء کے اعلان کی پیروی میں جو قانونی احکامات کے ساتھ ہوا (C-M-L-A) حکم نمبر ۱)

صدر مملکت درج ذیل آرڈی نینس کے تیار کرنے اور جاری کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔

(۱) مختصر عنوان، وسعت اور نفاذ

(۱) اس آرڈی نینس کو جرائم خلاف جائیداد (نفاذ حدود) آرڈی نینس ۱۹۷۹ء کہا جائے گا۔

(۲) اس کی حد پورا پاکستان ہوگا۔

(۳) یہ حکم ۱۲/ربیع الاول ۱۳۹۹ھ بمطابق ۱۰/فروری ۱۹۷۹ء سے نافذالعمل ہوگا۔ اس آرڈی نینس کے متن میں جب تک کوئی تبدیلی نہ ہو۔

(۲) تعریفیں

(الف) بالغ سے مراد وہ شخص ہوگا جس کی عمر ۱۸ سال ہوگئی ہو یا وہ بالغ ہو

(ب) مجاز میڈیکل آفیسرز سے مراد جسے حکومت کی طرف سے عہدہ دیا گیا ہو اور اختیارات دیئے گئے ہوں۔

(ج) ''حد'' سے مراد وہ سزا ہے جسے قرآن اور سنت نے جاری کیا ہو۔

(د) ''حرز'' سے مراد ایسا انتظام ہے جو جائیداد کی تحویل کیلئے کیا گیا ہو۔

وضاحت

(۱) جائیداد جو کہ گھر میں رکھی ہو خواہ اس کے دروازے بند ہوں یا کھلے یا کسی الماری یا بکس یا کسی رکھنے والی جگہ پر رکھی ہو یا کسی شخص کی تحویل میں ہو خواہ اُسے اس کی حفاظت کا معاوضہ ملتا ہو یا نہ ملتا ہو وہ جائیداد حرز میں شمار ہوگی۔

وضاحت

(۲) اگر ایک گھر میں ایک خاندان رہتا ہے وہ سارا گھر ''حرز'' کہلائے گا لیکن اگر دو یا اس سے زیادہ خاندان ایک ہی گھر میں علیحدہ علیحدہ رہتے ہوں مکان کا وہ حصہ جو ہر ایک کے قبضہ میں ہوگا وہ علیحدہ ''حرز'' کہلائے گا۔

(ر) ''عمر قید'' سے مراد موت تک قید ہوگی۔

(س) ''نصاب'' سے مراد وہ نصاب ہوگا جس کو دفعہ ۶ میں بیان کیا گیا ہے۔

(ص) تعزیر سے مراد کوئی سزا جو "حد" کے علاوہ ہوگی اور وہ تمام شرائط اور وضاحتیں جنہیں تعزیراتِ پاکستان ۱۸۶۰ء میں ہے یا مجموعہ تعزیرات فوجداری ۱۸۹۸ء میں ہے۔

(۳) دوسرے قوانین پر غالب آرڈی نینس

اِس آرڈی نینس کی دفعات موجودہ رائج کسی دوسرے قانون کی کسی چیز کا مقابلہ نہ کرتے ہوئے غالب طور پر مؤثر ہوں گی۔

(۴) چوری کی دواقسام

چوری کی دو قسمیں ہوں گی۔

ایک چوری جس پر حد کا اطلاق ہوگا اور دوسری وہ چوری جس پر تعزیر لاگو ہوگی۔

(۵) چوری جس پر حد کا اطلاق ہوگا

جوکوئی بالغ چھپ کر کسی "حرز" سے جائیداد کی چوری کرتا ہے جس کی قیمت "نصاب" جتنی ہو یا اُس سے زیادہ ہو جو کہ چوری کی گئی ہو یہ جانتے ہوئے کہ یہ "نصاب" کی قیمت کا ہے یا اس کے قریب ہے اس پر اس آرڈی نینس کی دفعات کے مطابق چوری کا وہ جرم کہلائے گا جس پر حد لاگو ہوگی۔

وضاحت

(۱) اِس دفعہ میں "چوری شدہ جائیداد" میں وہ جائیداد شامل نہیں ہے جو مجرمانہ طور پر تصرف بے جا میں لائی گئی ہو یا امانت میں مجرمانہ خلاف ورزی کی گئی ہو۔

وضاحت

(۲) اِس دفعہ میں ''خفیہ طور پر'' سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص جو چوری کا جرم کرتا ہے اور یہ یقین کرتا ہے کہ چوری کا شکار ہونے والا اُس کے عمل سے واقف نہیں۔ ''خفیہ طور پر'' جائیداد کے اخراج کے لئے یہ ضروری ہے کہ اگر دن کا وقت ہو جس میں سورج کے طلوع سے ایک گھنٹہ قبل اور غروب آفتاب سے دو گھنٹے کے بعد شامل ہے خفیہ طور پر اس وقت تک لاگو ہوگا جب تک کہ جرم کا ارتکاب مکمل ہو جائے اور اگر یہ رات ہو تو جرم کے آغاز سے تکمیل ارتکاب جرم ضروری نہیں ہے۔

(۶) نصاب

نصاب جس پر حد لاگو ہوگی وہ ۴۹۴۵۷ گرام سونے کے مطابق ہوگا یا چوری کے وقت دوسری جائیداد جو اس قیمت کے برابر ہوگی۔

وضاحت

اگر چوری کے جرم کا ارتکاب ایک ہی ''حرز'' سے کیا ہو اور چوری شدہ جائیداد ہر صورت میں نصاب سے کم ہو یہ ایسی چوری نہ ہوگی جس پر حد لاگو ہوگی۔ اگر چہ تمام صورتوں میں جمع کرنے سے جائیداد نصاب تک پہنچ جائے یا نصاب سے بڑھ جائے۔

(الف) اگر الف ایک گھر میں داخل ہوتا ہے جو ایک خاندان کے قبضہ میں ہے اور مختلف کمروں سے جائیداد اٹھا لیتا ہے جن کی قیمت اکٹھی ہو کر نصاب جتنی ہو جاتی ہے یا اس سے بڑھ جاتی ہے۔ ایسی چوری پر حد لاگو ہوگی۔ اگر چہ کسی ایک کمرے

سے اٹھائی ہوئی جائیداد نصاب جتنی نہ ہو۔ اگر گھر میں ایک سے زیادہ خاندان رہتے ہیں اور ''حرز'' سے اٹھائی گئی جائیداد جو کسی ایک خاندان سے اٹھائی گئی ہو نصاب سے کم ہو تب چوری پر حد لاگو نہیں ہوگی۔ اگرچہ ان کل جائیدادوں کی قیمت جو اُس گھر سے اٹھائی گئی ہوں مل کر نصاب سے بڑھ جائے یا نصاب تک پہنچ جائے۔

(ب) الف کسی گھر میں کئی مرتبہ داخل ہوتا ہے اور ہر مرتبہ اتنی جائیداد لے جاتا ہے جو کہ نصاب کی قیمت تک نہیں پہنچتی ایسی چوری پر حد لاگو نہیں ہوگی اگرچہ تمام مرتبہ کی گئی چوری کا کل سامان نصاب کی قیمت تک پہنچ جائے یا نصاب کی قیمت سے بڑھ جائے۔

(۷) چوری کا ثبوت جس پر حد لاگو ہوگی

چوری کا ثبوت جس پر حد کا اطلاق ہوگا درج ذیل میں سے کسی ایک قسم پر ہوگا۔

(الف) کوئی ملزم جرم کے ارتکاب کا اعتراف کر لیتا ہے اس پر چوری کی حد لاگو ہوگی۔

(ب) کم از کم دو مسلم بالغ مرد شہادتیں ہوں جن میں چوری کا شکار شامل نہ ہو جن کے متعلق عدالت ''تزکیۃ الشہود'' کی ضروریات کو پورا کرتے ہوئے کہ وہ سچے اشخاص ہیں اور کبائر گناہ سے باز رہے ہیں گواہی دیں کہ وہ موقع کے عینی گواہ ہیں۔

مگر شرط یہ ہے کہ اگر ملزم غیر مسلم ہو تو عینی گواہ غیر مسلم ہو سکتا ہے مزید شرط یہ ہے کہ چوری کے شکار کے بیانات یا اُس کے مقرر کردہ شخص کے بیانات عینی گواہوں

کے بیانات سے قبل ریکارڈ کئے جائیں۔

وضاحت

تزکیۃ الشہود کی شرط سے مراد وہ طریق کار ہے جو عدالت گواہوں کے معتبر ہونے کی تحقیق کے لئے اختیار کرے۔

(۸) ایک سے زیادہ اشخاص کا چوری کا ارتکاب جس پر حد کا اطلاق ہوگا

جہاں ایسی چوری ہو جس پر حد لاگو ہوتی ہو اور چوری کا ارتکاب ایک سے زیادہ اشخاص نے کیا ہو اور چوری شدہ جائیداد کی مجموعی قیمت اتنی ہو کہ اگر وہ جائیداد ان تمام اشخاص میں جو اُس ''حرز'' میں داخل ہوئے تھے برابر تقسیم کردی جائے اور ان میں سے ہر ایک کے حصے میں اتنی جائیداد آئے جس کی قیمت نصاب کے برابر ہو یا نصاب سے بڑھ جائے اُن تمام اشخاص پر ''حد'' کا اطلاق ہوگا جو تمام ''حرز'' میں داخل ہوئے تھے خواہ اُن میں سے کسی ایک نے چوری شدہ جائیداد یا اُس کے متعلق کسی حصے کو نہ اٹھایا ہو۔

(۹) چوری جس پر حد کا اطلاق ہوگا کی سزا

(۱) جو کوئی چوری کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے جس پر حد لاگو ہوتی ہے اُس کو پہلی بار کلائی کے جوڑ سے دایاں ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائے گی۔

(۲) جو کوئی چوری کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے جس پر حد کا اطلاق ہوتا ہو اور اُس نے دوسری مرتبہ چوری کی ہو اُس کا بایاں پاؤں ٹخنے تک کاٹ دینے کی سزا دی

جائے گی۔

(۳) جو کوئی چوری کا ارتکاب تیسری دفعہ کرتا ہے جس پر حد کا اطلاق ہوتا ہو یا اُس کے بعد کسی وقت کرتا ہے اُسے عمر قید کی سزا دی جائے گی۔

(۴) شق نمبر ا اور شق نمبر ۲ کے تحت سزا کی تعمیل اس وقت تک نہ ہوگی جب تک کہ اس کی توثیق اُس عدالت سے نہ ہو جائے جس میں سزایابی کی اپیل دائر ہو اور جب تک کہ سزا کی توثیق ہو کر تعمیل نہیں ہو جاتی اُس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جائے گا جیسے اُسے بلا مشقت قید کی سزا دی گئی ہو۔

(۵) اُس شخص کی صورت میں جسے شق نمبر ۳ کے تحت عمر قید کی سزا دی گئی ہو اگر ہائی کورٹ اس پر مطمئن ہو جائے کہ وہ خلوص دل سے توبہ کرتا ہے تو وہ عدالت اُسے مخصوص معاہدہ اور شرائط پر جیسا کہ عدالت مناسب خیال کرے اُسے بَری کر سکتی ہے۔

(۶) عضو کاٹنے کا عمل مقررہ میڈیکل آفیسر ہی سے سرانجام پائے گا۔

(۷) اگر ''حد'' کی تعمیل کے وقت مقررہ میڈیکل آفیسر کی رائے یہ ہے کہ مجرم کے ہاتھ یا پاؤں کاٹنا اُس کی موت کا باعث ہو سکتے ہیں۔ ''حد'' کی تعمیل اُس وقت تک کے لئے ملتوی کر دی جائے گی جب کہ موت کا خدشہ نہ رہے۔

(۱۰) ایسی صورت جس میں حد کا نفاذ نہیں ہوگا

''حد'' درج ذیل صورتوں میں لاگو نہیں ہوگی جن کے نام یہ ہیں۔

(الف) جب کہ مجرم اور شکار ہونے والا دونوں ایک دوسرے کے ذیل

کے رشتہ دار ہوں۔

(i) شوہر و زوجہ۔

(ii) ماں یا باپ کی طرف سے اجداد ہوں۔

(iii) ماں یا باپ کی طرف سے اولاد ہوں۔

(iv) ماں یا باپ کے بہن بھائی ہوں۔

(v) بہن یا بھائی یا اُن کے بچے۔

(ب) جب مہمان نے اپنے میزبان کے گھر سے چوری کی ہو۔

(ج) جب کسی نوکر یا ملازم نے اپنے آقا یا مالک کی ''حرز'' سے چوری کے جرم کا ارتکاب کیا ہو جہاں اُسے آنے جانے کی اجازت ہو۔

(د) جب کہ چوری شدہ جائیداد یہ ہو۔ جنگلی گھاس، مچھلی، پرندہ، کتا، سور، نشہ آور شے، موسیقی کے آلات، اشیائے خوردنی جن کو محفوظ کرنے کا انتظام موجود نہ ہو۔

(ر) جبکہ مجرم چوری شدہ جائیداد میں حصہ دار ہو جس کی قیمت اُس کا حصہ نکال دینے کے بعد ''نصاب'' سے کم ہو۔

(س) جبکہ قرض خواہ اپنے مقروض کی جائیداد چوری کرتا ہے، جس کی قیمت اُس کی واجب الوصول رقم نکالنے کے بعد ''نصاب'' سے کم ہو۔

(ص) جبکہ مجرم نے چوری کے جرم کا ارتکاب ''اکراہ'' یا ''اضطرار'' کے تحت کیا ہو۔

وضاحت

(i) اس شق میں ''اکراہ'' سے مراد کسی شخص کو مضرت پہچانے اس کی جائیداد اور اس کی یا کسی اور شخص کی عزت کو نقصان پہنچان کا خطرہ ہے۔

(ii) اضطرار سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص بھوک یا پیاس یا سخت بیماری کی وجہ سے موت کے اندیشہ میں ہو۔

(ط) جب کہ مجرم اپنی گرفتاری سے پہلے، پچھتاوے کے باعث چوری شدہ مال شکار ہونے والے کو واپس کر دیتا ہے اور متعلقہ اتھارٹی کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر دیتا ہے۔

(۱۱) ایسی صورت جس میں حد جاری نہیں کی جائیگی

(ا) ''حد'' درج ذیل صورتوں میں جاری نہیں کی جائے گی جن کے نام یہ ہیں۔

(الف) جبکہ چوری مجرم کے اعتراف جرم ہی سے ثابت ہوئی ہو اور وہ ''حد'' کی تعمیل سے قبل اپنے اعتراف سے انحراف کرے۔

(ب) جبکہ چوری شہادت سے ثابت ہوئی ہو اور ''حد'' کی تعمیل سے قبل کوئی گواہ اپنی شہادت سے پیچھے ہٹ گیا ہوتا کہ گواہوں کی تعداد دو سے کم ہو جائے۔

(ج) جبکہ ''حد'' کی تعمیل سے قبل شکار شخص اپنے چوری کے دعویٰ سے دست بردار ہو جاتا ہے یا یہ بیان دیتا ہے کہ مجرم نے غلط اقبالِ جرم کیا ہے یا عینی گواہوں میں سے کسی نے جھوٹی گواہی دی ہے۔ اس طرح عینی گواہوں کی تعداد دو سے کم ہو گئی ہے

(و) جبکہ مجرم کا بایاں ہاتھ یا بایاں انگوٹھا یا بایاں ہاتھ کی کم از کم دو انگلیاں یا تو نہیں ہیں یا بالکل ناکارہ ہیں۔

(۲) ذیلی دفعہ ا کی شق (الف) کی صورت میں عدالت دوبارہ سماعت کا حکم دے سکتی ہے۔

(۳) سب سیکشن ا کی شق (ب) شق (ج) کی صورت میں عدالت ریکارڈ میں موجود شہادتوں کی بنیاد پر تعزیر لاگو کر سکتی ہے۔

(۱۲) چوری شدہ جائیداد کی واپسی

(ا) اگر چہ چوری شدہ جائیداد اپنی اصلی یا قابل شناخت صورت میں پائی جاتی ہے یا اس صورت میں پائی جاتی ہے جس میں تبدیل کر لی جاتی ہے یا تبادلہ کر لیا جاتا ہے وہ شکار شخص کو واپس کر دی جائے گی یا کرنا ہوگی اگر چہ وہ مجرم کے قبضہ میں ہو یا اُس سے حاصل کر لی گئی ہو۔

(۲) اگر چہ چوری شدہ جائیداد مجرم کے قبضہ کے دوران گم ہوگئی ہو یا استعمال کر لی گئی ہو اور اس پر "حد" جاری کر دی گئی ہو تو مجرم سے معاوضہ نہیں طلب کیا جائے گا۔

(۱۳) چوری جس پر تعزیر لاگو ہوگی

جو کوئی اس چوری کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے جس پر حد لاگو نہیں ہوگی یا سیکشن ۷ میں بیان کردہ ثبوت کی اقسام میں سے کوئی ایک میسر نہ ہو، جس پر حد اس آرڈی نینس کے تحت جاری کی جا سکتی ہو اس پر تعزیر لاگو ہوگی۔

(۱۴) چوری کی سزا جس پر تعزیر لاگو ہوگی

جو کوئی چوری کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے جس پر تعزیر لاگو ہوتی ہے اسے مجموعہ تعزیراتِ پاکستان (ایکٹ XLV ۱۸۶۰) میں دی گئی سزا دی جائے گی۔

(۱۵) حرابہ (Haraabah) کی تعریف

جب کوئی ایک یا زیادہ اشخاص خواہ وہ مسلح ہو یا نہ ہو، کسی دوسرے کی جائیداد اٹھالے جانے کے لئے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اس پر حملہ کرتے ہیں یا غلط مزاحمت کرتے ہیں یا اُسے موت یا زخمی کرنے کی دھمکی دیتے ہیں، ایسا شخص یا اشخاص کو حرابہ کا مرتکب کہا جائے گا۔

(۱۶) حرابہ کا ثبوت

سیکشن ۷ کی شرائط مناسب تبدیلیوں کے ساتھ حرابہ کے ثبوت کے لئے لگائی جائینگی۔

(۱۷) حرابہ کی سزا

(۱) جو کوئی بالغ حرابہ کا مجرم ہے جس میں نہ تو کوئی قتل کیا گیا ہو اور نہ ہی کوئی جائیداد اٹھائی گئی ہو اُسے کوڑوں کی سزا دی جائے گی جو تیس سے زیادہ نہیں ہوں گے۔ اس کے ساتھ اس وقت تک قید با مشقت ہوگی جب تک کہ عدالت اُس کے خلوص دل سے تائب ہو جانے پر مطمئن نہ ہو جائے۔

مگر شرط یہ ہے کہ قید کی سزا کسی صورت میں بھی تین سال سے کم نہ ہوگی۔

(۲) ہر وہ جو "حرابہ" کا مجرم ہے جس میں کوئی جائیداد نہ اٹھائی گئی ہو لیکن کسی شخص کو چوٹ لگی ہو اُسے سب سیکش (۱) میں سزا کے ساتھ زخمی کرنے کی سزا اس

وقت نافذ العمل قانون کے مطابق دی جائے گی۔

(۳) ہر وہ جو "حرابہ" کا مجرم ہے جس میں کوئی قتل نہ ہوا ہو بلکہ جائیداد جس کی قیمت "نصاب" سے بڑھ جائے یا نصاب جتنی ہو اٹھالی گئی ہو تو اس کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹ دیا جائے گا۔ اور اس کا بایاں پاؤں ٹخنے سے کاٹ دیا جائے گا۔

مگر شرط یہ ہے کہ جب "حرابہ" کا جرم ایک سے زائد اشخاص سے مشترکہ طور پر کیا گیا ہو تو عضو کاٹنے کی سزا اس وقت دی جائے گی جب کہ ہر ایک حصے میں اتنی جائیداد آئے جس کی قیمت نصاب سے کم نہ ہو۔

مگر شرط یہ ہے کہ جب "حرابہ" کا جرم ایک سے زائد اشخاص سے مشترکہ طور پر کیا گیا ہو مگر یہ بھی شرط ہے کہ اگر مجرم کا بایاں ہاتھ یا دایاں پاؤں نہ ہو یا وہ بالکل ناکارہ ہو تو دوسرے ہاتھ یا پاؤں کے کاٹنے کی سزا (جیسی بھی صورت ہو) پر عمل درآمد نہیں ہوگا۔ اور مجرم کو ۱۴ سال تک قید بامشقت اور تیس کوڑوں تک کی سزا دی جائیگی۔

(۴) وہ جو بالغ ہو اور حرابہ کا مجرم ہو جس میں وہ قتل کے جُرم کا ارتکاب کرتا ہے اُسے موت کی سزا دی جائے گی۔ جیسا کہ "حد" میں لگائی گئی ہے۔

(۵) سب سیکشن ۳ سوائے اس کے متعلق شرطیہ فقرہ ۲ کے یا سب سیکشن ۴ کے تحت سزا اس وقت تک نہیں دی جاسکے گی تاوقتیکہ اس عدالت سے سزا کی توثیق نہ ہو جائے جس میں سزایابی کے فیصلہ کی اپیل دائر ہو۔ جب تک کہ اس کی توثیق اور تعمیل نہ ہو جائے مجرم کے ساتھ سادہ قید کی سزا یافتہ جیسا سلوک کیا جائے گا۔

(۶) اِس سیکشن کے تحت عضو کاٹنے کی سزا کی شرائط متعلقہ سیکشن ۹ کے سب سیکشن ۶، ۷ کے مطابق لاگو ہوں گی۔

(۱۸) وہ صورتیں جن میں عضو کاٹنے یا موت کی سزا حرابہ کے جرم میں نہ لاگو ہوگی نہ جاری کی جائے گی

عضو کاٹنے کی اور موت کی سزا اس صورت میں لاگو نہیں ہوگی جن میں ''حرابہ'' پر حد نہیں لاگو ہوتی یا ایسی چوری جس پر حد لاگو نہ ہوتی ہو تو سیکشن ۱۰ اور سیکشن ۱۱ کی شرائط کو مناسب تبدیلیوں کے ساتھ لاگو کیا جائے گا۔

(۱۹) حرابہ کے دوران اٹھائی گئی جائیداد کی واپسی

سیکشن ۱۲ کی شرائط مناسب تبدیلیوں کے ساتھ حرابہ کے دوران اٹھائی گئی جائیداد پر لاگو ہوں گی پھر بھی اسی سیکشن کے سب سیکشن ۲ پر فرق یہ ہوگا کہ لفظ ''حد'' کی جگہ ''عضو کاٹنے یا موت کی سزا'' کے الفاظ قائم مقام ہوں گے۔

(۲۰) ''حرابہ'' کی سزا جس پر تعزیر لاگو ہوگی

جو کوئی ''حرابہ'' کا ارتکاب کرتا ہے جس پر سیکشن ۱۷ کی سزا لاگو نہیں ہوتی یا سیکشن ۷ میں بیان کردہ ثبوت کی اقسام میں سے کوئی ایک میسر نہ ہو یا جس پر عضو کاٹنے یا موت کی سزا اس آرڈی نینس کے تحت نہ دی جا سکتی ہو۔ اُسے مجموعہ تعزیرات پاکستان ایکٹ (XLY) کے تحت ڈکیتی، لوٹ مار، استحصال بالجبر جیسی بھی صورت ہو اس کے مطابق سزا دی جائے گی۔

(۲۱) رستہ گیری یا ''پتھری دری'' کی سزا

(۱) جو کوئی کسی شخص یا اشخاص کے گروپ کو مویشیوں کی چوری میں سرپرستی

کرتا ہے، کسی صورت میں مدد کرتا ہے یا حفاظت کرتا ہے یا ان کی پناہ دیتا ہے اس معاہدہ پر کہ وہ ایک یا زیادہ مویشی حاصل کرے گا جن پر جرم کیا گیا ہے یا آغاز ہی میں حصہ لیا ہو۔ وہ رسہ گیری یا پتھر دری کا مجرم قرار دیا جائے گا۔

(۲۲) اس آرڈی نینس کے تحت ارتکاب جرم کی کوشش پر سزا

جو کوئی اس آرڈی نینس کے تحت ارتکاب جرم کی کوشش کرتا ہے یا ایسے جرم کے ارتکاب کا باعث بنتا ہے اور اس کوشش میں جرم کی طرف کوئی عمل کرتا ہے اور جہاں آرڈی نینس میں واضح دفعہ نہیں ہے اسے کسی قسم کی قید کی سزا دی جائے گی جو دس سال تک ہو سکتی ہے۔

مثالیں

(الف) زیورات چرانے کے لئے بکس توڑ کر کھولتا ہے اور کھولنے کے بعد وہ دیکھتا ہے کہ بکس میں کوئی زیور موجود نہیں ہے اس نے چوری کے جرم کے ارتکاب کی کوشش کی ہے اس لئے اس سیکشن کے تحت وہ مجرم ہے۔

(ب) A کوشش کرتا ہے کہ "Z" کی جیب تراشے اور وہ "Z" کی جیب میں ہاتھ ڈالتا ہے۔ A اپنی کوشش میں ناکام ہو جاتا ہے کہ "A" کی جیب میں کچھ نہیں تھا A اس سیکشن کے تحت مجرم ہے۔

(۲۳) مجموعہ تعزیرات پاکستان ایکٹ XLV ۱۸۶۰ کی ایسی دفعات کا اطلاق

(۱) جب تک کہ اس حکم میں اور وضاحت نہیں کی جاتی۔ دباب ۴ اور سیکشن ۳۴

سے ۳۸ تک اور باب ۳ کے سیکشن ۱۷، ۲۷ اور مجموعہ تعزیرات پاکستان کے باب ۸ کی دفعات مناسب تبدیلیوں کے ساتھ اس حکم کے تحت لاگو ہوں گی۔

(۲) جو کوئی اعانت جرم کا مجرم ہے اُس پر ایسی سزا کا اطلاق ہوگا جو ایسے جُرم کے لئے تعزیر کے طور پر دی گئی ہو۔

(۲۴) مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء کا اطلاق

(۱) جب تک اس حکم میں اور وضاحت نہیں کی جاتی مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء جیسا کہ اس مجموعہ میں ہے اس حکم کے تحت مناسب تبدیلیوں کے ساتھ لاگو ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ اگر شہادت سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ مجرم نے کسی دوسرے قانون کے تحت جرم کا ارتکاب کیا ہے اور اگر عدالت اُس جرم کی سماعت اور سزا دینے کی مجاز ہو تو اُسے جرم کی سزا دی جائے گی۔

(۲) اس مجموعہ کی دفعات جن کا تعلق سزائے موت کی توثیق سے ہے مناسب تبدیلیوں کے ساتھ سزا کی توثیق کے لئے اس حکم کے تحت لاگو ہوں گی۔

مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء کے سیکشن ۳۹۱ کے سب سیکشن کی شرائط اس آرڈی نینس کے تحت دی گئی کوڑوں کی سزا پر لاگو نہ ہوں گی۔

مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء کے باب ۲۹ کی دفعات کا اطلاق اس آرڈی نینس کے سیکشن ۹، اور سیکشن ۱۷ کے تحت دی گئی سزا پر نہیں ہوگا۔

(۲۵) عدالت کا صدارتی افسر مسلمان ہوگا

اِس عدالت میں جس میں مقدمہ زیر سماعت ہوگا یا اپیل زیر سماعت ہوگی۔

اس حکم کے تحت اس کا سربراہ مسلمان ہوگا۔

مگر شرط یہ ہے کہ اگر ملزم غیر مسلم ہو تو صدارتی افسر بھی غیر مسلم ہو سکتا ہے۔

(۲۶) استثناء

اِس آرڈی نینس کو ان مقدمات پر لاگو تصور نہیں کیا جا سکے گا جو عدالتوں میں اس حکم کے اعلان سے فوراً پہلے تصفیہ طلب ہیں یا وہ جرائم جو اِس اعلان سے قبل کئے جا چکے ہیں۔

کوڑوں کی سزا کی تعمیل کا آرڈی نینس نمبر۹، ۱۹۷۹ء

کوڑوں کی سزا کی تعمیل کے متعلق شرائط مقرر کرنے کے لئے ایک آرڈی نینس جب کہ یہ ضروری ہے کہ کوڑوں کی سزائی تعمیل کے متعلق شرائط تیار کی جائیں۔

اور جبکہ صدر اس بات سے مطمئن ہے کہ ایسے حالات موجود ہیں جو فوری قدم کا تقاضا کرتے ہیں۔

اب اس لئے ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کے قوانین کے ساتھ اعلان کے مطابق جو اس وقت جاری ہے اور صدر مملکت اس کے تحت تمام اختیارات رکھتے ہوئے درج ذیل آرڈی نینس بنانے اور جاری کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔

(۱) مختصر عنوان ''حد'' اطلاق اور نفاذ

(۱) اس آرڈی نینس کو کوڑوں کی سزا کی تعمیل کا آرڈی نینس ۱۹۷۹ء کہا جائے گا۔

(۲) اس کا دائرہ عمل پورا پاکستان ہوگا۔

(۳) اس کا اطلاق کوڑوں کی سزا پر ہوگا جو موجودہ رائج کسی قانون کے تحت دی گئی ہو۔

(۴) یہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ ہجری بمطابق ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء سے نافذ العمل ہوگا۔

(۲) تعریفیں

تاوقتیکہ اس آرڈی نینس کے متن یا سیاق وسباق میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاتی، مستند میڈیکل آفیسر سے مراد وہ میڈیکل آفیسر ہوگا جسے حکومت نے یہ عہدہ دے کر اختیارات دیئے ہوں۔

(۳) دوسرے قوانین پر غالب آرڈی نینس

اس آرڈی نینس کی دفعات کا اطلاق کسی رائج الوقت دوسرے قوانین سے مقابلہ کئے بغیر ہوگا۔

(۴) کوڑے کی خصوصیات

کوڑا دستے کے علاوہ صرف اور ترجیحاً چمڑے، یا بید یا درخت کی ٹہنی کا ایک لمبا ٹکڑا ہوگا جس میں کوئی جوڑ یا کیل نہیں ہوگا اور اس کی لمبائی اور موٹائی بالترتیب ۱۰۲۲ میٹر اور ۱۰۲۵ سینٹی میٹر سے زیادہ نہیں ہوگی۔

(۵) کوڑوں کی سزا، شرائط اور طریق کار

کوڑوں کی سزا کی تعمیل میں درج ذیل شرائط لاگو ہوں گی۔

(A) کوڑوں کی سزا کی تعمیل سے پہلے مجرم کا مستند میڈیکل آفیسر سے طبی

معائنہ کرایا جائے گا تا کہ یہ یقین ہو جائے کہ سزا کی تعمیل سے مجرم کی موت واقع نہ ہو جائے۔

(B) اگر مجرم کوڑوں کی دی گئی سزا کے مطابق بہت بوڑھا ہے یا بہت زیادہ کمزور ہے کوڑوں کی تعداد اس طریقے اور ایسے وقفوں سے لگائی جائے گی کہ سزا کی تعمیل سے مجرم کی موت واقع نہ ہو جائے۔

(C) اگر مجرم بیمار ہو تو سزا کی تعمیل اس وقت تک روک دی جائیگی جب تک کہ مستند میڈیکل آفیسر یہ تصدیق نہ کردے کہ مجرم جسمانی طور پر سزا برداشت کرنے کے قابل ہے۔

(D) اگر مجرم عورت ہے جو کہ حاملہ ہے تو سزا کی تعمیل بچے کی پیدائش کے یا اسقاطِ حمل کے دو ماہ بعد جیسی بھی صورت ہو، تک ملتوی کردی جائے گی۔

(E) اگر سزا کی تعمیل کے وقت موسم بہت زیادہ ٹھنڈا یا بہت زیادہ گرم ہو تو سزا کی تعمیل اس وقت تک ملتوی کردی جائے گی جب تک کہ موسم معتدل نہ ہو جائے۔

(F) سزا کی تعمیل مستند میڈیکل آفیسر کی موجودگی میں ہوگی اور ایسی جائے عام پر ہوگی جو عدالت تجویز کرے یا صوبائی حکومت نے اس مقصد کے لئے جگہ مقرر کی ہو۔

(G) سزا کی تعمیل کے لئے جس شخص کو مقرر کیا جائے گا وہ غیر جانبدار سمجھدار ہوگا۔

(H) وہ کوڑے کو مناسب طاقت سے اپنا ہاتھ سر سے اوپر نہ اٹھاتے ہوئے لگائے گا تا کہ مجرم کی جلد کو چیرا نہ جائے۔

(I) ایک کوڑا لگانے کے بعد وہ کوڑے کو اوپر اٹھائے گا اسے بدن پر نہیں کھینچے گا۔

(J) کوڑے مجرم کے تمام جسم پر لگائے جائیں گے پھر بھی کوڑے سر پر، چہرے پر، معدہ پر یا چھاتی پر یا مجرم کے نازک حصوں پر نہیں لگائے جائیں گے۔

(K) مجرم کے جسم پر اتنے کپڑے رکھے جائیں گے جتنا کہ اسلام کے امتناعی احکامات کے مطابق ضروری ہیں۔

(L) مجرم، مرد کی صورت میں کوڑے کھڑا کر کے لگائے جائیں گے اور مجرم ''عورت'' کی صورت میں کوڑے بٹھا کر لگائے جائیں گے۔

(M) اگر سزا کی تعمیل ہو رہی ہو اور مستند میڈیکل آفیسر کی رائے میں مجرم کی موت کا خطرہ ہو تو سزا کی تعمیل روک دی جائے گی تاوقتیکہ مستند میڈیکل آفیسر اسے باقی ماندہ سزا کو برداشت کرنے کے قابل نہ قرار دے دے۔

(۶) سزا کی تعمیل کی ساعت کے دوران مجرم کی حراست

(۱) اس مجرم کی صورت میں جسے صرف کوڑوں کی سزا دی گئی ہو اس کے ساتھ سزا کی تعمیل کی تکمیل تک قید کی سادہ قید کی سزا یافتہ جیسا سلوک کیا جائے گا۔

(۲) اگر مستند میڈیکل آفیسر کی رائے میں ایک مجرم اپنے بڑھاپے، خراب صحت یا کسی اور وجہ کے باعث پوری سزا یا سزا کا کچھ حصہ برداشت کرنے کے قابل نہیں ہے تو مقدمہ عدالت کو پیش کیا جائے گا۔ اور عدالت سزا کی تعمیل کے کسی طریقہ کا حکم دے سکتی ہے جسے وہ مناسب خیال کرے۔

(۷) قانون بنانے کا اختیار

اس آرڈی نینس کی شرائط کو موثر بنانے کے لئے صوبائی حکومت سرکاری گزٹ میں اعلان کے ذریعے قانون بنا سکتی ہے۔

نظامِ زکوٰۃ کا اجراء

اسلام آباد۔ ۱۰؍فروری ۱۹۷۹ء بمطابق ۱۲؍ربیع الاول ۱۳۹۹ھ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے ایک خصوصی تقریب میں تقریر فرماتے ہوئے نظامِ زکوٰۃ کے اجراء کا اعلان فرمایا اور اسلام کے معاشی نظام کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا۔

''اسلامی معاشی نظام بتدریج نافذ کیا جا سکتا ہے انشاء اللہ یہ کام تین سال میں مکمل ہو جائے گا۔ اس کے آغاز کے لئے ہم نے زکوٰۃ اور عشر کو منتخب کیا ہے۔

زکوٰۃ کو منتخب کرنے کی اہم وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ اسلام کے بنیادی ستونوں میں اہم ستون ہے اور اس کا تعلق معاشرے کے معاشی اور رفاہی پہلوؤں سے ہے، زکوٰۃ اور عشر کے نظام کے بارے میں آج ایک مسودہ قانون جاری کیا جا رہا ہے۔''

نظام زکوٰۃ کے اجراء پر حکومت کی ذمہ داریوں کی نشاندہی کرتے ہوئے صدر نے کہا:۔

''یہ حکومتِ وقت پر فرض ہے کہ وہ ان مسلمانوں سے جن کی مالی حالت زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیتی ہے ان سے زکوٰۃ اور عشر

(زرعی پیداوار پر ٹیکس) مرحلہ وار یا مجموعی طور پر اکٹھا کرنے کے انتظامات کرے۔ یہی فرض پاکستان کے آئین سے حکومت پر لاگو ہوتا ہے۔

اِس فرض کو پورا کرنے کے لئے دو اقدام بہت ضروری ہیں۔

A۔ کہ زکوٰۃ فنڈ قائم کیا جائے۔

B۔ ایک ایسا نظام قائم کیا جائے جس کے تحت زکوٰۃ کا تخمینہ لگانے اکٹھا کرنے اور اُس کے خرچ کرنے کے انتظامات کئے جائیں۔

نتیجہ کے طور پر زکوٰۃ فنڈ قائم کر دیا گیا ہے جس کے تین کھاتے ہوں گے۔

مقامی کھاتہ

ایک محلے، گاؤں یا علاقہ کی زکوٰۃ کی اکٹھی ہونے والی رقوم اس کھاتہ میں جمع کرائی جائے گی۔

صوبائی کھاتہ

مقامی کھاتہ میں جمع ہونے والی رقوم کا ۲۵ فیصد صوبائی کھاتہ میں جمع کروایا جائے گا۔

مرکزی کھاتہ

بنکوں اور دوسرے مالیاتی اداروں میں جمع شدہ رقوم اور تمسکات سے بلاواسطہ حاصل ہونے والی زکوٰۃ اس کھاتہ میں جمع کرائی جائے گی۔

صوبائی اور مقامی کھاتہ کو جب اور جتنی ضرورت ہوگی اس کھاتہ سے دی

جا سکے گی۔"

۱۔ مقامی کمیٹی

صدر کے اعلان کے مطابق ایک محلہ یا گاؤں یا علاقہ کے لوگوں کے لئے ایک مقامی کمیٹی بنائی جائے گی جس کے ارکان ۴ سے ۶ تک ہوں گے۔

۲۔ تحصیل اور ضلع کمیٹی

اِسی طرح تحصیل اور ضلع کی سطح پر مقامی کمیٹیوں کے تعاون اور نگرانی کے لئے کمیٹیاں تشکیل دی جائیں گی۔

۳۔ صوبائی زکوٰۃ کونسل

صوبائی سطح پر ایک صوبائی زکوٰۃ کونسل قائم کی جائے گی۔ اس کا سربراہ ہائی کورٹ کا جج ہوگا۔ یا جج رہ چکا ہوگا۔ یا جج بننے کی اہلیت رکھتا ہو۔ کونسل کے پانچ ارکان ہوں گے جن میں تین علماء ہوں گے۔

۴۔ صوبائی ناظمِ اعلیٰ

صوبائی کھاتہ کے انتظام کے لئے ایک صوبائی ناظم اعلیٰ ہوگا۔ یہ صوبائی زکوٰۃ کونسل کی ہدایت اور نگرانی مین کام کرے گا۔

ناظم اعلیٰ اور صوبائی محکمہ مالیات کا سکریٹری بلحاظ عہدہ اسکے رُکن ہوں گے۔

مرکزی زکوٰۃ کونسل

۱۶، ارکان پر مشتمل ایک مرکزی زکوٰۃ کونسل، تمام صوبوں کے ناظم اعلیٰ اس

کے ارکان ہوں گے۔ اس کے علاوہ ۴ ارکان صدر کی طرف سے نامزد کئے جائیں گے جن میں ۳ علماء ہوں گے۔ ان علماء کے نام اسلامی مشاورتی کونسل سے سفارش کئے جائیں گے۔ صدر اس کے علاوہ ۴ ارکان کو صوبوں سے نامزد کردے گا۔ جو زندگی کے مختلف شعبوں میں ماہر ہوں گے۔

مرکزی وزارت مالیات کا سیکریٹری اور وزارت مذہبی امور کا سیکریٹری بلحاظ عہدہ اس کے ارکان ہوں گے۔

اس کونسل کا چیئرمین سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ کا جج ہوگا یا ان عدالتوں کا جج رہ چکا ہوگا یا جج بننے کا اہل ہوگا۔ سب کا انتخاب پاکستان کے چیف جسٹس کے مشورہ سے کیا جائے گا۔

اعلیٰ انتظامیہ

پورے زکوٰۃ فنڈ کو منتظم کرنے کے لئے ایڈمنسٹریٹر جنرل مقرر ہوگا جسے صدر پاکستان مقرر کرے گا۔ ایڈمنسٹریٹر جنرل مرکزی زکوٰۃ کونسل کی ہدایت اور نگرانی میں کام کرے گا۔

زکوٰۃ جمع کرنے کی بابت اہم نکات

(A) ہر شخص جس پر زکوٰۃ فرض ہوگی وہ خود زکوٰۃ کا حساب لگائے گا اور یا تو خود ہی مستحق افراد میں تقسیم کردے گا۔ یا رضاکارانہ طور پر زکوٰۃ فنڈ میں جمع کرادے گا۔

(B) حکومت خود ظاہر تمسکات پر زکوٰۃ اکٹھی کرے گی۔

زکوٰۃ اکٹھی کرتے وقت مندرجہ ذیل نکات کا خیال رکھا جائے گا۔

(۱) ایک ہزار روپے تک جو کسی بینک یا مالیاتی ادارے میں جمع ہو اس پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔

(۲) کرنٹ اکاؤنٹ رکھنے والوں کو اختیار ہو گا کہ وہ خود ہی جتنی زکوٰۃ اُن پر فرض ہے زکوٰۃ کا حساب لگائیں یا تو زکوٰۃ فنڈ میں جمع کرادیں یا خود ہی مستحق افراد میں تقسیم کردیں۔

(۳) تمام سرکاری اور پرائیویٹ لمیٹڈ کمپنیوں سوائے ان کمپنیوں کے جن کے سو فیصد حصص حکومت کے پاس ہیں زکوٰۃ اکٹھی کی جائے گی۔

(۴) عمارتوں، دکانوں اور مکانوں پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی البتہ وہ اشخاص جن پر زکوٰۃ فرض ہے ان عمارتوں کے کرایہ سے بچت پر زکوٰۃ ادا کریں گے۔

(۵) تمسکات پر دی جانے والی زکوٰۃ کے اعداد وشمار صیغہ راز میں رکھے جائیں گے اور انہیں کسی اور مقصد کے لئے اس شخص کے خلاف استعمال نہیں کیا جائیگا۔

(۶) زکوٰۃ میں دی جانے والی رقوم انکم ٹیکس کے تخمینہ میں استعمال نہیں کی جائیں گی۔

(۷) تمسکات جن پر گورنمنٹ زکوٰۃ اکٹھی کرے گی ان پر دولت ٹیکس نہیں لگے گا۔

عشر

شریعت میں عشر کی شرح بارانی اراضی سے زرعی پیداوار کا دس فیصد اور ۵

فیصد چاہی اراضی اور نہری اراضی پر ہے۔ حکومت بارانی اوز چاہی اراضی اور نہری اراضی پر صرف ۵ فیصد عشر وصول کرے گی۔ بارانی اراضی کے مالکان باقی ۵ فیصد عشران مقاصد پر استعمال کرنے کے لئے آزاد ہوں گے جن مقاصد پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے۔

عشر صرف ان مالکان سے لیا جائے گا جن پر شریعت کی طرف سے لاگو ہوتی ہے۔ مزارعین کو اختیار ہوگا کہ اپنی آمدنی سے عشر رضا کارانہ طور پر حکومت کے کھاتہ میں جمع کرادیں یا خود مستحق افراد میں تقسیم کردیں۔

عشر کی ادائیگی سے مالیہ معاف ہو جائے گا۔ البتہ آبیانہ بدستور رہے گا۔

نفاذ

زکوٰۃ کی وصولی اس سال ۱۹۷۹ء کی یکم جولائی سے شروع ہو جائے گی۔ لیکن عشر کی وصولی اگلی فصل خریف سے لاگو ہوگی یعنی اکتوبر ۱۹۷۹ء سے زکوٰۃ اور عشر کے بقایا جات مالیہ کی طرح وصول کئے جائیں گے۔

زکوٰۃ فنڈ کا آغاز

زکوٰۃ فنڈ کی ابتداء کے بارے میں صدر مملکت نے فرمایا۔

''میں یہ اعلان کر کے خوشی محسوس کرتا ہوں کہ ہم اللہ کے فضل سے زکوٰۃ فنڈ ایک خطیر رقم ۲۲۵ کروڑ روپے سے شروع کر رہے ہیں۔ جس میں حکومت پاکستان کے حصہ کے علاوہ شاہ خالد بن عبدالعزیز، شہزادہ فہد بن عبدالعزیز، متحدہ عرب امارات کے

صدر شیخ زید بن سلطان النہیان کے عطیات بھی شامل ہیں۔"

"یہ رقم بنیادی سرمایہ کا کام کرے گی جو کہ زکوٰۃ اور عشر کی وصولی
سے بڑھے گا۔ اور جوں ہی انتظامی مشینری وجود میں آ جائے
گی۔ اس فنڈ سے اخراجات شروع ہو جائیں گے۔"

زکوٰۃ کا خرچ

(۱) زکوٰۃ اور عشر کے مجوزہ نظام کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ مقامی کھاتہ میں جمع ہونے والی رقوم کا ۷۵ فیصد اسی علاقہ یا محلہ یا گاؤں پر خرچ ہوگا۔ ۲۵ فیصد صوبائی کھاتہ میں جمع کرائی جائے گی۔

(۲) اس رقم کے خرچ کا انتظام منتخب مقامی نمائندے ہی کریں گے۔ یہ نیک اور خدا ترس لوگ یقیناً مستحق، ضرورتوں پر توجہ دیں گے۔

(بیواؤں، یتیموں، اور دیگر ضرورت مند وغیرہ)

(۳) جو ۲۵ فیصد زکوٰۃ اور عشر کی رقم صوبائی کھاتہ میں جمع کرائی جائے گی وہ رقم صوبائی زکوٰۃ کمیٹی ان علاقوں میں خرچ کرے گی جہاں زکوٰۃ اور عشر کی وصولی کم ہوئی ہوگی۔

(۴) اس طرح جو رقم مرکزی کھاتہ میں جمع ہوگی صوبائی اور مقامی سطح کی ضرورتوں کے مطابق مرکزی زکوٰۃ کونسل کی ہدایت کے مطابق ان کی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دی جائے گی۔

محاسبہ

زکوٰۃ کی وصولی اور اخراجات کا معروف طریقے سے باقاعدہ محاسبہ (آڈٹ) کیا جائے گا۔ اور اس کی سالانہ رپورٹ پارلیمنٹ میں پیش کی جائے گی۔

طلب تجاویز

نظامِ زکوٰۃ کا مسودہ قانون جاری کرتے ہوئے صدر پاکستان نے فرمایا:

''لیکن چونکہ ہم اس تجربہ کو اپنی تاریخ میں پہلی مرتبہ کر رہے ہیں۔ اس لئے میں اِس مسودہ کو آج قوم کے سامنے پیش کرتا ہوں تاکہ قوم کی تجاویز کی روشنی میں اس قانون کو مزید جامع اور موثر بنایا جاسکے۔ میں لوگوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس کا غور سے مطالعہ کریں اور وزارت مالیات حکومت پاکستان کو ۳۰/اپریل تک اپنے خیالات اور تجاویز ارسال کریں۔ مسودہ قانون تبدیلیوں (اگر ضروری سمجھی گئیں) کے ساتھ یکم جولائی ۱۹۷۹ء کو نافذ کر دیا جائے۔

☆☆☆

ایک محترم قاری کا سوال
الحاج ایوب نقوی مصطفیٰ آبادی سے

سوال۔ آپ اپنے مضامین میں کوئی نئی بات لکھیں۔ یہ باتیں تو ہم سب کو پہلے سے معلوم تھیں۔

جواب۔ محترم قاری۔

کوئی بھی بات نئی بات نہیں ہوتی۔ ہم یا آپ جو بھی بات لکھتے یا کہتے ہیں وہ بات کبھی نہ کبھی کسی نے ہم سے پہلے لکھ چکا ہوگا یا کہہ چکا ہوتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم نے جو بات لکھی ہے یا کہی ہے۔ وہ کسی کی نقل یا تقلید ہے۔ دراصل جو بھی بات، جملہ یا سوچ ہمارے غور وفکر کے سمندر میں جنم لیتی ہے وہ بات یا جملہ ایک طویل سفر طے کر کے ہم تک پہونچتی ہے یہ اور بات ہے کہ آپ کا شعور اسے محسوس نہ کرے۔ کیونکہ الفاظ، جملے، حالات یا واقعات اپنے آپ کو دہراتے ہیں۔ صرف انداز بیان مختلف ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی نئی بات ہے تو آپ ہی بتائیں؟

کیا آپ جو کچھ کہنے یا لکھنے جارہے ہیں۔ وہ بات آپ سے پہلے کسی نے نہ کہی ہو یا لکھی نہ ہو۔ مگر آپ کی سوچ اسے نئی بات محسوس کرتی ہے اور آپ اپنے طور پر اس کو نئی بات سمجھ کر آپ پیش کر دیتے ہیں۔ اور اپنی یہی بات کسی ایسے شخص کے سامنے آپ کریں گے اور آپ کی کہی ہوئی بات اُن صاحب کو پہلے سے معلوم ہو تو

اس کے لئے یہ آپ کی کہی ہوئی بات نئی نہ ہوگی۔ لہذا یہ بات طے ہے کہ کوئی بھی جو لکھی یا کہی جاتی ہے وہ نئی بات نہیں ہوتی۔

اپنی دعاؤں میں اسی طرح یاد رکھئے اور اپنی آرا سے ہم کو نوازتے رہے۔ آپ کی ان ہی آراؤں سے ہم کو ہمت ملتی ہے اور ہم اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتے ہیں۔

والسلام

ایوب نقوی مصطفیٰ آبادی

مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے

۱۔نہج البلاغہ ترجمہ۔علامہ السید ذیشان حیدر جوادی صاحب قبلہ مدظلہ۔

۲۔چودہ ستارے مولف۔مولانا السید نجم الحسن کراروی صاحب قبلہ مدظلہ۔

۳۔سیرت امیرالمومنینؑ تالیف۔مولانا سید مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ مدظلہ۔

۴۔نہج الاسرار مولف۔مولوی سید غلام حسین رضا صاحب قبلہ مدظلہ۔

۵۔شریعت الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ مولف۔مولوی سید فیض حسین صاحب قبلہ مدظلہ۔

۶۔ندائے عدالت انسانی ترجمہ۔علامہ سید محمد باقر النقوی صاحب قبلہ مدظلہ۔

۷۔خلافت وملوکیت سید ابوالاعلیٰ مودودی۔

۸۔حضرت علیؑ کے فیصلے مولف۔محمد وصی خان۔

۹۔ولایت علیؑ ابن ابی طالب مولف۔پروفیسر زین العابدین الہ آبادی۔

۱۰۔سیدنا علیؑ اپنے فیصلوں اور فتووں کی روشنی میں مولف۔عبدالستار آدم۔

۱۱۔شیرخدا کے فیصلے (مولف۔شوکت علی عابد)

گزارش

اس کتاب کی پروف ریڈنگ بار بار کی گئی ہے۔اس پر بھی اگر کچھ غلطیاں رہ گئی ہوں تو اردو زبان کے کاتبین کی تاریخ کو مدنظر رکھتے ہوئے کاتب کی غلطی کو نظر انداز کردیجئے گا۔شکریہ

مؤلف
الحاج ایوب نقوی مصطفےٰ آبادی

عصمت پبلیکیشنز
پی-او باکس نمبر:- 18168 کراچی 74700 پاکستان

مُشکل کُشا

علیؑ مولا

کے

معجزات اور اقوال

تحقیق و پیشکش

عالیہ ایوّب

عصمہ پبلیکیشنز
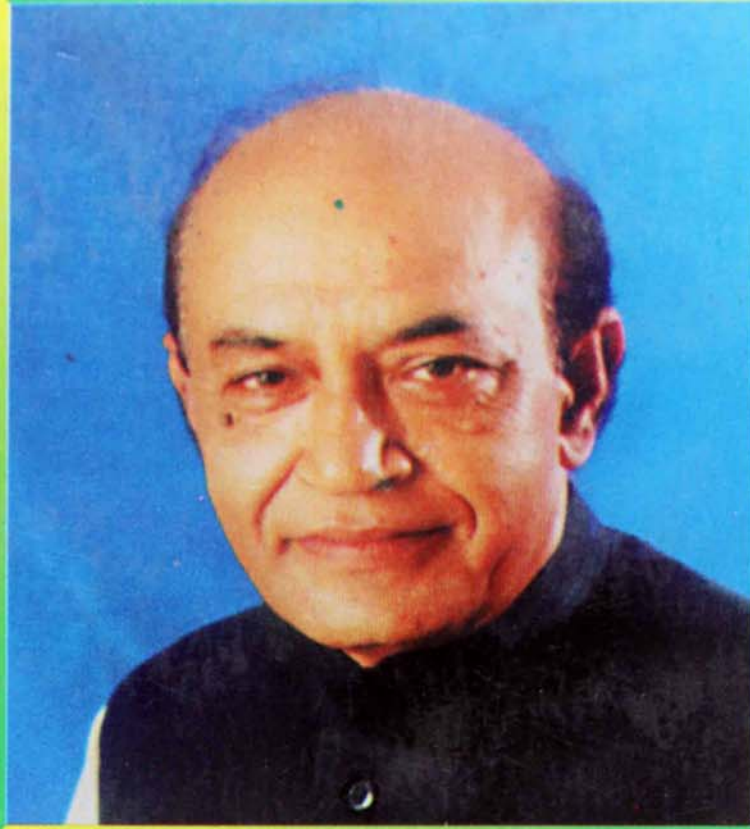
پی۔او باکس نمبر:- 18168 کراچی 74700 پاکستان

مؤلف الحاج سید محمد ایوب نقوی مصطفےٰ آبادی کی تصانیف

- علیؑ مولا .... دوسرا ایڈیشن
- زینبؑ بنت علیؑ .... چھٹا ایڈیشن
- علمدار کربلا .... چھٹا ایڈیشن
- سکینہ سکینہؑ ہے .... پانچواں ایڈیشن
- کربلا کا ننھا شہید .... تیسرا ایڈیشن
- مختار نامہ .... تیسرا ایڈیشن
- ہمارا آخری امامؑ .... پہلا ایڈیشن
- جنگِ جمل .... پہلا ایڈیشن
- اسلام کی نامور خواتین کی سوانح حیات .... پہلا ایڈیشن

عصمہ پبلیکیشنز

پی۔او باکس نمبر:۔ 18168 کراچی 74700 پاکستان